تصوف و سلوک

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

ناشر جامعۃ الحبیب فیصل آباد

نام کتاب ——— تصوف و سلوک

مؤلف ——— [illegible]

ناشر ——— مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اول ——— اکتوبر 1995ء

اشاعت دوم ——— جون 1998ء

اشاعت سوم ——— نومبر 2000ء

اشاعت چہارم ——— دسمبر 2003ء

اشاعت پنجم ——— مئی 2005ء

تعداد ——— 1100

کمپیوٹر کمپوزنگ ——— ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی

انتساب

فقیر اپنی ان طالبعلمانہ کاوشوں کا انتساب اپنے ہادی و راہبر مرشد عالم محبوب العارفین **حضرت پیر غلام حبیب** نقشبندی مجددی کے نام کرتا ہے۔

- جن کی تعلیمات کی عملی جھلک نے فقیر کو زندگی کی کڑی دھوپ سے بچائے رکھا
- جن کی توجہات نے خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل کا راہی بنایا۔
- جن کی شفقتوں نے فقیر جیسے بے مایہ کو بھی دردِ دل کا گوہر عطا فرمایا۔

فہرست

پیش لفظ

1994ء کے سالانہ نقشبندی اجتماع کی ایک نشست میں فقیر نے ولی ابن ولی حضرت مولانا پیر عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ چکوال کے ارشاد پر بیان کیا۔ تصوف و سلوک کے مختلف عنوانات کے گرد گھومتے ہوئے اس بیان کو سالکین طریقت نے پذیرائی بخشی۔ بعض احباب نے تقاضا کیا کہ یہ تقریر اگر تحریر کے سانچے میں ڈھل جائے تو افادیت کا باعث ہوگی۔ فقیر نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے اپنی یادداشت کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنا شروع کر دیا۔ پے در پے تبلیغی اسفار کے باوجود کچھ نہ کچھ سپرد قلم کرنے کی کوشش رہی۔ آزاد کشمیر ضلع باغ کا تبلیغی دورہ کرتے ہوئے جناب پروفیسر امتیاز احمد عباسی نے فقیر کا یہ معمول دیکھا تو حسرت موہانی کا ایک شعر قدرے تصرف کے ساتھ یوں چسپاں کیا۔

ہے مشق "قلم" جاری "سفروں" کی مشقت بھی اک طرفہ تماشا ہے "حضرت" کی طبیعت بھی

قارئین کرام اگر فقیر کی اس طالبعلمانہ کوشش میں کوئی قابل اصلاح بات نوٹ کریں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ البتہ جن حضرات نے اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں علمی و عملی تعاون کیا ہے فقیر دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اجر وافر نصیب فرمائے۔ مزید برآں تمنا ہے کہ رب کائنات روز محشر اس ناچیز کوشش کو قبول فرما کر فقیر کو بخشے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں شامل فرمائے۔ آمین ثم آمین

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

مؤلف

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی
(کان اللہ لہ عوضا عن کل شیء)
مہتمم دارالعلوم جھنگ۔ پاکستان

20-7-95

الله
جل جلاله

باب 1

علم تصوف

علم تصوف کے شرعی ثبوت کے لئے تین دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر 1:۔ اللہ جل شانہٗ کا فرمان ہے۔ "وذروا ظاھر الاثم وباطنہ"

(انعام آیت 120)

[اور ظاہری گناہ اور پوشیدہ گناہ سب چھوڑ دو]

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے.....

"المراد بظاھر الاثم اعمال الجوارح وباطنہ اعمال القلوب"

(تفسیر خازن جلد دوم صفحہ 146)

[ظاہری گناہ سے مراد اعضاء و جوارح کے اعمال اور باطنی گناہوں سے مراد دل کے اعمال ہیں]

لہٰذا انسانی اعمال کی تین قسمیں ہیں۔

قسم اول:۔ وہ اعمال جن کا تعلق فقط انسان کے ظاہر سے ہے۔ مثلاً "کلوا واشربوا ولا تسرفوا" [کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو] "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم" [آپ کہہ دیجئے ایمان والوں سے کہ نگاہیں نیچی رکھیں] "فاعتزلوا النساء فی المحیض"۔ عورتوں سے حیض کے دنوں علیحدہ رہو]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے علم کے ستر ابواب بتا رکھے ہیں اور میرے سوا یہ علم کسی اور کو نہیں بتایا۔" (کتاب اللمع ص 54)

✪ — صحابہ کرامؓ میں سے بعض حضرات ایسے بھی تھے جنہیں ایک خاص قسم کا علم خصوصیت کے ساتھ حاصل تھا۔ حضرت حذیفہؓ کو منجملہ اور کئی باتوں کے منافقین کے ناموں کا علم تھا۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ علم راز میں بتایا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بھی ان سے دریافت کرتے تھے کہ کہیں میں تو ان میں سے نہیں ہوں۔

✪ — بعض تابعین حضرات علم قال (فقہ) میں صحابہ کرامؓ سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بعض اوقات مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے "جابر بن عبداللہؓ سے پوچھو" اہل بصرہ ان کے فتویٰ پر عمل کریں" حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے "سعید بن المسیب سے پوچھو" حضرت انس بن مالکؓ فرمایا کرتے "حسن بصریؒ سے پوچھو۔ انہوں نے مسئلے یاد کر رکھے ہیں ہم بھول گئے" حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کو یقین و معرفت (علم حال) میں تابعین پر ایسی فضیلت حاصل تھی جیسے کہ سورج کو چراغ شب پر۔ صحابہ کرام کے یقین حال کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے جسے حکیم ترمذیؒ نے نوادر الاصول میں اور ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابیؓ سے پوچھا

"كيف اصبحت يا حارث؟ فقال اصبحت مؤمنا بالله حقا۔ قال انظر ما تقول يا حارث فان لكل شيء حقيقة فما حقيقة ايمانك۔ فقال عزفت نفسي و صرفتها عن الدنيا فاستوى عندي حجرها و ذهبها و فضتها و مدرها فاسهرت ليلي و اظمات نهاري حتى صرت كاني انظر الى عرش ربي بارزا و كاني انظر الى اهل الجنة يتزاورون فيها و كاني انظر الى اهل النار يتضاغون۔ و في رواية يتعادون۔"

[اے حارث! تم نے صبح کیسے کی؟ تو حارثؓ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے اللہ پر سچے ایمان کی حالت میں صبح کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو تو کیا کہہ رہا ہے!

اے حارثہؓ! بیشک ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ تو حارثہؓ نے جواب دیا، میں نے اپنے نفس سے علیحدگی اختیار کی اور اسے دنیا سے پھیر دیا، جس کے نتیجہ میں میری نظر میں اب دنیا کے پتھر، مٹی، سونا اور چاندی برابر ہو گئے ہیں۔ میں رات کو جاگتا ہوں اور دن میں پیاسا رہتا ہوں۔ میری یہ کیفیت ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش کو اپنے سامنے ظاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا میں جنت میں اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور اہل جہنم کو چلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔]

اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "عرفت فالزم" [تو جان گیا ہے اور اس پر جما رہ]

حضرت علیؓ سے منقول ہے "اگر جنت اور جہنم مجھے نظر بھی آ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو" حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں ان کی اہلیہ سے منقول ہے "ابوبکرؓ کو لوگوں پر فضیلت نماز اور روزہ کی کثرت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ دل کے یقین (معرفت) کی وجہ سے تھی" اسی یقین و معرفت کا نام علم حال (تصوف) ہے۔ یہ علم کتابیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ خواہشات نفسانی کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے "ہم نے تصوف کا علم قیل و قال کے ذریعے سے حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کے ترک کرنے سے حاصل کیا ہے۔" پس ثابت ہوا کہ علم قال اور علم حال کی ندیاں سرچشمہ علوم نبوت ہی سے نکلی ہیں۔

<u>دلیل نمبر2:۔</u> صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مجھ سے (دین کی باتیں) پوچھا کرو" لیکن حضرات صحابہ کرامؓ ہیبت نبویؐ کے غلبہ کی وجہ سے سوال نہ کر سکے۔ چنانچہ ایک اجنبی آدمی مجلس میں آئے، بیٹھ گئے اور پوچھا "ما الایمان" [ایمان کیا ہے؟] "ما الاسلام" [اسلام کیا ہے؟] "ما الاحسان" [احسان کیا ہے؟]

یہ سوالات و جوابات حدیث جبرئیلؑ میں معروف ہیں۔ مطلب یہ کہ غلبہ ہیبت کی وجہ سے

حضرات صحابہ کرامؓ کو سوالات کرنے کی جرأت بہت کم ہوتی تھی۔ تعلیم حقائق دینیہ کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو انسانی شکل میں بھیجا تاکہ وہ سوال کریں اور معلم کائنات ﷺ جواب میں گوہر افشانی فرمائیں اور اس انداز سے صحابہؓ کا دامن علمی جواہر پاروں سے بھرپور ہو۔ سوالات کے جوابات دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم" [یہ جبرئیلؑ آئے تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے] اس تعبیر میں یہ بات بتادی گئی کہ علوم دینیہ کا خلاصہ ان جوابات میں موجود ہے۔ پس تمام احادیث کے علوم تین حصوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں۔

- وہ احادیث جن میں دین کے اصول اور نظریات کی تعلیم ہے۔
- وہ احادیث جو اعمال ظاہرہ کی اصلاح سے متعلق ہیں۔
- وہ احادیث جو اصلاح باطن سے متعلق ہیں۔

حدیث جبرئیلؑ میں ان تینوں قسموں کا ذکر آگیا۔ "ما الایمان" میں اصلاح عقائد کا مضمون آگیا۔ "ما الاسلام" میں اعمال ظاہرہ کی اصلاح کا مضمون آگیا اور "ما الاحسان" میں اصلاح اخلاق کا مضمون آگیا چند جملوں میں پورے دین کا خلاصہ بیان کردینا پیغمبرانہ اعجاز ہے لہٰذا یہ حدیث "جوامع الکلم" میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت انتہائی جامعیت کی حامل تھی۔ آپؐ نے دین کے ان تینوں حصوں کی کماحقہ، تشریح اور اشاعت کی۔ صحابہ کرامؓ میں بھی جامعیت کی شان کافی حد تک تھی۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جامعیت میں کمی آتی گئی۔ اس لئے علماء امت نے دین کی حفاظت و خدمت کے لئے ان شعبوں کو تین مستقل علیحدہ علیحدہ علوم میں مدون کردیا۔

- صحیح عقائد کے سلسلہ میں کتاب و سنت میں جو ہدایات دی گئیں ان کی حفاظت و خدمت کے لئے "علم الکلام" مدون ہوا۔
- اعمال ظاہرہ کے متعلق جو راہنمائی کتاب و سنت نے کی ہے اسکی تشریح کیلئے "علم الفقہ" کو مدون کیا۔
- اصلاح باطن کے متعلق جو باتیں کتاب و سنت نے بتائی ہیں ان کی تفصیلات کے لئے علم

الاحسان' علم الاخلاق' علم التصوف مدون ہوا۔

✪ — ان علوم ثلاثہ میں کامل دسترس رکھنے والا ہی محقق اور کامل عالم دین کہلانے کا حقدار ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تینوں علوم "تفسیر علمی للامۃ" کے لئے مدون کئے گئے۔ یہ علوم قرآن و سنت سے کوئی الگ چیز یا ان کے خلاف کوئی چیز نہیں بلکہ کتاب و سنت کی روح اور ان کے ثمرات ہیں۔ شیخ زروقؒ اپنی کتاب "ایقاظ الہمم" میں لکھتے ہیں۔

"نسبۃ التصوف من الدین نسبۃ الروح الی الجسد" [تصوف کی نسبت دین کے ساتھ اسی طرح ہے جیسے روح کی نسبت جسم کے ساتھ]

✪ — حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں ملا حاجی محمد لاہوریؒ کو تحریر فرماتے ہیں....

"شریعت کے تین حصے ہیں علم' عمل' اخلاص۔ جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ جب شریعت متحقق ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے جو کہ تمام دنیاوی اور اخروی سعادتوں سے بالاتر ہے طریقت و حقیقت جن سے کہ صوفیاء ممتاز ہوتے ہیں دونوں شریعت کے تیسرے جزء یعنی اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں پس ان کی تحصیل صرف شریعت کی تکمیل کے لئے کی جاتی ہے۔

احوال و مواجید اور علوم و معارف جو اثناء راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں۔ ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا ہے۔ جو کہ سلوک کا آخری مقام ہے اس لئے طریقت و حقیقت کی منزلوں کو طے کرنے کا مقصد تحصیل اخلاص و احسان کے سوا کچھ نہیں ہے"

(جلد اول مکتوب سی و ششم)

✪ — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

"تصوف صوفیہ کے طریقہ عالیہ کا مشاہدہ حق کا حصول ہے "کانک تراہ" اور اس حضور کا نام انہوں نے "مشاہدہ بالقلب" رکھا ہے"

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص 39)

دلیل نمبر ۳ :— حدیث متواتر کی تعریف اور اس کے قطعی الثبوت ہونے کی دلیل میں اہل

اصول لکھتے ہیں:

"الخبر المتواتر ما یکون له طریق بلا عدد معین۔ تکون العادۃ قد احالت تواطؤهم علی الکذب" (نخبۃ الفکر)

حدیث متواتر وہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد نے ہر زمانہ میں اس کی روایت کی ہو کہ عقل سلیم اور انسانی عادات اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں کہ اتنے کثیر انسانوں نے غلط بیانی اور افتراء پردازی پر اتفاق کر لیا ہے اور یہ کسی سازش کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ قرن اول سے لے کر اس وقت تک بلا انقطاع اور بلا استثناء ہر دور اور ہر ملک کے کثیر التعداد مخلص مسلمانوں نے علم تصوف کو حاصل کیا۔ خود فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو پہنچایا۔ یہی دلیل علم تصوف کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

✪ — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"صحبتنا وتعلمنا آداب الطریقة والسلوک متصلة الی رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم بالسند الصحیح المستفیض المتصل"

"ہماری صحبت اور ہماری تعلیم جو آداب تصوف و سلوک سے تعلق رکھتی ہے وہ حضور ﷺ سے متصل صحیح اور جاری کے ذریعہ آتی ہے"

خلاصہ کلام:— صحابہ کرامؓ نے علم ظاہری و علم باطنی یعنی علم قال و علم حال رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور اس وقت سے امت میں ان علوم کی اشاعت و ترویج جاری و ساری ہے آج کے دور میں علم قال کو فقہ و شریعت اور علم حال کو تصوف یا طریقت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ دونوں علوم انسان کی اعلیٰ تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ جس طرح کنز، ہدایہ اور شرح وقایہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح ابونصر سراج کی "کتاب اللمع" ابوطالب مکی کی "قوت القلوب" امام غزالی کی "اربعین" شیخ سہروردی کے "عوارف المعارف" اور حضرت مجدد کے

"مکتوبات" پڑھنا ضروری ہیں۔ اگر درایت میں کمال حاصل کرنے کے لئے "عسقلانی" اور "قسطلانی" سے استفادہ ضروری ہے تو درایت میں کمال حاصل کرنے کے لئے جنید" و بایزید" سے فیضیاب ہونا ناگزیر ہے۔

تصوف مشاہیر امت کی نظر میں

✪ — شیخ ابو طالب مکی" قوت القلوب میں لکھتے ہیں۔ "هما علمان اصليان لا يستغني احدهما عن الآخر بمنزلة الاسلام والايمان مرتبط كل منهما بالآخر كالجسم والقلب لا ينفك احد من صاحبه"

[دونوں علوم اصلی ہیں ہر ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہیں بمنزلہ اسلام و ایمان کے۔ ہر ایک دوسرے کے ساتھ بندھا ہوا ہے جیسے جسم اور قلب کہ ان میں سے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا]

✪ — شیخ الاسلام زکریا انصاری" لکھتے ہیں۔ "الشريعة ظاهر الحقيقة والحقيقة باطن الشريعة وهما متلازمتان لا يتم احدهما الا بالآخر"

[شریعت حقیقت کا ظاہر ہے اور حقیقت شریعت کا باطن۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل نہیں ہوتی]

✪ — حضرت امام مالک بن انس" فرماتے ہیں۔ "من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق"

[جس نے (علم) فقہ حاصل کیا مگر (علم) تصوف حاصل نہ کیا اس نے فسق کیا۔ جس نے (علم) تصوف حاصل کیا مگر (علم) فقہ حاصل نہ کیا وہ زندیق ہوا۔ جس نے ان دونوں (علوم) کو جمع کیا پس وہ محقق ہوا]

✪ — علامہ شامی" فرماتے ہیں۔ "الطريقة والشريعة متلازمتان"

[طریقت و شریعت دونوں لازم و ملزوم ہیں]

✪ — اکبر الہ آبادی مرحوم نے شریعت و طریقت کے حوالے سے چند خوبصورت اشعار پیش کئے ہیں۔

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
شریعت وضو ہے طریقت نماز
شریعت در محفل مصطفیٰ ﷺ
طریقت عروج دنیٰ مصطفیٰ ﷺ
شریعت میں ہے صورت حج بدر
طریقت میں ہے معنی شق صدر
شریعت میں ہے تکمیل و قتال حبیبؐ
طریقت تھا حسن و جمال حبیبؐ
نبوت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ
عبث ہے یہ صوفی و ملا کی جنگ

پس ثابت ہوا کہ علم تصوف کوئی عجمی چیز نہیں بلکہ خالص کی اور مدنی چیز ہے۔ البتہ جاہل صوفیاء کی وہ باتیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں یقیناً رد کی جائیں گی۔

✪ — امام ابو القاسم قشیریؒ فرماتے ہیں۔ "کل شریعة غیر مؤیدة بالحقیقة فغیر مقبول و کل حقیقة غیر مقیدة بالشریعة فغیر محصول"

[شریعت کی ہر وہ بات جس کی تائید حقیقت سے نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور حقیقت کی ہر وہ بات جو شریعت کی قیود میں نہ ہو وہ عمل کرنے کے قابل نہیں ہے]

✪ — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ "کل طریقة ردته الشریعة فهو زندقة والحاد"

[طریقت کی ہر وہ بات جسے شریعت رد کرے زندقہ اور کفر ہے]

✪ — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

"ہمارے مشائخ شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی مانند وجد و حال کے جوز و مویز کے بدلے نہیں دیتے۔ نص سے فص کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ فتوحات مدنیہ سے فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے۔"

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو تقلید سنت سے الگ ہو کر اختیار کئے جائیں معتبر نہیں ہیں' اس لئے کہ جوگی اور ہندوستان کے براہمہ اور یونان کے فلاسفہ بھی ان کو اختیار کرتے ہیں اور یہ ریاضتیں ان کی گمراہی میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہیں کرتی ہیں۔"

(جلد اول مکتوب دو صد و بست و کیم)

✪ ــــ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض جہلاء جو کہہ دیتے ہیں شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے نزدیک مقبول نہیں۔ صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ قلب کا حال مثل آئینے کے ہے۔ آئینہ زنگ آلودہ ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے لیکن فرق نجاست و طہارت کا ہے۔ ولی اللہ کو پہچاننے کے لئے اتباع سنت کسوٹی ہے۔ جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ہودہ ہے۔ خرق عادات تو دجال سے بھی ہوں گے"

(رجوم المذنبین ص129)

لہٰذا سالک کو چاہئے کہ علم تصوف ان حضرات سے سیکھے جن کا علم و عمل اور قال و حال کتاب و سنت کے عین مطابق ہو۔ جاہل و بے عمل صوفیاء کی بے ہودہ باتوں پر ہرگز ہرگز فریفتہ نہ ہو۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ "خذ ما صفا و دع ما کدر" [جو صاف ہو وہ لے لو اور جو میلا ہو وہ چھوڑ دو]

باب 2

تصوف کیا ہے؟

مشائخ نے اس سوال کے کئی جوابات دیئے ہیں ابراہیم بن مولد رقیؒ نے اپنی کتاب میں اس کے ایک سو سے زائد جوابات جمع کئے ہیں۔ اختصاراً چند ایک نقل کئے جاتے ہیں۔

1) ۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے استاد حضرت محمد بن علی القصابؒ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا تصوف ان کریمانہ اخلاق کا نام ہے جو کسی کریم زمانہ میں کسی کریم شخص سے شریف لوگوں کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔

2)۔۔۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ تو مخلوق سے منہ موڑ لے، اللہ سے رشتہ جوڑ لے۔

3)۔۔۔ حضرت رویمؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اللہ کے ساتھ اس طرح چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔

4)۔۔۔ حضرت سنونؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ نہ تو کسی چیز کا مالک ہو، اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک ہو۔

5)۔۔۔ حضرت ابو محمد جریریؒ نے فرمایا:

تصوف نام ہے ہر قسم کے اچھے اخلاق کے اندر داخل ہونے کا اور ہر قسم کے گھٹیا اخلاق کے باہر نکل جانے کا۔

6)۔۔۔ حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ بندہ ہر لمحہ ایسے عمل میں مشغول ہو جو اس لمحہ کیلئے زیادہ مناسب ہو۔

7)۔۔۔ حضرت محمد بن علی بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا:

تصوف اچھے اخلاق کا دوسرا نام ہے جو اچھے اخلاق میں تجھ سے زیادہ ہے وہ تصوف میں زیادہ ہے۔

8)۔۔۔ حضرت مرتعشؒ نے فرمایا:

تصوف اچھے اخلاق کا مجموعہ ہے۔

9)۔۔۔ حضرت ابو علی قزوینیؒ نے فرمایا:

تصوف ایسے اخلاق کو کہتے ہیں جن سے رب راضی ہو۔

10)۔۔۔ حضرت ابو الحسن نوریؒ نے فرمایا:

تصوف علم و فن و رسم نہیں مجموعہ اخلاق کا نام ہے۔

11)۔۔۔ حضرت احمد خضرویہؒ نے فرمایا:

تصوف باطن کی گندگی اور کدورتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کا نام ہے۔

12)۔۔۔ حضرت محمد بن احمد المقریؒ نے فرمایا:

تصوف اپنے احوال کو حق پر قائم رکھنے کا نام ہے۔

13)۔۔۔ حضرت ابو حفص نیشاپوریؒ نے فرمایا:

تصوف آداب ہی آداب ہے ہر وقت کا ادب، ہر جگہ کا ادب، ہر حال کا ادب ہے۔

14)۔۔۔ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا:

تصوف ہر چیز کی حقیقت جاننے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوس ہونے کا نام ہے۔

15)۔۔۔ حضرت ابو الحسن پوشنجؒ نے فرمایا:

ایک وقت تھا کہ تصوف حقیقت تھی بے نام آج نام ہے بے حقیقت۔

16)۔۔۔ حضرت ابو عمر بغدادیؒ نے فرمایا:

تصوف درگزر کو اختیار کرنا، اچھے کاموں کا عمل اور جاہلوں سے اعراض کرنا ہے۔

17)۔۔۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ اجمالی معلوم تفصیلی ہو جائے اور استدلالی معلوم کشفی ہو جائے۔

18)۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا:

تصوف شریعت پر اخلاص سے عمل کرنے کا نام ہے۔

19)۔۔۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

تصوف اپنے کو مٹا دینے کا نام ہے۔

20)۔۔۔ حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ نے فرمایا:

تصوف کی ابتداء ہے "انما الاعمال بالنیات" [یعنی اعمال کا دارومدار نیت پر ہے] اور تصوف کی انتہا "ان تعبد الله کانک تراه" ہے۔ [یہ کہ تو اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے]

21)۔۔۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا:

تصوف یہ ہے کہ اللہ کو عبادت سے، رسول اللہ ﷺ کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو خدمت سے راضی کرو۔

خلاصہ کلام:۔ انسانی زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا اپنا کام ہے۔ رب کائنات نے حضرت انسان کو کہیں "جاعل فی الارض خلیفة" سے خطاب کیا۔ کہیں "ولقد کرمنا" کا تاج پہنایا اور کہیں "فضلنا" کا ہار گلے میں ڈال کر عزت افزائی کی۔ انسان کو چاہئے کہ "الست بربکم" کے میثاق کو پیش نظر رکھتے ہوئے "وتبتل الیہ تبتیلا" کے راستے پر چلے اور "الی ربک منتہاھا" کی منزل پر پہنچ کر دم لے۔

کسی بھی گاڑی کو منزل پر پہنچنے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو سڑک ٹھیک ہو، دوسرا گاڑی میں پٹرول بھرا ہوا ہو۔ اگر سڑک ٹھیک نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ اگر پٹرول نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں پس انسان کی مثال گاڑی

کی سی ہے۔ شریعت کی مثال راستے کی سی اور طریقت کی مثال پہیوں کی سی ہے۔ انسان اگر وصول الی اللہ کی منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے شریعت کے راستے اور طریقت کے پہیوں کی ضرورت پڑے گی لہٰذا جو لوگ شریعت و طریقت میں سے کسی ایک چیز کے بھی منکر ہیں وہ اپنی گاڑی کو راستے ہی میں رکا ہوا پائیں گے۔ کامیاب زندگی یہ ہے کہ انسان "ففروا الی اللہ" کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے "تخلقوا باخلاق اللہ" کے مطابق اخلاق خداوندی سے متخلق اور اوصاف محمدی سے متحلی ہو کر زندگی گزارے تاکہ "انابوا الی اللہ" کی جماعت میں شامل ہو کر "لھم البشریٰ" کی بشارت اور "ورضوان من اللہ اکبر" کی منزل پر پہنچے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔

✪ ـــ فقراء ان لوگوں کو کہتے ہیں جن میں فقر ہو اور عباد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو عبادت گزار ہوں۔ چونکہ یہ دونوں لفظ اپنے موصوف کی صفت کی طرف اشارہ کرتے تھے لہٰذا سلف صالحین اپنی باطنی صفات و مقامات پر نام پکارے جانے میں ریاکاری سے ڈرتے تھے طبیعت کا انشراح اور ادب کا تقاضا یہی تھا کہ عبادت ظاہرہ پر نام پکارا جائے ظاہراً ان حضرات میں قدر مشترک صوف کا لباس تھا جسے یہ سنت سمجھ کر پہنتے تھے دو احادیث درج ذیل ہیں۔

1ـــ شیخ ابو زرعہ طاہر بن محمد بن طاہر نے اپنے مشائخ کی اسناد کے حوالے سے حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث بیان کی ہے۔

"كان النبي صلى الله عليه وسلم يلبس الصوف ويركب الحمار" (نبی اکرم ﷺ اون کا لباس پہنتے اور گدھے کی سواری کرتے تھے)

2ـــ حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"علیکم بلبس الصوف تجدون حلاوۃ فی قلوبکم"

(تم اون کا لباس پہنو ایمان کی حلاوت اپنے دلوں میں پاؤ گے)

✪ ـــ چونکہ صوف کا لباس اکثر و بیشتر انبیاء علیہم السلام کی علامت اور اولیاء و اصفیاء کا شعار تھا لہٰذا انہیں ظاہری لباس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ پس صوفی ایک مجمل اور عام نام ہوا جو ان کے تمام علوم، اعمال، اخلاق اور تمام شریف اور قابل ستائش احوال کی خبر دیتا ہے۔

حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص اصحاب کا قرآن مجید میں ذکر کیا تو انہیں ان کے ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا۔ "اذ قال الحواریون" (جب حواریوں نے کہا) یہ لوگ سفید لباس پہنا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی طرف منسوب کر دیا اور جن علوم و احوال سے یہ موصوف تھے ان میں سے کسی نوع کی طرف منسوب نہیں کیا۔ میرے نزدیک صوفیہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔"

(کتاب اللمع فی التصوف ص155)

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صوفی کا لفظ صوف سے مشتق ہے یہی قول اقویٰ ہے۔ شیخ ابوبکر ابراہیم بخاری اللہ باذی نے اپنی کتاب "التعارف لمذہب التصوف" میں نحوی تحقیق کے حوالے سے اس بات کو ثابت کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1) بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صَفا" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی کا مقصود صفائی باطن کا حاصل کرنا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صَفائی" ہونا چاہیے تھا۔

2)۔۔۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صَف" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اگلی صفوں میں ہوں گے اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صَفّی" ہونا چاہیے تھا۔

3)۔۔۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صُفّہ" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ اصحاب صُفہ کی یادگار ہیں اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صُفّی" ہونا چاہیے تھا۔

4)۔۔۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ "صوفی" کا لفظ "صُوف" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ صوف کا لباس پہنتے تھے اگر ایسا ہے تو یہ لفظ صوفی ہی ہونا چاہیے تھا معلوم ہوا کہ صوفی کا لفظ مشتق "صوف" سے ہے مقصود اس کا "صفا" ہے نسبت ان کے اصحاب "صُفّہ" سے ہے اور قیامت کے دن اس کا مقام "صَف" اول ہوگا۔

✪۔۔۔ صوفی کے لفظ کی نسبت صوف (پشمینہ) سے ہونے میں کئی حکمتیں بھی ہیں۔

1)۔۔۔ پشمینہ نرم ہوتا ہے پس صوفی وہ شخص ہے جو دل کو نرم بنانے کے لئے محنت کر رہا ہو۔

2)۔۔۔ پشمینہ سفید ہوتا ہے پس صوفی وہ شخص ہے جو اپنے دل کو صوف کی طرح سفید کرنے کے لئے محنت کر رہا ہو۔

3)۔۔۔ پشمینہ کسی رنگ کو جلدی قبول نہیں کرتا۔ پس صوفی وہ شخص ہے جو "صبغۃ اللہ" اللہ کے رنگ میں ایسا رنگا جا چکا ہو کہ اب ماسوا کا رنگ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

صوفی کے عنوان سے متعلق چند مشہور سوالات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر1:۔ صوفی کا لفظ جن الفاظ سے ماخوذ ہے کیا ان کا ذکر قرآن و حدیث میں کہیں ملتا ہے؟

جواب:۔ جی ہاں! صوفی کا لفظ جن الفاظ سے ماخوذ ہے ان کا تذکرہ قرآن و حدیث میں موجود ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

1)۔۔۔ ایک قول کے مطابق صوفی کا لفظ صف سے ماخوذ ہے تو قرآن پاک میں ہے۔

"ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص"

[بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اللہ کے راستہ میں صفیں باندھ کر جہاد کرتے ہیں یوں لگتا ہے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں] ۔

2)۔۔۔ دوسرے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صفا سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک میں ہے۔

"عن ابی جحیفۃ" قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متغیراللون فقال ذھب صفوالدنیا وبقی کدرھا فالموت الیوم تحفۃ لکل مسلم" (رسالہ قشیریہ)

[حضرت ابوجحیفہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہم پر نکلے آپکا رنگ متغیر تھا آپ نے فرمایا کہ دنیا کی صفائی چلی گئی اور میل کچیل رہ گئی پس آج تو موت ہر مسلمان کیلئے تحفہ ہے]

3)۔۔۔ تیسرے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صفہ سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک میں ہے۔

"عن ابن عباس" وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفۃ فرای فقرھم وجھدھم وطیب قلوبھم فقال ابشروا یا اصحاب الصفۃ فمن بقی من امتی علی النعت الذی انتم علیہ راضیا بمافیہ فانہ من رفقائی فی الجنۃ" (کشف المحجوب)

[حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اصحاب صفہ پر تشریف لائے۔ آپ نے انکے فقر اور مشقت کو محسوس کیا تو فرمایا خوش ہو جاؤ اہل صفہ

لیکن جو شخص میری امت سے تمہاری روش پر رہتا پسند کرے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔

4۔ چوتھے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صوف سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک ہے۔

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبس الصوف ویرکب الحمار" [نبی اکرم صوف کا لباس پہنتے اور گدھے کی سواری کرتے تھے]

سوال نمبر2 :- لفظ صوفی کی کوئی اہمیت ہوتی تو قرآن و حدیث میں کہیں وہاں موجود ہوتا۔

جواب :- کسی لفظ کا کہیں بھی قرآن و حدیث میں موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ لفظ غیر اہم یا غیر اسلامی ہے۔ مثال کے طور پر متکلمین کا لفظ قرآن و حدیث میں کہیں بھی نہیں موجود نہیں تو کیا علم کلام غیر اسلامی ہو گیا۔ اس کے بغیر تو اسلامی عقائد بھی ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ اسی طرح نحو کا لفظ قرآن و حدیث میں موجود نہیں تو کیا علم النحو فضول اور غیر اہم ہے اس کے بغیر تو قرآن و حدیث کو سمجھنا بھی ممکن نہیں۔

سوال نمبر3 :- صحابہ کرامؓ کے دور میں تو کسی کو صوفی نہیں کہا جاتا تھا۔

جواب :- رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے کی ایک خاص عظمت اور خصوصیت تھی۔ جسے یہ نعمت نصیب ہو گئی اس پر کوئی اور نام چسپاں کرنا گستاخی تھی صحابہ کرامؓ تو نسبت اور صحبت کی وجہ سے زاہدوں، عابدوں، متوکلوں، صابروں، اطاعت گزاروں اور فقراء کے پیشوا ہیں تمام احوال میں سے بہترین اور بزرگ ترین حال ان کو نصیب تھا۔ اب انہیں کسی اور فضیلت کی وجہ سے فضیلت دینا بیکار ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم"

[بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو ان کے بعد آئیں گے۔ اسی طرح پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے]

پس ساری دنیا کی سعادتیں اور بھلائیاں مل کر بھی صحبت رسول ﷺ کا قائم البدل نہیں ہو سکتیں۔ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ سیدنا امیر معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ؟ تو امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ سیدنا امیر معاویہؓ جب نبی علیہ السلام کی معیت میں جہاد پر نکلے تو ان کے گھوڑے کی ناک میں جو مٹی گئی وہ مٹی بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے اس لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ ساری دنیا کے اتقیاء، اصفیاء اور اولیاء مل کر بھی کسی ادنیٰ صحابیؓ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

پس جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی وہ خوش نصیب حضرت صحابیؓ کہلائے، جنہوں نے صحابہؓ کی صحبت پائی وہ تابعین کہلائے اور جنہوں نے تابعین کی صحبت پائی وہ تبع تابعین کہلائے یہ تینوں نسبتیں مندرجہ بالا فرمان نبوی ﷺ کی بنا پر خیر کی غمازی کرتی تھیں۔ لہذا ہر شخص اس نسبت کے ساتھ پکارا جانا اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ پس صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد امت کے مشائخ صوفیا کے نام سے مشہور ہوئے حضرت امام قشیریؒ کی تحقیق کے مطابق یہ لفظ دوسری صدی ہجری سے پہلے زبان زد عام تھا۔

سوال نمبر4 :۔ صوفی کا لفظ سب سے پہلے کب استعمال ہوا؟ سنا ہے کہ یہ اہل بغداد کی ایجاد ہے؟

جواب :۔ حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ نے تاریخ مکہ کے حوالے سے محمد بن اسحاق بن یسارؒ اور دیگر لوگوں کی روایت سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ "اسلام سے پہلے ایک بار مکہ خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا دور دراز سے ایک صوفی آتا اور بیت اللہ کا طواف کرکے واپس چلا جاتا"

تاریخ کے اس حوالے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ نام اہل عرب کو اسلام سے پہلے بھی معلوم تھا صاحب فضیلت اور صالح لوگ اسی نام سے موصوف ہوتے تھے" واللہ اعلم"

حضرت حسن بصریؒ جنہوں نے اٹھارہ بدری صحابہؓ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے باطنی فیضان پایا۔ ان کے وقت میں صوفی کے لفظ کا مستعمل ہونا تحقیقی امر

جیسے حضرت ابو نصر سراج طوسیؒ فرماتے ہیں۔

"لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ نام بغدادیوں نے گھڑ لیا ہے غلط ہے۔ چونکہ یہ نام تو حسن بصریؒ کے عہد میں بھی مستعمل تھا۔ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ میں نے طواف کے دوران ایک صوفی کو دیکھا اور اسے کچھ دینا چاہا تو اس نے نہیں لیا اور کہنے لگا میرے پاس چار دانق ہیں اور کافی ہیں۔" (کتاب اللمع فی التصوف ص 165)

معلوم ہوا کہ صوفی کا لفظ تابعین کے دور میں احیاناً استعمال ہوتا تھا تبع تابعین کے دور میں نسبتاً زیادہ استعمال ہونے لگا اور اس کے بعد دوسری صدی ہجری سے پہلے زبان زد عام ہو گیا۔ امام سفیان ثوریؒ اپنے وقت کے ایک شیخ کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ایک شیخ ابو حمزہ بغدادیؒ کو صوفی کہتے تھے۔

صوفی کون ہوتا ہے...؟

- حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد عبدالواحد بن زیدؒ سے پوچھا گیا صوفیاء کون ہوتے ہیں؟ فرمایا جو اپنی عقلوں کے ذریعے اپنے ارادوں پر قائم ہوتے ہیں اور اپنے دلوں سے ان پر ڈٹے رہتے ہیں اور اپنے نفس کے شر سے بچنے کی خاطر اپنے آقا کو مضبوط پکڑے رہتے ہیں۔
- حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

  "صوفی وہ ہے جسے جستجو تھکا نہ سکے اور محرومیت کی وجہ سے بے چین نہ ہو۔"
- حضرت ابو محمد رویمؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

  "جس کا ارادہ اس کی تقدیر کے موافق ہو۔"
- کسی عارف نے اسی سوال کا جواب دیا:

صوفی آن باشد کہ صافی شود از کدر پر شود از فکر
در قرب خدا منقطع شود از بشر یکسان شود در چشم او خاک و زر

"صوفی وہ ہوتا ہے جو کدورت سے صاف ہو، فکر سے پر ہو، خدا کے قرب میں مخلوق سے دور ہو اور اس کی نگاہ میں سونا اور مٹی برابر ہو۔"

✪ ـــــ حضرت شبلیؒ نے فرمایا:

"صوفی وہ ہے جو مخلوق سے کٹے اور اللہ سے جڑے۔"

خلاصۂ کلام:۔ پس صوفی وہ ہوتا ہے جس کو جانوروں کی آواز، ہر ایک سوز و ساز، چڑیوں کی چہک، پھولوں کی مہک، سبزے کی لہک، جواہرات کی دمک، سورج کی چمک، ماہ و سمک، درختوں کے رنگ، شیشہ و سنگ، چھری کی سختی، خوشحالی و بدبختی، زمین کی نرمی، آتش کی گرمی، دریا کی روانی، کواکب آسمانی، پہاڑوں کے ابھار، بیابان و مرغزار، خزاں و بہار، غرض ہر چیز ایک ہی مہستی کی یاد دلائے۔ اللہ اللہ اللہ

باب ۴

بیعت طریقت کا شرعی ثبوت

آج امت مسلمہ کی زبوں حالی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جھوٹ سچ سے اور کھوٹا کھرے سے بالکل پیوست نظر آتا ہے۔

ع　ناطقہ　سربگریباں　ہے　اسے　کیا　کہئے

جس طرح علم ظاہر کے حامل علمائے حق کی صفوں میں علمائے سوء داخل ہو چکے ہیں اسی طرح علم باطن کے حامل مشائخ حق پرست کے بھیس میں نفس پرست لوگ شامل ہو چکے ہیں۔ عوام الناس کی روحانی اور باطنی تنزلی کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ ایک طبقے نے بیعت طریقت کو لازم قرار دے کر فرائض کے ترک کرنے اور شریعت و طریقت کو الگ الگ ثابت کرنے کا بہانہ بنالیا۔ "ضلوا فاضلوا" [خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا]

دوسرے طبقے نے بیعت طریقت کو بدعت و گمراہی سمجھ کر اس کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ "و یا اسفی"

ان حالات میں اہل حق کیلئے افراط و تفریط کے شکار ان دونوں طبقوں سے چومکھی لڑائی لڑنے کے سوا چارہ نہیں۔ کہ احکام شریعت کو نکھار کر پیش کیا جائے اور حق و باطل کی حد فاصل کو واضح کیا جائے۔ درج ذیل میں بیعت طریقت کی شرعی حیثیت کو پیش کیا جاتا ہے۔

بیعت کی تعریف :۔ شریعت کی کسی بات کیلئے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس کام کو سرانجام دیں گے۔ خواہ پوری شریعت کا عہد لیا جائے یا کسی خاص بات کا عہد لیا جائے۔ اس کو بیعت کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس امر کو بیعت سے موقع پر

سرانجام دیا۔ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے چار طرح کی بیعت کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1)۔۔۔ بیعت اسلام:۔۔ جب کوئی دین اسلام میں داخل ہونا چاہتا اور کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہتا تو نبی اکرم ﷺ ہی سے بیعت لیتے تھے۔ روایات سے ثابت ہے کہ ہجرت سے قبل حج کے موقع پر مدینہ طیبہ کے لوگ حاضر خدمت ہو کر بیعت ہوئے۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتب میں موجود ہے۔

2)۔۔۔ بیعت جہاد:۔۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت صحابہ کرامؓ سے عہد لیا تھا کہ اگر دشمن سے مقابلے کی نوبت آگئی تو بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" (الفتح آیت 18)

[بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے]

✪ حضرت سلمہؓ بن اکوع اس بیعت میں شریک تھے ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے درخت (سمرہ) کے نیچے کس بات پر بیعت کی تھی فرمایا "علی الموت" یعنی ہم مر جائیں گے بھاگیں گے نہیں۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ ارشاد ہوا۔

"ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم" (الفتح آیت 10)

[جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے]

✪۔۔ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے اشعار پڑھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجھاد مابقینا ابدا

[ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے جہاد کرنے پر جب تک زندہ رہیں گے] مندرجہ بالا شعر میں اس بیعت جہاد کی طرف اشارہ ہے۔

3)۔۔۔ بیعت ہجرت :۔ حارث بن زیاد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں یوم خندق میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ لوگوں سے ہجرت پر بیعت لے رہے تھے۔ میرا گمان ہوا کہ یہ لوگ بیعت کیلئے بلائے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے بھی ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا! یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے چچیرے بھائی حوط بن یزید ہیں یا یزید بن حوط۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں تم لوگوں سے بیعت نہیں لیتا۔ لوگ تو تمہاری طرف ہجرت کر کے آتے ہیں تم لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نہ جاؤ گے۔۔۔ الی آخرہ۔ اس کو احمدؒ ابو نعیم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

4)۔۔۔ بیعت توبہ (بیعت طریقت) :۔ امت کی تعلیم کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات صحابہ کرامؓ سے بعض گناہوں کے نہ کرنے پر بیعت لی۔
امام بخاری و مسلم نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی ہے۔

"عن عبادةؓ بن صامتؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وحوله عصابة من اصحابه بايعوني على ان لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادكم ولا تاتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم وارجلكم ولا تعصوا في معروف فمن وفى منكم فاجره على الله ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله عليه فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه على ذلك"

(متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری بیعت کرو۔ "وحوله عصابة من اصحابه" [اور ان کے گرد صحابہؓ کی ایک جماعت تھی] یہاں اصحاب کا لفظ اس بات کی نشان دہی

کر رہا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو بیعت اسلام سے پہلے ہی مشرف ہو چکے تھے ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔ رحمۃ للعالمین کی نظر رحمت نے ان کو روحانیت کی ان بلندیوں تک پہنچا دیا تھا کہ امت کے اولیاء ان کے مرتبہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ان صحابہ کرام سے بیعت تو لی گئی۔ یہاں پر ذہن میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے جوابات قلمبند کیے جاتے ہیں۔

سوال نمبر1:۔ صحابہ کرامؓ کو ایمان کی ان بلندیوں پر پہنچنے کے بعد پھر اس بیعت کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ ایک تو یہ امت کی تعلیم کے لئے تھی اور دوسرے گناہوں سے بچنے کے لئے بیعت تو یہ تھی روایت کے الفاظ میں "ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم" نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اولاد کو قتل کرو گے" پس ثابت ہوا کہ کبائر سے اجتناب کے لئے بیعت تھی۔

سوال نمبر2:۔ صحابہ کرامؓ کو اس بیعت کا کیا فائدہ تھا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کا امیدوار بننا تھا۔ چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں "فمن وفی منکم فاجرہ علی اللہ" [جو کوئی تم میں سے اس عہد پر قائم رہا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے]

سوال نمبر3:۔ کبائر سے بچنا تو ایمان والوں کے لئے کلمہ پڑھ لینے کے بعد ویسے ہی ضروری تھا تو بیعت کے ذریعے اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ان گناہوں سے بچنے کا عہد ایک فالتو عمل نظر آتا ہے؟

جواب:۔ قرآن پاک میں سورۃ الممتحنہ میں صحابیاتؓ سے بھی اس طرح کی بیعت کا تذکرہ ہے وہاں نبی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ "فبایعھن واستغفرلھن اللہ" "آپ انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے" معلوم ہوا کہ ان گناہوں سے توبہ تو وہ لوگ گھر بیٹھ کر تنہائی میں بھی کر سکتے تھے۔ مگر نبی علیہ السلام سے بیعت کرنے میں ایک بے بدل فائدہ یہ تھا

کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بھی ان حضرات کے بارے میں استغفار کے کلمات ادا ہوتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ "واللہ غفور رحیم"۔ [اور اللہ غفور ورحیم ہے] بھی مغفرت اور رحمت کی بارش ہو جاتی۔

قرآن پاک میں بھی اسی عنوان سے متعلقہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما"

اس آیت کریمہ میں "فاستغفروا اللہ" [تو اللہ سے استغفار کرتے] کے ساتھ "واستغفرلھم الرسول" [اور ان کے لئے رسول اللہ ﷺ بھی استغفار کرتے] بھی ہے اور آخر میں فرمایا گیا" لوجدوا اللہ توابا رحیما" [تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا] نتیجہ یہ نکلا کہ نبی علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنے کا یہ فائدہ تھا کہ نبی رحمت ﷺ بھی ان کی مغفرت کے لئے استغفار کریں اور اس کی برکت سے ان کے گناہوں کی بخشش کر دی جائے۔ اسی بیعت توبہ کا نام آج بیعت طریقت ہے۔

سوال نمبر4:۔ اس بیعت توبہ کے بارے میں اور بھی روایات ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ اس طرح کی کئی احادیث موجود ہیں۔ مسلم شریف میں حضرت عوفؓ بن مالک اشجعی سے ایک روایت ہے اور ابن ماجہ میں بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے چند غریب مہاجرین سے بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہ کریں گے۔ ایک روایت میں حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے بیعت لی کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کریں گے۔ ایک روایت میں انصاری عورتوں سے بیعت لی کہ وہ میت پر بین نہیں کیا کریں گی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کیا کرتے تھے۔

سوال نمبر5:۔ اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے کئی طرح کی بیعتیں ثابت ہیں مگر صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بیعت خلافت اور بیعت جہاد کے سوا اور کسی بیعت کا ثبوت نہیں ملتا؟

جواب: اس کا الزامی جواب تو بہت آسان ہے کہ جب ایک فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو کسی اور سے نقل کرنے کی کیا ضرورت ہے تاہم تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت سیدنا علیؓ سے ثابت ہے اسی لئے تمام اہلِ طریقت حضرات کے پاس مستند شجرۂ سلسلہ موجود ہے خلفائے راشدین جب بیعت خلافت لیتے تھے۔ تو اسی میں بیعت توبہ شامل ہوتی تھی۔ خلیفۂ وقت کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ اس لئے بیعت نہ لیتے تھے کہ کہیں بیعت خلافت میں شبہ نہ پڑجائے اور فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ فقط صحبت پر اکتفا ہوتا تھا جب خلفائے راشدین کا دور ختم ہوا اور خلافت کا معاملہ امور مملکت کے انتظام و انصرام اور نظم و نسق تک سمٹ کر رہ گیا تو سلف صالحین نے بیعت توبہ (بیعت طریقت) والی سنت کو زندہ کیا۔ الحمد للہ آج بھی یہ سنت امت میں جاری و ساری ہے۔

سوال نمبر6: بیعت توبہ کا حکم کیا ہے یہ فرض ہے یا واجب ہے؟

جواب: نہ یہ فرض ہے نہ واجب ہے بلکہ سنت عمل ہے یہ الگ بات ہے کہ اس سنت پر عمل کرنے سے فرائض زندہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر7: اگر کوئی آدمی یہ بیعت نہ کرے تو کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس سنت کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

"من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجرمائة شهيد"

[جس نے فسادات کے وقت میں میری ایک سنت پر عمل کیا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہوگا]

سوال نمبر8: کیا ہر عالم اور صوفی یہ بیعت لے سکتا ہے؟

جواب: جس طرح نبی اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو خلافت سپرد فرمائی۔ اور باطنی نعمت بھی منتقل فرمائی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

"ماصب الله فی صدری الا و قد صببته فی صدر ابی بکر"

[اللہ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا میں نے اسے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا]

اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ سلسلہ آگے چلا اور آج تک اولیائے امت میں یہ نعمت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے پس بیعت صرف وہ شخص لے سکتا ہے جس نے کسی ولی اللہ کی صحبت میں رہ کر نعمت باطنی حاصل کی ہو اور ان بزرگوں نے انہیں اس کام پر مامور کیا ہو۔ جو آدمی از خود بیعت لینا شروع کر دے اس کی مثال "ٹھیکے کے آم" کی سی ہے جس کے نسب کا پتہ نہیں ہوتا۔ پس ایسے شخص سے بیعت نہ کرنی چاہئے۔

سوال نمبر9:۔ کیا کوئی عورت بھی یہ بیعت لے سکتی ہے؟

جواب:۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عورت ولایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچ سکتی ہے مگر شریعت نے رشد و ہدایت کے منصب کی ذمہ داریاں ان کے نازک کندھوں پر نہیں ڈالیں اس لئے کبھی کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ کیونکہ اسے نبیوں کی ماں ہونے کا شرف نصیب ہے اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کا بوجھ مردوں کے کندھوں پر رکھا اس لئے انبیاءؑ کی وراثت بھی مردوں ہی کے سپرد کی گئی۔ پس کوئی بھی عورت بیعت نہیں لے سکتی۔

سوال نمبر10:۔ کیا بیعت کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلمات پڑھنا ضروری ہے؟

جواب:۔ ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلمات پڑھنا سنت ہے اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ اگر لوگ بہت زیادہ ہوں تو چادر بچھا کر سب اسے پکڑ لیں۔ یہ بھی عمل نبوی ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت پتھر چھونا تھا۔ چھونے کی سعادت حاصل کرنے والے زیادہ تھے تو نبی علیہ السلام نے اسے اپنی چادر میں رکھ دیا اور سب لوگوں نے چادر پکڑ کر حجر اسود کو اٹھایا۔ اگر مجمع اس سے بھی زیادہ ہو تو فقط کلمات پڑھا کر نیت کرکے بیعت لی جاسکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے مجاہدین سے اسی طرح جہاد پر بیعت لی۔

سوال نمبر11:۔ کیا عورتیں بھی ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کریں؟

جواب:۔ ہرگز نہیں۔ نبی علیہ السلام کی عادت شریفہ تھی کہ عورتوں کو پردے میں بغیر ہاتھ مس کئے بیعت فرماتے تھے ایک روایت میں ہے۔

"عن عائشۃ قالت ما مس رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بید امراة قط الا ان یاخذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطته قال اذھبی فقد بایعتک"

[حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ بوقت بیعت رسول اکرمؐ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا بلکہ ایک کپڑا پکڑوا دیتے اور وعظ و تلقین کے بعد ارشاد فرماتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہو گئی۔]

سوال نمبر12 :۔ بچوں کی بیعت کا کیا جواز ہے؟

جواب :۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کو بیعت کے لئے لایا گیا۔ عمر سات آٹھ سال ہو گی۔ پس نبی اکرم ﷺ ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مسکرائے اور پھر بیعت کی۔

سوال نمبر13 :۔ کیا غائبانہ بھی بیعت کی جا سکتی ہے؟

جواب :۔ جی ہاں۔ جس طرح نبی علیہ السلام نے صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ تو اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کو بھی غائبانہ بیعت میں شامل کیا۔ حالانکہ وہ تو اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ لہٰذا غائبانہ بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔

سوال نمبر14 :۔ کیا خط کے ذریعے یا ٹیلی فون پر بیعت کی جا سکتی ہے؟

جواب :۔ جی ہاں۔ جب غائبانہ بیعت ثابت ہے تو خط کے ذریعے بیعت اسی میں شامل ہے ٹیلی فون کے ذریعے بیعت تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

سوال نمبر15 :۔ کیا ایک وقت میں کئی حضرات سے بیعت کی جا سکتی ہے؟

جواب :۔ نہیں۔ ایک وقت میں ایک ہی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہئے۔ جگہ جگہ بیعت کرنے والے کی مثال چمچے کی مانند ہے۔ جو طرح طرح کے کھانوں میں ڈوبا رہتا ہے۔ مگر ذائقے سے محروم رہتا ہے۔

ہم ایک دست گیر تھام گیر

سوال نمبر16 :۔ کیا ایک شیخ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شیخ سے بیعت کرنا ضروری ہے؟

جواب :۔ جی ہاں۔ اگر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا حصول نہیں ہوا تو تجدید بیعت ضروری

ہے۔ مثلاً ایک طالب علم کسی قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھ رہا ہو اور وہ قاری صاحب فوت ہو جائیں تو طالب علم قرآن پاک پڑھنا بند نہیں کرتا بلکہ کسی دوسرے استاد سے پڑھتا اور قرآن پاک کا مکمل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ البتہ جن حضرات کو نسبت کے حصول کی بشارت مل چکی ہو انہیں تجدید بیعت کرنا ضروری نہیں۔

سوال نمبر17:۔ جو لوگ بیعت کے مخالف ہیں کیا انہوں نے یہ حدیثیں نہیں پڑھیں؟

جواب:۔ پڑھی تو یقیناً ہوں گی مگر سمجھی یقیناً نہیں۔ ورنہ اتنے اچھے مسنون عمل پر یوں اعتراض نہ کرتے۔ بیعت طریقت کی مخالفت کرنے والوں کا حال چند الفاظ میں یوں بیان کیا جاتا ہے۔ "بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ" (یونس آیت 39) ایسے علوم کو جھٹلانے لگے جن کے علم کا ابھی تک انہوں نے احاطہ ہی نہیں کیا۔

سوال نمبر18:۔ بیعت طریقت کی غرض و غایت کیا ہوتی ہے؟

جواب:۔ بیعت کے اغراض و مقاصد وضاحت سے بیان کئے جاتے ہیں۔

1۔ نہ اس میں کشف و کرامات کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

2۔ نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔

3۔ نہ دنیاوی کاروبار میں کامیابی مثلاً نفع ہو، مقدمات فتح ہوں، وغیرہ ضروری ہے۔

4۔ نہ تصرفات لازم ہیں کہ گناہ کا خیال ہی نہ آئے۔

5۔ نہ ایسی کیفیت کا حاصل ہونا لازمی کہ اپنے پرائے کی خبر نہ ہو۔

6۔ نہ غیبی رنگوں اور انوار کا نظر آنا ضروری ہے۔

7۔ نہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا ضروری ہے۔

بلکہ اصل مقصد تو شریعت کے احکام پر چل کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

سوال نمبر19:۔ بیعت کے اثبات کے لئے نقلی دلائل پیش کریں؟

جواب: تین دلائل سے یہ بات واضح کی جاتی ہے۔

✪ جس طرح ایک نوجوان فوج میں ملازمت اختیار کرے اور وردی پہن کر کسی جگہ ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہو تو ہر آدمی اس کی عزت کرتا ہے اور اس کی بات مانتا ہے۔ اس کی عزت فوج کی عزت اور اس کی ذلت فوج کی ذلت سمجھی جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ تم کس قبیلے یا خاندان سے ہو؟ فوج کی نسبت اور وردی کی عزت کام آتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت ہو جاتا ہے اس کو سلسلہ کے بزرگوں سے روحانی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس نسبت کی وجہ سے اس کی عزت وقدر بڑھ جاتی ہے۔

✪ دو اینٹیں ایک ہی جگہ بن کر تیار ہوئیں۔ ایک کو مسجد کے فرش میں لگا دیا گیا۔ دوسری کو بیت الخلاء میں لگا دیا گیا۔ ایک کا مرتبہ اتنا بڑھا کہ وہاں پیشانی ٹکتے پھرتے ہیں اور دوسری کا مرتبہ اتنا گرا کہ بیت الخلاء میں ننگے پاؤں جانا گوارا نہیں کرتے۔ یہ نسبت تھی۔ اچھی نسبت نے عزت بخشی اور بری نسبت ذلت کا سبب بنی۔ اسی طرح جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت ہو جاتا ہے اسے اچھی نسبت مل جاتی ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس کا اکرام ہوتا ہے۔

✪ قرآن پاک پر اگر ایک سادہ گتہ جلد کی شکل میں چڑھا دیا جائے تو اگرچہ اس پر کوئی آیت یا کوئی لفظ نہیں لکھا ہوا ہوتا۔ اس کے باوجود فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ جس طرح آیات لکھے ہوئے صفحات کو بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے اسی طرح اس گتے کو بھی بے وضو نہیں چھو سکتے۔ کہنے کو وہ گتہ ہے مگر قرآن پاک کے ساتھ یک جان ہونے سے اس کا مرتبہ بڑھ گیا۔ سبحان اللہ۔

جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت کے ذریعے جڑ جاتا ہے اسے بھی ان اہل اللہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے عزت نصیب ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اسی نسبت کی وجہ سے رحمت وکرم کا معاملہ ہوگا۔ بقول شخصے

عمل کی اپنے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت مرا تو بس آسرا یہی ہے

سوال نمبر20:- ایک آدمی بیعت کے کلمات تو پڑھ لیتا ہے مگر زندگی نہیں بدلتا تو کیا فائدہ؟

جواب:- گو ایسے شخص نے بیعت سے پورا فائدہ تو حاصل نہ کیا مگر بالکل خالی بھی نہ رہا کم از کم

دو فائدے ضرور ملے۔ ایک تو یہ کہ بیعت کے وقت جو توبہ کے کلمات پڑھے اس کی برکت سے انشاء اللہ پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ مشائخ طریقت نے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ جو آدمی سچے دل سے بیعت کے کلمات پڑھ لیتا ہے، سو سال کا کافر اور مشرک کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ سر سے اتنے بڑے بوجھ کا دور ہو جانا معمولی بات تو نہیں ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ موت کے وقت جب دنیا کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے آخرت کے احوال سامنے کھلنے لگ جاتے ہیں اس وقت یہ نسبت کام آتی ہے تھوڑی سی کرامت ایمان اور اسلام پر آتی ہے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا ہوش ختم ہو سکتا ہے۔ فرعون نے آخرت کی جھلکی دیکھی مگر اسے بنی اسرائیل کے حالات یاد تھے کہنے لگا "آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرائیل" لیکن یہ اسی لئے حضرت خواجہ نقش علی قریشیؒ نے فرمایا کہ جس قلب پر یہ انگلی لگ گئی (یعنی اللہ اللہ کی نسبت مل گئی) اسے ذکر کے سوا موت نہیں آسکتی۔

خلاصہ کلام:۔ بیعت طریقت کرنے سے انسان کو اپنے مشائخ سلسلہ کے واسطہ سے نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک سے ایک روحانی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ وضاحت کے لئے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

1)۔۔۔ ایک آدمی نیا گھر بنوائے خوب سجائے وائرنگ کروائے فانوس لگوائے مگر اس کے فانوس میں اس وقت تک روشنی نہیں آسکتی جب تک کہ وہ وائرنگ کا کنکشن پاور ہاؤس سے نہ جوڑے اسی طرح انسان جب دل کے فانوس کا کنکشن سلسلہ کے مشائخ کی وائرنگ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے جوڑتا ہے جو رحمتوں کا خزینہ ہے تو پھر سالک کے دل میں روشنی آتی ہے انوار و برکات نبی علیہ السلام کے قلب مبارک سے مشائخ کے قلوب سے ہوتے ہوئے سالک کے قلب میں آتے ہیں۔

2)۔ ایک ٹرین کئی ڈبوں پر مشتمل ہوتی ہے اگر اس کے ساتھ ایک اور ڈبہ جوڑ دیا جائے تو جہاں ٹرین پہنچے گی، وہ ڈبہ بھی پہنچ جائے گا یوں سوچئے کہ سلسلہ کے مشائخ ٹرین کی مانند نبی اکرم ﷺ اس ٹرین کے انجن کی مانند اور سالک اس سے جڑنے والے ڈبے کی مانند، یہ ٹرین محض

کی رضا والے اسٹیشن پر جا رہی ہے اگر یہ ڈبہ جڑا رہے گا تو جہاں انجن منزل پر پہنچے گا اس قدر ڈ کلاں ڈبے کو بھی منزل پر پہنچنا نصیب ہوگا۔

ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

آمدم بر سر مطلب وہ حضرات جو اب تک بیعت کے متعلق شکوک و شبہات کا شکار رہے ہیں انہیں چاہیے کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں دیر نہ لگائیں بلکہ کسی جامع الشریعت والطریقت ہستی سے اپنے باطنی رشتے کو جوڑیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آج کے پرفتن دور میں کسی شیخ کامل کے ذریعے سلسلے میں داخل ہونے والے کی مثال "ومن دخله كان آمنا" [اور جو اس میں داخل ہوا امن پا گیا] کا مصداق ہے۔

ع شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

باب 5

ضرورت مرشد

ہر دور اور ہر زمانے میں انسانیت کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ اور رجال اللہ کو ذریعہ بنایا۔ کئی مرتبہ ایسا تو ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؑ کو مبعوث فرمایا مگر کتاب نہیں بھیجی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کتاب بھیج دی ہو مگر نبیؑ کو نہ بھیجا گیا ہو۔ اس سے رجال اللہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ مزید براں کبھی کسی قوم پر عذاب نازل نہیں ہوا جب تک کہ اتمام حجت کے لئے نبیؑ کو نہ بھیجا گیا ہو۔ فرمان الٰہی ہے۔

"وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" (بنی اسرائیل: آیت 15)

(اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔)

یہ اس لئے کہ ہر انسان کو اپنی تربیت کے لئے مربی اور تزکیہ کے لئے مزکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ درج ذیل میں اس کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل:

دلیل نمبر 1:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"واتبع سبيل من اناب الي" (لقمان: آیت 15)

تفسیر جلالین میں ہے "واتبع سبيل" (طريق) "من اناب (رجع) الي بالطاعة" (جلالین صفحہ 347)

تفسیر عثمانی میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے "یعنی نیکوں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل" (تفسیر عثمانی صفحہ 548)

تفسیر مواہب الرحمٰن میں اس آیت کے تحت فرمایا گیا "اور تو ایسے شخص کی راہ چل جو ہمہ تن میری جانب جھکا ہے۔ یعنی وہ اولاً پیغمبر ﷺ ہیں اور ثانیاً آپ کے صالحین امت ہیں۔ (مواہب الرحمٰن صفحہ 83)

دلیل نمبر 2:۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ: آیت 35)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو، امید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے]

"وابتغوا الیہ الوسیلۃ" کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں "الوسیلۃ ھی التی یتوصل بھا الی تحصیل المقصود" (تفسیر ابن کثیر عربی صفحہ 54)

وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے۔ "ما یقربکم الیہ من طاعتہ" (جلالین صفحہ 99)

لہٰذا محققین تفسیر کا فرمان ہے کہ الوسیلہ سے مرشد مراد ہے جو سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کا اور انسان کی اصلاح کا جب کہ "وجاھدوا فی سبیلہ" میں نفس کے خلاف مجاہدے (اشغال تصوف) کی طرف اشارہ ہے حدیث پاک میں ہے۔ "المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ" (مشکوٰۃ شریف)

[مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرے]

مرشد عالم حضرت خواجہ غلام حبیبؒ اپنے بیانات میں اس آیت کے تحت فرماتے تھے۔ آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟ اللہ، مگر بادل وسیلہ بن جاتا ہے۔ اولاد کون دیتا ہے؟ اللہ، مگر ماں باپ وسیلہ بن جاتے ہیں۔ دل میں انوارات کون ڈالتا ہے؟ اللہ، مگر پیر و مرشد اس کا وسیلہ بن جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" [اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو]

دلیل نمبر ۳:۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین"

(التوبہ: آیت نمبر119)

[اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو]

علامہ ابن کثیرؒ صادقین کی تفسیر میں لکھتے ہیں "قال الضحاک ھم ابوبکر و عمر و اصحابھما" (تفسیر ابن کثیر عربی صفحہ 407)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشائخ طریقت کے سلاسل اربعہ واسطہ بے واسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتے ہیں حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں "اس جگہ قرآن کریم نے علماء و صلحاء کی بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر عالم و صالح کی پہچان بتلا دی کہ صالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت و ارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو۔ عمل کا بھی سچا ہو۔ (معارف القرآن)

صاف ظاہر ہے کہ آج کے دور میں صادقین کا مصداق مشائخ عظام ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۴:۔امام رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں "انعمت علیھم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لم یکتف علیہ اھدنا الصراط المستقیم بل قال صراط الذین انعمت علیھم وھذا یدل علی ان المرید لاسبیل لہ الی الوصول الی مقامات الھدایۃ المکاشفۃ الا اذا اقتدی بشیخ یھدیہ الی سواء السبیل و یجنبہ عن مواقع الاغالیط والاضالیل وذلک لان النقص غالب عن الخلق و عقولھم غیر وافیۃ بادراک الحق و تمیز الصواب عن الغلط فلابد من کامل یقتدی بہ الناقص حتی یتقوی عقل ذلک الناقص بنور عقل الی مدارج السعادات و معارج الکمالات" (تفسیر کبیر)

[اللہ تعالیٰ نے صرف "اھدنا الصراط المستقیم" کے الفاظ پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ "صراط الذین انعمت علیھم" بھی ساتھ فرمایا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات ہدایت اور مکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ و رہنما کی اقتدا کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے اور یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے عقول و اذہان کے حق تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پورے نہیں اترتے تو ایسے کامل کی اقتدا ضروری ہے جو ناقص کی رہنمائی کرے۔ تاکہ ناقص کی عقل کامل کے نور سے قوت پکڑے۔ ایسا کرنے سے ناقص انسان سعادتوں کے مدارج اور کمالات کی سیڑھیوں کو عبور کر سکتا ہے۔] پس مرشد و مربی کی ضرورت کیلئے یہ دلیل اتمام حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

دلیل نمبر5:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک" (النساء: آیت 65)

علامہ سید امیر علی ملیح آبادی اس آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں:

"اس آیت میں دلالت ہے کہ بندہ گنہگار اگر کسی بندہ صالح و پرہیزگار سے دعا کرائے تو قابل قبولیت ہوتی ہے اور جو لوگ اس زمانہ میں پیروں کے مرید ہوتے ہیں وہ بھی یہی توبہ ہے۔"
(تفسیر مواہب الرحمان صفحہ 109)

آیات بالا سے یہ ثابت ہوا کہ آج کے دور میں بھی جو بندہ گنہگار کسی شیخ کامل متبع شریعت و سنت کو تلاش کرے گا۔ وہ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" پر عمل کرے گا۔ اگر اس شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرے گا تو "اذ ظلموا انفسھم جاءوک" پر عمل کرے گا۔ اگر شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھے گا تو "کونوا مع الصادقین" کا ثواب پائے گا۔ اگر شیخ کامل کے پندونصائح پر عمل کرے گا تو "واتبع سبیل من اناب الی" پر عمل کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ یہی راستہ "صراط الذین انعمت علیھم" کا مصداق ہے جس پر چلنے کی ہر چھوٹا بڑا صبح و شام دعائیں کرتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آج کے دور میں صاحب شریعت مشائخ کم ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تلاش ہی چھوڑ دے یا ان کی ضرورت ہی کا انکار کر دے۔

✪ــــ حضرت سفیان ثوریؒ کا فرمان ہے۔

"اسلکوا سبیل الحق ولا تستوحشوا من قلة اھلہ"

[راہ حق کے راستے کو اختیار کرو اور اہل حق کی قلت سے مت گھبراؤ]

✪ اسی بارے میں امام شاطبیؒ کا قول ہے۔

"اتبع طرق الھدی ولا یضرک قلة السالکین وایاک طرق الضلالة ولا تغتر بکثرة الھالکین"

[ہدایت کے راستوں کی اتباع کرو اور سالکین کی قلت تجھے نقصان دہ نہ ہو، گمراہی کے راستوں پر نہ چل اور سالکین کی کثرت سے دھوکہ نہ کھا۔]

✪ــــ حضرت شیخ عبداللہ خفیفؒ کا فرمان ہے۔

"اقتدوا بخمسة من شیوخنا لانھم جمعوا بین العلم والحقائق"

[ہمارے شیوخ کی جماعت کی اتباع کرو کیونکہ یہ حضرات علم اور اسرار کے جامع ہیں]

احادیث سے دلائل:- فطرت انسانی ہے کہ وہ لفظوں سے جتنا اثر لیتی ہے اتنا شخصیت سے اثر نہیں لیتی۔ گو کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے قرآن پاک کی آیات نازل ہوتی تھیں مگر اس کے باوجود ان پر شخصیت بحضوری کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی خدمت میں ہوتی تھی وہ غیبت میں نہیں ہوتی تھی۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

دلیل نمبر 1:- حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں۔

"عن انس قال لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة اضاء منھا کل شیء فلما کان الیوم الذی مات فیہ اظلم منھا کل شیء وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا لفی دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انکرنا قلوبنا"

[حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور ہو گئی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک

ہو گئی تھی اور ہم آپ ﷺ کے دفن کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہ جھاڑنے پائے تھے
کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا]

پس صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں نے بھی تسلیم کیا کہ ان کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی صحبت میں ہوتی تھی وہ بغیر صحبت کے نہیں ہوتی تھی جس طرح صحابہ کرامؓ مشکوٰۃ نبوت سے اکتساب فیض کیا کرتے تھے آج بھی مریدان باصفا اپنے مشائخ کی صحبت میں رہ کر ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

دلیل نمبر2:۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حنظلہؓ گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے "نافق حنظلۃ" [حنظلہ تو منافق ہو گیا] راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہرگز نہیں۔ حضرت حنظلہؓ نے صورت حال بیان کی کہ جب ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضورؐ دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہیں۔ جب حضور ﷺ کے پاس سے گھر واپس آ جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یہ کیفیت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے۔ پس دونوں حضرات نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسے میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں" لیکن بات یہ ہے کہ حنظلہؓ "گاہے گاہے" یعنی کبھی حضوری کی کیفیت عروج پر ہوتی ہے اور کبھی اس میں کمی آ جاتی ہے تاکہ معاشی و معاشرتی نظام درست رہے۔ افیضان صحبت کی اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

دلیل نمبر3:۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ ایک صحابیؓ کو نظر لگ گئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا "العین حق" [نظر لگ جانا حق ہے] (ترمذی کتاب الآداب)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس نظر میں عداوت ہو، حسد ہو، بغض ہو، کینہ ہو، وہ

نظر اپنا اثر دکھا سکتی ہے تو جس نظر میں محبت ہو، شفقت ہو، رحمت ہو، اخلاص ہو، وہ نظر کیوں اثر نہیں رکھ سکتی۔ یہ اللہ والوں کی نظریں تو ہوتی ہیں جو گناہوں میں لتھڑے ہوئے انسان میں احساس ندامت پیدا کرتی ہے اور رب کے دربار میں رب کا سوالی بنا کر لا کھڑا کرتی ہے

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

دلیل نمبر ۷: حدیث پاک میں وارد ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہجرت کے وقت عبداللہ بن اریقط کو کافر ہونے کے باوجود ظاہری سفر کا رہبر بنایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج کے دور میں کوئی سالک اگر وصول الی اللہ کے رستے پر چلنے کے لئے کسی مومن کامل کو رہبر مقرر کرے گا تو اسے سفر کا رہبر مقرر کرنے والی سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔

مولانا روم نے اسی کیفیت کے بارے میں فرمایا ہے

گر ہوائے ایں سفر داری دلا دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

(اے دل! اگر تو اس سفر کی خواہش رکھتا ہے تو رہبر کا دامن پکڑ اور پیچھے چل۔ کیونکہ بغیر ساتھی کے جو شخص راہ عشق پر چلا تو اس کی عمر بے کار گذر گئی اور عشق سے آگاہی نہ ہوئی)

عقلی دلائل:۔ نفس و شیطان انسان کے کھلم کھلا دشمن ہیں اور انسان کے اعمال کو مزین کر کے اس کے سامنے پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ گمراہی کے باوجود انسان اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتا ہے۔ "و یحسبون انہم مہتدون" (الاعراف آیت 30) "اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں" جس طرح درخت کو اپنے پھل وزن دار معلوم نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو اپنے عیوب وزن دار محسوس نہیں ہوتے۔ لہٰذا اصلاح و تربیت کے لئے کسی مربی کی ضرورت پڑتی ہے۔ چند عقلی دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر ۱:۔ ایک طالب علم کمرہ امتحان میں بیٹھ پرچہ حل کر رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے گمان میں ہر سوال کو ٹھیک ٹھیک حل کرتا ہے۔ اگر اسے پتہ ہو کہ میں فلاں غلطی کر رہا ہوں تو وہ کرے ہی

کیوں؟ جب طالب علم کا پرچہ استاد کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ بعض جوابات کو ٹھیک قرار دیتا ہے اور بعض کو غلط۔ تب طالب علم بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی۔ اسی طرح سالک اپنے زعم میں تحدیث نعمت سمجھ کر کسی بات کا اظہار کرتا ہے۔ مگر شیخ کامل پہچانتا ہے کہ یہ عُجب کی وجہ سے ہے۔ سالک اپنے خیال میں تشکر کی وجہ سے دل خوش کرتا ہے۔ مگر شیخ بتاتا ہے کہ یہ اسراف ہے۔ پیر و مرشد کے بغیر گمراہی کے گڑھے میں گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مرشد کے سایہ میں زندگی گزاری جائے۔

دلیل نمبر 2: اس دنیا میں ہر چھوٹا بڑا کام سیکھنا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ کرتے پر بٹن لگانے کا طریقہ بھی بغیر سیکھے نہیں آتا۔ تو کیا دین کو سیکھنے کی ضرورت نہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا "انما بعثت معلما" میں معلم بنا کر مبعوث ہوا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو دین سکھایا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام نے فرمایا "تعلمنا الایمان ثم تعلمنا القرآن" [ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا۔ آج ظلمت و گمراہی کے دور میں ہمیں بغیر سیکھے دین کیسے آئے گا۔ پس ثابت ہوا کہ ہمیں پیر و مرشد سے دین سیکھنا پڑے گا۔

دلیل نمبر 3: کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں علم طب خود بخود سیکھ لوں گا یا انجینئرنگ کا فن خود حاصل کر لوں گا۔ اسی طرح کوئی آدمی دین بھی خود بخود نہیں سیکھ سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے "انما العلم بالتعلم" [علم سیکھنے ہی سے آتا ہے]

دلیل نمبر 4: اگر کوئی پودا کسی مالی کے ہاتھوں میں پروان چڑھے تو وہ سیدھا بھی ہوتا ہے، دیدہ زیب اور جاذب نظر بھی۔ جب کہ خودرو پودا ٹیڑھا بھی ہوتا ہے شاخیں الٹی سیدھی ہوئی اور بے طریقہ نکلی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح جو انسان کسی شیخ کامل سے تربیت پائے اس کی شخصیت حسن اخلاق کی وجہ سے دیدہ زیب ہوتی ہے۔ شریعت نے تربیت پانے کو اتنی اہمیت دی کہ سکھائے ہوئے کتے کے شکار کو بھی کچھ شرائط کے ساتھ حلال جانا گیا۔ پس سالک کو بھی شیخ کامل کے زیر تربیت رہ کر دین سیکھنا ضروری ہے۔

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول ہم خدا آمد ز ذاتش ہم رسول

نفس نتواں کشت الا ظل پیر   دامن آں نفس کش محکم بگیر

[تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا۔ اس سے تجھے اللہ تعالیٰ بھی مل جائے گا اور رسول ﷺ بھی۔

اس نفس کو پیر کی ذات کے سوا کوئی نہیں مار سکتا۔ تو اس نفس کو مارنے والے

پیر کا دامن مضبوط پکڑ]

دلیل نمبر 5 :۔ اہل اللہ نے حکایت مورچہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک چیونٹی بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا چاہتی تھی مگر راستے میں دریا، پہاڑ اور صحرا تھے۔ اس چیونٹی نے ایک دن بیت اللہ میں رہنے والے ایک کبوتر کو دیکھا تو اس کے پاؤں کے ساتھ چمٹ گئی۔ کبوتر اڑ کر خانہ کعبہ پہنچا تو چیونٹی نے بھی بیت اللہ شریف کی زیارت کر لی۔

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی نے دل میں خواہش کی کہ کعبہ پہنچے۔ اس نے کبوتر کے پاؤں پکڑے اور اچانک پہنچ گئی۔]

دلیل نمبر 6 :۔ اصحاب کہف کے کتے نے چند دن صلحاء کی صحبت اختیار کی تو اس کے ساتھ جنت کا وعدہ ہوا۔

سگ اصحاب کہف روزے چند

پے نیکاں گرفت و مردم شد

[اصحاب کہف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی اور آدمی کے حکم میں ہو گیا]

دلیل نمبر 7 :۔ ایک شخص ہوائی جہاز پر سفر کرنا چاہے تو وہ ایجنسی کا ٹکٹ خریدتا ہے۔ پھر پائلٹ پر اعتماد کر کے جہاز میں بیٹھ جاتا ہے تو پائلٹ سواری کو منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ سالک اسی طرح شیخ کامل پر اعتماد کرتے ہوئے باطنی سفر کے لیے اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کرتا ہے تو شیخ اپنے مرید کو راہ سلوک پر چلاتا ہوا اللہ تعالیٰ سے واصل کر دیتا ہے۔

احوال الصالحین سے دلائل :۔ سلف صالحین کی زندگیوں سے چند دلائل پیش کیے جاتے

ہیں۔

دلیل نمبر1 :۔ حضرت وحشیؓ کو نبی علیہ السلام کی چند لمحے کی صحبت سے وہ مقام مل گیا کہ اگر پوری دنیا اویس قرنیؒ جیسے حضرات سے بھر جائے تو بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پا سکتی۔ حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بدامنی رہی جب کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں امن وامان رہا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا سیدنا امیر معاویہؓ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد پر نکلتے تھے تو اس گھوڑے کے نتھنوں میں جو مٹی جاتی تھی عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ معلوم ہوا کہ صحبت کا نعم البدل کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔ کسی عارف نے کہا ہے کہ

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

[اولیاء کے ساتھ تھوڑی دیر کی صحبت، سو سال کی بے ریا طاعت سے افضل ہے۔]

دلیل نمبر2 :۔ حضرت حسن بصریؒ نے انصار بدری صحابہؓ سے علم ظاہری حاصل کیا تمام علم باطن حضرت علیؓ سے حاصل کیے اور انوار ولایت کا اکتساب کیا۔

دلیل نمبر3 :۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے اگر ابوہاشم اصوفی نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا۔

دلیل نمبر4 :۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے حضرت جعفر صادقؒ سے فیض پایا۔ امام اعظمؒ نے دو سال کے رابطہ کے بعد فرمایا۔ "لولا السنتان لهلك النعمان" [اور دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔]

دلیل نمبر5 :۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھمؒ حضرت امام اعظمؒ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ "سیدنا ابراہیم آگئے" طلباء نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا، "ہم جسموں کی خدمت کرنے میں مشغول اور یہ خدا کی خدمت کرنے میں مشغول۔" پس ایسی باخدا ہستی کو ہی مرشد کہا جاتا ہے۔

<u>دلیل نمبر6</u>:۔ حضرت امام اعظمؒ نے امام ابو یوسفؒ کو وصیت فرمائی۔

"واکثرو ذکر اللہ تعالیٰ فیما بین الناس لیتعلموا منک ذلک"

[لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو تاکہ لوگ تم سے ذکر سیکھیں]

<u>دلیل نمبر7</u>:۔ امام شافعیؒ نے حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے فیض پایا۔ آپ کا مشہور قول ہے۔

"میں نے صوفیا کی صحبت اختیار کی اور ان کی دو باتوں سے بڑا نفع پایا۔ ایک یہ کہ وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تم کو کاٹ دے گا اور دوسری بات یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کرو گے تو وہ تم کو باطل میں مشغول کر دے گا۔" (مدارج السالکین)

<u>دلیل نمبر8</u>:۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ولی کامل حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن طلباء نے پوچھا "حضرت! آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو عالم نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے تاریخی جواب دیا "میں عالم بکتاب اللہ ہوں۔ بشر حافیؒ عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت نصیب ہے" اللہ اکبر کبیرا۔

<u>دلیل نمبر9</u>:۔ ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا "ما الاخلاص" [اخلاص کیا ہے؟] فرمایا "الاخلاص هو الخلاص من آفات الاعمال" [اعمال کے عیوب سے چھٹکارے کا نام] اس نے پوچھا "ما التوکل" [توکل کیا ہے؟] فرمایا۔ "الثقة باللہ" [اللہ پر اعتماد کرنا] اس نے پوچھا "ما الرضاء" [رضا کیا ہے؟] فرمایا۔ "تسلیم الامور الی اللہ" [تمام امور اللہ کے سپرد کرنا] پوچھا۔ "ما المحبة" [محبت کیا ہے؟] امام احمد بن حنبلؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ سوال بشر حافیؒ سے پوچھو۔ جب تک وہ زندہ ہیں میں جواب نہیں دے سکتا۔

<u>دلیل نمبر10</u>:۔ امام غزالیؒ کے ظاہری اور باطنی علوم کے مربی خواجہ ابو علی فارمدیؒ تھے جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم المرتبت شیخ تھے۔

امام غزالیؒ اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

"انی اخذت الطریقۃ من ابی علی فارمدیؒ وامتثلت ما کان یشیر الیہ من وظائف العبادات واستدامۃ الذکر الی ان جزت العقبات و تکلفت تلک المشاق و حصلت ما کنت اطلبہ" (مکاشفۃ القلوب ص 35)

[میں نے طریقہ تصوف شیخ بوعلی فارمدیؒ سے اخذ کیا ہے عبادت اور ذکر میں ان کے دستور کو اپنایا ہے۔ اس طرح مجھے تکالیف سے نجات ملی اور مشقتوں سے چھٹکارا ملا اور جو کچھ میں نے پانا تھا وہ پالیا]

دلیل نمبر 11:۔ امام رازیؒ کی بیعت حضرت نجم الدین کبریٰؒ سے تھی۔

دلیل نمبر 12:۔ عارف کامل مولانا رومؒ کی بیعت شمس تبریزؒ سے تھی۔ آپ نے فرمایا۔

مولوی ہرگز نشد مولائے روم   تا غلام شمس تبریزی نہ شد

[مولوی روم والوں کا مولا اس وقت تک نہ بن سکا جب تک شمس تبریزیؒ کا غلام نہ بن گیا]

دلیل نمبر 13:۔ مولانا جامیؒ جیسی مشہور آفاق کی حامل شخصیت کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندیؒ سے تھی۔

دلیل نمبر 14:۔ حضرت علامہ سید محمد شریف جرجانیؒ کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ سے تھی۔ علامہ جرجانیؒ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔

"واللہ ما عرفت الحق سبحانہ و تعالی ما لم اصل فی خدمۃ العطار"

[اللہ کی قسم! میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ کو نہ پہچانا جب تک کہ میں شیخ عطارؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے حالات زندگی کے بارے میں "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" میں لکھتے ہیں۔

پندرہ برس کی عمر میں والد بزرگوار سے بیعت کر کے اشغال صوفیہ خصوصاً مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں مصروف ہو گیا اور ان کی توجہ و تلقین سے بہرہ مند ہوتے ہوئے ان کے آداب طریقت کی تعلیم اور خرقہ صوفیہ حاصل کر کے اپنے روحانی سلسلے کو درست کر لیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ 10 اردو نسخہ)

دلیل نمبر15 :- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسی شخصیت کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے تھا۔

دلیل نمبر16 :- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ناپاک زمین کے پاک ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اتنی بارش برسے کہ گندگی کو بہالے جائے۔ دوسرے اتنا سورج چمکے کہ نجاست کو جلا دے اس کا نام ونشان مٹا دے۔ اسی طرح قلب کی زمین کے لئے دو چیزیں ہیں ایک ذکر الٰہی جس کی مثال بارش کی سی ہے۔ دوسرا شیخ کامل جس کی مثال سورج کی سی ہے۔ ذکر سے بھی دل صاف ہوتا ہے اور شیخ کامل کی توجہات سے بھی۔

دلیل نمبر17 :- حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جیسے محدث و مفسر کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ مرزا مظہر جان جاناںؒ سے تھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر کا نام تفسیر مظہری رکھا۔

دلیل نمبر18 :- حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اگرچہ علم کے آفتاب ماہتاب تھے تاہم ان کی بیعت کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تھا جب کہ حاجی صاحبؒ فقط فقہ تک کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔

دلیل نمبر19 :- بعض حضرات نے ایک وقت میں کئی کئی مشائخ سے فیض پایا۔ چنانچہ حضرت خواجہ ابو سعیدؒ نے مقام رجاء حضرت رازیؒ سے مقام غیرت شاہ شجاع کرمانیؒ سے اور مقام شفقت ابو حفص حدادؒ سے پایا۔

دلیل نمبر20 :- حضرت ابو علی رودباریؒ فرمایا کرتے تھے۔

"تصوف میں میرے استاد حضرت جنید بغدادیؒ علم فقہ میں حضرت ابو العباس ابن شریحؒ نحو میں ثعلبؒ اور حدیث شریف میں ابراہیمؒ اور نفس کی اصلاح کے لئے بس یہی علوم ضروری ہیں"

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشاہیر امت کو بھی کسی شیخ کامل کے زیر سایہ اور زیر تربیت رہ کر اکتساب فیض کرنے سے بلند مقامات نصیب ہوئے۔ آج بھی کوئی سالک اس منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے انہیں راستوں پر چلنا پڑے گا۔ جن پر سلف صالحین نے چل کر وصول الی اللہ کی نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا۔

علامات شیخ کامل :۔

مسند ارشاد پر بیٹھنے والوں میں چند صفات کا پایا جانا لازمی ہے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

[ایک ہاتھ میں جام شریعت اور دوسرے ہاتھ میں سندانِ عشق۔ ہر خواہش پرست دونوں سے کھیلنا نہیں جانتا]

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ شیخ کامل میں درج ذیل حدیث کی صفات بدرجہ اتم موجود ہونی چاہئیں۔ "التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ"

[دھوکہ کے گھر سے دوری اختیار کرنا اور ہمیشہ کے گھر کی طرف متوجہ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا]

سچی بات ہے کہ کبھی دنیا کا طالب کامل شیخ طریقت بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔

مانا کہ شیخ وقت ہو پیر ہدیٰ بھی ہو
پر یہ مجھے بتاؤ کہ تم باخدا بھی ہو

بعض علماء نے شیخ کامل کی درج ذیل علامات بیان کی ہیں۔

1)۔۔۔ صاحب نسبت ہو (کسی بزرگ سے اجازت یافتہ ہو۔ سلسلہ کے کام کے لئے مامور ہو۔)

2)۔۔۔ صاحب علم ہو (جاہل کی مثال اندھے کی سی ہے۔ جو اندھے کو رہبر بنائے گا۔ گڑھے میں گرے گا۔)

3)۔۔۔ صاحب تصرف ہو (گویا وہ "الذین اذا ذکر اللہ" کا مصداق ہو۔)

4)۔۔۔ صاحب ارشاد ہو (یہ صفت لازمی نہیں مگر بہتر ہے۔)

اگر یہ چار صفات نہ پائی جائیں تو ایسے شخص کو پیر نہ سمجھا جائے۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

[یہ مراحل تلوار کی دھار سے تیز اور بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جو شخص بھی سر سے بازی نہ لگائے وہ قلندری نہیں جانتا]

علامہ ابن عربیؒ نے شیخ کامل کی تین صفات مقرر فرمائی ہیں۔

1۔۔۔ دین انبیاء کا سا ہو۔

2۔۔۔ تدبیر اطباء کی سی۔

3۔۔۔ سیاست بادشاہوں کی سی۔

بقول شخصے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

شیخ کامل ظاہر میں تو عام انسانوں کی مانند ہوتا ہے مگر باطن میں عام انسانوں سے بہت مختلف ہوتا ہے جیسے تلخ اور میٹھے پانی کی صورت ایک مگر سیرت مختلف' ناحق رنگ نے ایک روٹی کھائی ایک میں شہوت پیدا ہوئی دوسرے میں عشق الہی' زمین نے دو کانٹے اگائے ایک بانس بنا دوسرا گنا بنا۔ دو ہرنوں نے ایک گھاس کھایا اور ایک میں مینگنیاں بنیں دوسرے میں کستوری بنی۔ بھڑ اور مکھی نے ایک پھول چوسا ایک میں زہر بنا دوسرے میں شہد بنا۔ شیخ کامل بھی ظاہر میں تو عام انسان کی طرح مگر حقیقت میں مختلف ہوتا ہے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اگر کسی سالک کو ان صفات کا حامل کامل شیخ مل جائے تو چاہئے کہ اس کا دامن مضبوطی سے پکڑے۔ اس کی صحبت کو کیمیاء اثر کی مانند سمجھے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

باب 6

آداب مرشد

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ"
(الحجرات: آیت 1)

[اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کرو]

دوسری جگہ فرمایا "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" (الحجرات: آیت 2)

[اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو]

ان آیات بینات کا مقصود مومنین کو آداب کی تعلیم دینا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ادبنی ربی فاحسن تادیبی" [میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا ادب سکھایا] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کے لئے آداب کی رعایت لازمی ہے۔ بقول شخصے

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حضرت ابو حفص نیشاپوریؒ کا قول ہے "التصوف کلہ ادب" [تصوف سراسر ادب ہے] کسی شاعر نے کہا ہے۔

"ادبوا النفس ایہا الاصحاب   طرق العشق کلہا آداب"

[اے دوستو! اپنے نفس کو ادب سکھاؤ۔ کیونکہ عشق کے سب راستے آداب ہی ہیں]

درج ذیل میں چند آداب بیان کئے جاتے ہیں جن کی پابندی ہر سالک کے لئے از حد ضروری ہے جو سالک جتنا زیادہ ادب کا خیال رکھے گا اتنی جلدی ترقی پائے گا۔ اگر آداب کو پڑھ

کر غفلت برتتے ہو تو باطنی نعمتوں سے بھی محروم رہتے ہو۔ یہ آداب حضرت مولانا محمد عبداللہ کے
صدیقیؒ سے منقول ہیں۔ مجموعہ تعلیم سے انہیں اسی وجہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ہر تشریح کے لیے
"فائدہ" کے عنوان سے کچھ اضافہ کیا گیا ہے تاکہ سالکین کو آسانی سے بات سمجھ آسکے۔ تو یا باہم
مجموعی قابلیت کو ملاحظہ پیوند کاری کی گئی ہے۔

ادب ۱: مرشد کی ظاہری حیثیت، غریبی، دنیاوی ثروت، شوکت اور جاہ و حشمت پر نظر کر کے
اس سے متنفر نہ ہونے بلکہ اس نعمت اور فیضان کو جو اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عنایت کیا ہے نگاہ میں
رکھ کر اسے حق تعالیٰ کی معرفت کا وسیلہ سمجھے اور کمالِ صدق و یقین سے اس کی صحبت کا فیض
اٹھائے۔

فائدہ: جس طرح کوئی مریض اپنے طبیب کی طبی مہارت کو سامنے رکھ کر علاج کرواتا ہے۔
اس کی ظاہری حیثیت اور قومیت کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اسی طرح سالک کو بھی مرشد کی باطنی
نعمت پر نظر رکھنی چاہئے، ظاہری حشمت و شوکت پر نہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی
اکرم ﷺ صحابہ کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ سامنے سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ نبی اکرم
ﷺ نے پوچھا "آپ لوگ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟"
عرض کیا گیا "یہ امیر آدمی ہے، خوش لباس ہے۔ اگر یہ کسی سے بات کرے تو توجہ سے
بات سنی جائے۔ اگر کسی طرف رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول کر لیا جائے" تھوڑی دیر بعد ایک
دوسرے صاحب گزرے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا "آپ لوگ اس شخص کے متعلق کیا رائے
رکھتے ہیں؟" عرض کیا گیا "غریب آدمی مفلس و نادار نظر آتا ہے۔ اگر بات کرے تو لوگ توجہ سے
نہ سنیں۔ کہیں رشتے کا پیغام بھیجے تو قبول نہ ہو" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اگر پہلے جیسے لوگوں
سے ساری دنیا بھر جائے تو سب مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس غریب نیک شخص کے برابر
نہیں ہو سکتے۔" ایک روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو اور مال پیسے کو نہیں
دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت
بلالؓ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے "سیدنا بلال آگئے" معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہری
حشمت و شوکت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ ظاہری حالت پر نظر نہ

رکھے بلکہ شیخ کی باطنی دولت کو پیش نظر رکھے۔ حقیقت یہی ہے کہ پیاسے کو تو ٹھنڈا پانی پینے سے غرض ہوتی ہے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ پانی مٹی کے پیالے میں ہے کہ سونے چاندی کے چمکتے برتن میں ہے۔

رہی بات قومیت کی، تو ارشاد باری تعالیٰ ہے "وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" (الحجرات آیت 13)
[ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے ہاں عزت والا متقی پرہیزگار ہے]

روایت ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے جب حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت کی تو ایک صاحب نے کہا "شاہ صاحب! آپ نے سید ہو کر ایک جٹ سے بیعت کی ہے" حضرت شاہ صاحب نے فرمایا "میں جٹ را جا ملوا و نغاات" "میں نے زمیندار کی کھیتی سر سبز و شاداب دیکھی ہے، لہٰذا بیعت کی ہے۔"

ادب 2 :- "شیخ کو اپنے حق میں سب سے انفع (زیادہ نفع پہنچنے کا ذریعہ) سمجھے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرا اصلاح باطن اور حصول معرفت کا مطلب اسی مرشد سے باآسانی حاصل ہوگا۔ ہرجائی نہ بنے اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض و برکات سے محروم رہے گا۔"

فائدہ:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وفوق کل ذی علم علیم" (یوسف آیت 76)
[اور ہر علم والے پر بڑا علم والا ہے]

لہٰذا شیخ اگرچہ اعلم "سب سے زیادہ علم والا" نہ بھی ہو سالک کے حق میں انفع "سب سے زیادہ نفع پہنچانے کا باعث" ضرور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک بچے کو جو پیار، محبت اور شفقت اپنی ماں سے مل سکتی ہے وہ کسی دوسری عورت سے نہیں مل سکتی۔ حالانکہ دوسری عورتیں عقل و شکل اور اخلاق وغیرہ میں اس کی ماں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ماں کی محبت وہ ہمالیہ ہے جس کی بلندیوں کو کوئی نہیں چھو سکتا۔ ماں کی محبت وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ ماں کی مامتا وہ سدا بہار پھول ہے جس پر خزاں و بہار اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح سالک کو جو نفع اپنے شیخ سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی اور

سے نہیں۔ سالک شیخ کے بارے میں جتنا حسن ظن رکھے گا اتنا ہی فیض کا دروازہ کھلے گا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ بہت زیادہ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا حضرت کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں تاکہ سالکین کو فائدہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا "جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ کہتے ہیں کہ "ہم تین پیر بھائی تھے اور ہم تینوں کا اپنے شیخ کے بارے میں مختلف گمان تھا ایک تو یہ گمان رکھتا تھا کہ میرے شیخ خود تو کامل ہیں دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کا گمان تھا کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں لیکن میرا یہ گمان تھا کہ اس امت میں کسی کو کامل شیخ ملے ہیں تو صدیق اکبرؓ اور ان جیسے اصحاب ملے یا پھر ان کے بعد مجھے کامل شیخ ملے ہیں۔ میرے اس حسن ظن کی وجہ سے مجھے تجدیدی کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔" پس آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ بنے۔ سالک کو چاہیے کہ ہرجائی نہ بنے اور حصول فیض کیلئے اپنے مرشد کے علاوہ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو اس کی اصل "وحرمنا علیہ المراضع من قبل" میں ملتی ہے۔

ادب ۵:۔ ہر طرح سے مرشد کا مطیع و فرمانبردار رہے۔ کیونکہ پیر کی عقیدت اور محبت کے بغیر فیض کا در نہیں کھلتا۔ اور محبت کا تقاضا اطاعت و خدمت ہے۔

فائدہ:۔ صوفیاء کے نزدیک سیدنا صدیق اکبرؓ کا سفر ہجرت مرشد کی اطاعت و خدمت اور محبت و عقیدت کی فقید المثال داستان ہے۔ چنانچہ ہجرت کی رات نبی اکرم ﷺ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے تو انہیں جاگتے ہوئے پایا۔ پوچھا "ابوبکر آپ کیوں جاگ رہے تھے۔" عرض کیا "اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ہجرت کا حکم ہو گا۔ یہ بھی میرا دل گواہی دیتا تھا کہ آپؐ مجھے رفیق سفر بنائیں گے۔ جس وقت سے یہ خیال آیا میں نے رات کو سونا چھوڑ دیا۔ مبادا کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے حاضر نہ پائیں۔" سبحان اللہ

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کئی دن متواتر موسیٰ زئی شریف سے پیدل چل کر تقریباً تیس کلو میٹر دور ایک شہر دامان جاتے

اور دوائی لیکر واپس آتے پھر ساری رات تیمارداری میں مشغول رہتے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک (چوک قریشی والے) نے تقریباً بارہ سال حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خانقاہ پر رہ کر بکریاں چرائیں حتیٰ کہ بکروال (بکریاں چرانے والا) کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت مرشد عالمؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ نے ایک خوبصورت بیش قیمت نفیس ہینڈ بیگ (پرس) خریدا۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں اس میں اپنے پیرومرشد کے استنجا کے لئے مٹی کے ڈھیلے رکھا کروں گا۔ عربی کا مقولہ ہے "ان المحب لمن یحب مطیع" [محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے] یہی محبت و خدمت حصول فیضان کا سبب بنتی ہے۔

ادب 4:۔ حسب استطاعت جان و مال سے شیخ کی خدمت کرے اور اس پر احسان نہ جتلائے بلکہ شیخ کا احسان سمجھے کہ اس نے خدمت کو شرف قبولیت بخشا۔ شیخ سے کسی قسم کی طمع یا مطالبہ نہ رکھے جتنی بھی خدمت کرے خلوص وللٰہیت سے کرے تاکہ کمال ایمان سے بہرہ مند ہو۔

فائدہ:۔ غزوہ تبوک میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے نبی علیہ السلام کے اشارے پر اپنا سارا مال قدموں پر نچھاور کردیا۔ ایک مرتبہ ٹاٹ کا لباس پہنے حاضر خدمت ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "ابوبکرؓ! تمہیں کل کی تجارت والی آسودگی یاد ہے، دیکھو آج تمہارا کیا حال ہو گیا" صدیق اکبرؓ نے تڑپ کر عرض کیا۔

"اما لو عشت الف عمر الدنیا واعذب به جمیعا اشد العذاب لا یفرجنی فرج الملیح"

[یہ چند سالوں کی زندگی ہے اگر ساری کی ساری زندگی شدید ترین تکالیف میں گزر جائے حتیٰ کہ تندی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے تو آقا تیری خاطر یہ سب کچھ آسان ہے۔ میرے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ آجانا میرے لئے نعمت عظمیٰ ہے]

نہ خیال و خواب کی محفلیں نہ میں بزم شوق سے جا سکا

تیری اک نگاہ بدلتے ہی میرے سب ارادے بدل گئے

جو فنا ہوئے غم عشق میں انھیں زندگی کا نہ غم ہوا

ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حضرت صدیق اکبرؓ اس قدر جانی، مالی قربانی پیش کرنے کے باوجود ایک مرتبہ گوشہ تنہائی میں بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے اور دعا مانگتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! میں اپنا مال نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مگر دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اونچا ہوتا ہے مجھے اپنے آقا کی اتنی بے ادبی بھی گوارا نہیں۔ یا اللہ! میرے آقا ﷺ کے دل میں القا فرما کہ وہ میرے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح خرچ کر لیا کریں۔ یہ ہے مزہ کہ خدمت بھی کرے احسان نہ بھی جتاتا ہو۔ بقول شخصے

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی

منت ازو شناس کہ در خدمت گزاشتت

[اے مخاطب! تو بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ جتا۔ بادشاہ کی خدمت کرنے والے تو لاکھوں ہیں۔ یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کے لئے قبول کر لیا]

ادب 5: — مرشد کے فرمان کو فوراً بجا لائے۔ اس کے فعل کی اقتداء اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کی مناسبت سے کام کرتا ہے جو مرید کے لئے اس کی استعداد سے عالی ہونے کی وجہ سے مضر ہوتا ہے البتہ قولی متابعت اختیار کرتا رہے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

فائدہ: — اس ادب کی اصل وہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دن میں متواتر روزے رکھنے شروع کر دیئے اور رات قیام و سجود کی حالت میں بسر کرنے لگے۔ بعض صحابہ کرامؓ کو اسکا پتہ چلا تو انہوں نے بغیر اجازت طلب کئے اس کی اتباع شروع کر دی۔ اتنی ریاضت اتنا مجاہدہ کہ چند دنوں میں نقاہت و بے آرامی کی وجہ سے حالت غیر ہونے لگی۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ایکم مثلی یطعمنی ربی و یسقینی" [تم میں سے کون میری طرح ہے مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے]

سالک کو چاہئے کہ مرشد کے حکم کو فوراً بجا لائے۔ البتہ اگر مرشد کو کوئی خاص عمل کرتا دیکھے تو اجازت طلب کرے۔ اجازت ملنے پر عمل کو اپنائے۔ نہ ملنے پر اپنے آپ کو کم ظرف کم ہمت سمجھے۔ زبان سے مرشد کے عمل ہی کو اتوئی کے تاکہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

ادب 6:– مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ فرض واجب کے سوا نفل نماز یا کوئی اور وظیفہ اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے بلکہ اس کی صحبت کیمیا اثر کو غنیمت سمجھے تاکہ شیخ کی نگاہ شفقت حاصل ہو۔ اور اس کے فیض باطن سے حصہ ملے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی موجودگی میں وقوف قلبی کی بجائے رابطہ قلبی (شیخ کے قلب سے مربوط رہنا) زیادہ مفید ہے۔

فائدہ:– شیخ کے سامنے نفل نماز اور وظیفہ وغیرہ سے اس لئے منع کیا گیا کہ یہ کام تو سالک شیخ کی عدم موجودگی میں بھی کر سکتا ہے جبکہ شیخ کی صحبت سے تو باطنی فائدہ اٹھانا چاہئے ہمہ تن گوش و ہوش سے متوجہ رہنا چاہئے۔

یک چشم زدن غافل از آں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

[ایک لمحہ بھی اس بادشاہ سے غافل نہ ہو۔ ممکن ہے وہ نگاہ کرے اور تو آگاہ نہ ہو]

وقوف قلبی کہتے ہیں دل کا دھیان اللہ خالق کی طرف رکھنے کو۔ رابطہ قلبی کہتے ہیں سالک اپنے آپ کو خالی سمجھے اپنے قلب کو شیخ کے قلب سے مربوط رکھے۔ اور یہ خیال کرے کہ شیخ کے قلب سے فیضان میرے دل میں آرہا ہے۔

سالک کی روحانی ترقی ذکر کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے اور مرشد کی توجہات سے بھی۔ تاہم ذکر کرنے سے جو راستہ سالوں میں طے ہوتا ہے وہ مرشد کی توجہات سے لمحوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں:

ہم سایہ رہبر بہتر است از ذکر حق

[رہبر کا سایہ بھی ذکر حق سے بہتر ہے۔]

کسی عارف نے کہا کہ علماء کی محفل میں بیٹھو تو زبان سنبھال کر بیٹھو۔ ملوک و سلاطین کی محفل میں بیٹھو تو نگاہ کو سنبھال کر بیٹھو اور اہل اللہ کی محفل میں بیٹھو تو دل کو سنبھال کر بیٹھو۔ صحابہ کرامؓ کو نبیؐ کی چند لمحوں کی صحبت سے وہ کچھ نصیب ہوا جو غیر صحابہ کو ہزاروں سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ایک توجہ نے نان بائی کو کمال سے کمال پہنچا دیا۔

ادب 7:- شیخ کی صحبت میں با ادب ہو کر نہایت عاجزی سے خاموش بیٹھا رہے۔ اور اس کے کلام قدسی کو نہایت غور سے سنتا رہے ادھر ادھر نہ دیکھے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے بوقت ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔ گفتگو آہستگی اور نرمی سے کرے نیز اپنی آواز مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔ کوئی بات ایسی نہ کہے جو پیر کی تنگی اور گرانی کا سبب بنے۔

فائدہ:- سالک جب طالب صادق بن کر گوش ہوش سے نصیحت سنے۔ تو دل پر حقیقی اثر ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "ان فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید" (سورۃ ق: آیت 37)

[اس میں نصیحت ہے ہر اس شخص کیلئے جس کے پاس عقل ہو یا کم از کم دوسرے کی بات توجہ سے سنے]

مرشد کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ممکن ہے شیخ کسی خاص علمی نکتہ پر غور و فکر کر رہے ہوں یا کسی کے دل پر باطنی توجہات ڈال رہے ہوں یا ان پر الہام کی کیفیت ہو یا کسی اہم کام یا مضمون کی طرف طبیعت متوجہ ہو۔ایسی صورت میں کسی کا بدون اجازت کلام کرنا طبیعت پر انقباض کا باعث بنتا ہے۔ مزید برآں دوران گفتگو اپنی آواز کو مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

استعمال کرنے اس کی صورت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرنے جو آداب شیخ کے روبرو بجا لاتا ہے وہی پیچھے بھی بجا لائے تاکہ اخلاص نصیب ہو۔

فائدہ-- مرشد کے سامنے بلا اجازت کھانے پینے میں مشغول نہ ہو جانا چاہئے۔ حتیٰ کہ مرشد اپنے دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت دے تو بیٹھ جائے ورنہ تھوڑی پیچھے ہٹ جائے۔ مرشد کی نظر وہ چیز دیکھ سکتی ہے جو سالک کی نظر نہیں دیکھ سکتی۔ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے مشائخؒ کا دستور ہے کہ وہ کھانے پینے کی اشیاء میں توجہ شامل کرکے سالک کو کھلاتے ہیں ان کے ہاں بعض مشائخؒ تو خلافت و اجازت سلسلہ دیتے ہوئے اس بات پر عمل کرتے ہیں کہ کچھ اپنی باطنی توجہات کھانے پینے کی چیزوں میں شامل کرکے سالکوں کو پیش کیا کرتے۔ تصوف کی کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ بعض مشائخ نے خلافت دیتے وقت اپنے ہاتھ سے کوئی چیز سالک کو کھلائی۔ حضرت مرشد عالمؒ دسترخوان پر جمع ہونے والے تمام سالکین کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہتے تھے۔ تربیت کے نئے زاویے ڈھونڈنے کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کو دیکھا ہے دسترخوان پر انکا اس قدر کنٹرول ہوتا تھا کہ جو سالک چند مرتبہ ان کے سامنے کھانے میں شریک ہو جاتا اس کے کئی کس بل نکل جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے لئے نہایت پرتکلف کھانوں پر مشتمل دسترخوان چنا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی حاضر خدمت تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک جوتی کونے ایک پلیٹ میں تھوڑی سی دال ڈالی اور حضرت گنگوہیؒ کے ہاتھ میں پکڑا کر فرمایا "مولانا! اس دسترخوان کے کونے پر بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤ۔" حضرت گنگوہیؒ برضا و رغبت کھانے میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت سخت لہجے میں کہا "رشید احمد! جی تو چاہتا تھا کہ تمہیں جوتوں والی جگہ پر بٹھا کر روٹی دیتا کہ دسترخوان پر بٹھا دیا۔" یہ کہتے ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے نہایت ادب سے عرض کیا "حضرت! آپ نے سچ فرمایا میں اسی قابل تھا کہ جوتوں میں بٹھایا جاتا۔ آپ کا احسان ہے جو یہاں بیٹھنے دیا۔" حضرت حاجی صاحبؒ نے جب ملاحظہ کیا کہ لوگوں کے سامنے اتنی کڑوی کسیلی سن کر بھی مولانا کا نفس نہیں بھڑکا تو فرمایا "الحمد للہ" ذرا کے

اثرات محسوس ہو رہے ہیں۔"

ادب 11:- جس جگہ مرشد بیٹھا ہوا ہو اس طرف پاؤں نہ پھیلائے اس کی طرف منہ کر کے نہ تھوکے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

فائدہ:- فقہائے کرام نے بیت اللہ شریف کی طرف پاؤں پھیلانا یا تھوکنا مکروہ لکھا ہے اگرچہ بیت اللہ سامنے نہ ہو۔ جس طرح بیت اللہ مرکز انوار و تجلیات ہے اسی طرح مرشد کا قلب بھی تجلیات ذاتیہ کا مورد ہوتا ہے لہٰذا مرشد کے لئے بھی انہی آداب کی رعایت ضروری ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ طواف کرنے کے بعد کعبۃ اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بیت اللہ! تیری حرمت بھی بہت زیادہ ہے مگر "حرمة المومن ارجح من حرمة الكعبة" [مومن کی عزت بیت اللہ کی عزت سے بھی زیادہ ہے]

ادب 12:- شیخ کے سایہ پر قدم نہ رکھے اور حتی الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

فائدہ:- کسی چیز کو پاؤں تلے روندنا اس کی تحقیر کی علامت ہوتی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ مرشد کے سایہ پر بھی قدم نہ رکھے تاکہ بے حرمتی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اسی طرح اپنا سایہ مرشد پر نہ پڑنے دے کہ بسا اوقات روشنی کا رک جانا طبعی الجھن کا سبب بنتا ہے۔ سالک ان آداب کو معمولی نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے چھوٹے ذرات مل کر ہی ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ ایک دانہ خرمن کو تو نہیں بھرتا مگر ان دانوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو خرمن کو بھر دیا کرتے ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ کا قول ہے "گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھو جس کی نافرمانی ہو رہی ہے" اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی ادب کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ مرشد کی ذات کو سامنے رکھو جو مالک حقیقی سے واصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ حضرت مرشد عالمؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک طالب صادق حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا "حضرت کچھ دنوں سے لطائف بند ہو گئے ہیں، سمجھ نہیں آتی کیا وجہ ہے۔" حضرت

نے فرمایا "غور کرو آپ سے کوئی نہ کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے جس کی یہ سزا ہے" وہ سالک کافی دیر غور کرتا رہا۔ بالآخر اسے یاد آیا کہ چند دن پہلے مرشد کا عصا پڑا ہوا تھا۔ اور وہ اس کے اوپر سے گزر گیا تھا چنانچہ توبہ استغفار کرنے سے لطائف دوبارہ جاری ہو گئے۔

ادب 13:۔ شیخ کے آگے نہ چلے اور پیچھے چلنے میں شرم نہ کرے بلکہ سعادت سمجھے۔

فائدہ: مرشد کے آگے نہ چلنے سے مراد یہ ہے کہ دن کے اوقات میں چلتے ہوئے بلاضرورت ان سے آگے نہ بڑھے۔ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے آگے چلنا پڑے تو مضائقہ نہیں ' بلکہ بسا اوقات آگے چلنا بہتر ہوتا ہے۔ مثلاً رات کے وقت اس نیت سے آگے چلنا کہ کوئی موذی جانور راستے میں نہ ہو یا گڑھا راستے میں نہ ہو یا کوئی ایسا پتھر نہ پڑا ہو کہ کوئی ٹھوکر کھا کر گرے یا خود مرشد ہی کسی وجہ سے آگے چلنے کا حکم دیں تو پھر آگے چلنا ہی عین ادب ہے۔ "الامر فوق الادب" یعنی حکم ادب پر فائق ہے۔]

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالمؒ حرم شریف سے نکلے تو کسی کے ہاں جانا تھا۔ حضرتؒ نے میزبان سے کہا کہ آگے چلیں ہمیں راستے کا پتہ نہیں ' وہ کہنے لگے "نہیں نہیں حضرت آپ ہی آگے چلیں میں راستہ بتاؤں گا" اب چلتے چلتے جب کوئی موڑ آتا تو حضرتؒ کو پیچھے مڑ کر پوچھنا پڑتا کہ کس طرف جانا ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرتؒ نے دوبارہ میزبان سے کہا کہ آپ آگے چلیں وہ پھر معذرت کرنے لگے کہ نہیں حضرت" بس میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں۔ جب تیسری مرتبہ کہنے پر بھی انہوں نے وہی جواب دیا تو حضرتؒ نے غصے میں آکر عصا لہرایا اور کہا "تو میرا پیر ہیں یا میں تیرا پیر ہوں" [تو میرا پیر ہے یا میں تیرا پیر ہوں] تب ان صاحب کو حقیقت سمجھ آئی اور وہ آگے چلنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب سفر ہجرت میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ تھے تو کچھ دیر پیچھے چلے پھر آگے چلنے لگے پھر کبھی دائیں چلتے اور کبھی بائیں چلتے۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جب پیچھے چلتا ہوں تو خیال آتا ہے دشمن آگے سے نہ حملہ کر دے۔ جب آگے چلتا ہوں تو دائیں بائیں سے حملے کا ڈر ہوتا ہے اس لئے کبھی دائیں یا بائیں چلتا ہوں۔ نبی علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ یہ عشق و محبت کی داستان

تھی۔ پورے سفر میں یہی معاملہ رہا۔ جیسے پروانہ کسی شمع کے گرد طواف کر رہا ہوتا ہے۔ "ھنیئا لارباب النعیم نعیمھا" [اہل نعمت کو اپنی نعمت مبارک ہو] عام اصول یہی ہے کہ مرید بلاضرورت مرشد کے آگے نہ چلے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نوجوان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی اپنے باپ کا نام لیکر نہ پکارنا اور راستہ چلتے ہوئے آگے نہ چلنا۔

عیون الاخبار میں ہے کہ حضرت عمر بن زید سے ان کے بیٹے کی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "میں دن میں کہیں چلا مگر وہ میرے پیچھے تھا، میں رات میں نہیں چلا مگر وہ آگے تھا۔ اور وہ کسی ایسی چھت پر نہیں چڑھا جس کے نیچے میں تھا۔"

حضرت مرشد عالم فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے مرشد کے پیچھے آنکھیں نیچے کیے بالتو مینڈھے کی طرح چلا کرتا تھا۔

ادب 14:۔ جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور اس کے بیٹھنے کے بعد بیٹھے۔

فائدہ:۔ یہ اکرام میں داخل ہے کہ جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور جب شیخ بیٹھے تو مرید بھی بیٹھ جائے۔ بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو کھڑا ہونے سے منع کیا تو پھر مشائخ کی مجالس میں لوگ کسی کے اکرام کے لئے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ یہ حضرات ایسے موقع پر نہ تو خود کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی کھڑا ہونے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔ شریعت محمدیہ کا یہ حسن ہے کہ جہاں کسی معاملہ میں دو فریق ہوں تو دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی تلقین کی جاتی ہے تاکہ معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں۔ دونوں میں محبت و پیار اور اکرام و تکریم کا رشتہ استوار رہے۔

شریعت نے ایک طرف تو مرید کو کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ استاد کی عزت افزائی ہو اور "انزلوا الناس منازلھم" پر عمل ہو۔ دوسری طرف مرشد کو حکم دیا کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند نہ کرے تاکہ عجب و تکبر سے بچ سکے۔ پس مرید کھڑے ہونے کو فرض منصبی سمجھے اور مرشد محبت و پیار سے بیٹھنے کی تلقین کرتا رہے تاکہ محبت و عقیدت کا بندھن سلامت رہے۔ کھڑا نہ ہونے کی احادیث تو معروف ہیں ہی کسی کے کھڑے ہونے کے بارے میں دو احادیث

پیش کی جاتی ہیں۔ امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے گفتگو کرتے پھر آپ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذؓ تشریف لا رہے تھے جب قریب آ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انصار سے کہا "قوموا لسیدکم" (اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ) پس صحابہؓ کرام ان کے اکرام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے اس حکم کے پیش نظر مرید اپنے سیدا مرشد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

ادب 15:۔ شیخ کے روبرو اور پس پشت یکساں رہے۔ اپنا ظاہر و باطن ایک طرح پر رکھے یعنی دل اور زبان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ رکھے۔

فائدہ:۔ جو مرید اپنے شیخ کے روبرو اور پس پشت یکساں نہ رہے اس کی مثال اس مریض کی سی ہے جو طبیب سے اپنا مرض چھپائے۔ یقیناً ایسے مریض کو شفاء نصیب نہیں ہوتی۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرید اپنا سب کچھ مرشد کے سامنے اس طرح کھول دے جس طرح بیٹی اپنا سب کچھ ماں کے سامنے کھول دیتی ہے۔ شریعت نے جس طرح علاج کی خاطر طبیب کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت دی ہے اسی طرح روحانی علاج کی خاطر مرشد کے سامنے اپنا کیا کرایا کھولنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ اسے ضروری قرار دیا ہے۔ اگر مرید اپنے مرشد سے عیب چھپائے گا تو نقصان بھی خود ہی اٹھائے گا۔ بقول شخصے

"اگر تم اپنا عیب چھپانے کے لئے دروازے بند کر لو گے تو سچائی بھی باہر رہ جائے گی" ایسی صورت میں تو ذکر بھی فائدہ نہیں دیتا۔

رام رام چھپیاں میری جیبھا گھس گئی
رام نہ دل وچ وسیا اُلٹی دھاڑ پئی
گل وچ مالا کاٹھ دی تے منکے لے پرو
دل وچ گھنڈی پاپ دی رام جپیاں کی ہو

[رام رام کرتے میری زبان گھس گئی مگر رام دل میں نہ بسا یہ کیا مصیبت پڑ گئی گلے میں کاٹھ کی مالا اور منکے

کر فرمایا ہیں ایک آیت یاد ہے "ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم" جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ پھر پوچھا کہ حضرت احادیث یاد ہیں۔ فرمایا صرف ایک یاد ہے۔ "من بدل دینہ فاقتلوہ" جو اپنا دین بدلے اسے قتل کرو۔

یہ کہنے کے بعد شیخ زار و قطار رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "یا اللہ! میں آپ سے ایسا گمان تو نہیں رکھتا تھا" حضرت شبلیؒ بھی دعائیں مانگتے رہے۔ بار بار کرنے کے کافی دیر کے بعد شبلیؒ واپس وطن چل پڑے۔ راستے میں ایک دریا کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت عبداللہ اندلسیؒ تر و تازہ مسکراتے چہرہ طبیعت میں بشاشت سامنے ظاہر ہوئے۔ حضرت شبلیؒ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معمہ تھا۔ فرمایا کہ جس وقت میں سالکین کی جماعت کے ہمراہ عیسائیوں کی بستی سے گزر رہا تھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا "یہ عیسائی کیسے بیوقوف لوگ ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا" فوراً گرفت ہوئی ایک آواز آئی "اگر تم اسلام پر ہو تو یہ تمہارا کمال ہے یا ہمارا کمال ہے" اس کے ساتھ ہی باطنی نعمت چھین کر اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈال دیا۔ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ وہ بات جو عامۃ الناس کے نزدیک کوئی وزن نہیں رکھتی، اس کے کرنے پر بھی مقربین کی پکڑ ہو جاتی ہے۔ حضرت شبلیؒ اپنے شیخ کے ہمراہ واپس آئے تو خانقاہوں کی رونقیں لوٹ آئیں۔ اس واقعہ میں سالکین کے لئے کئی نکتے ہیں ایک تو یہ کہ کمالات کو کبھی اپنی طرف منسوب نہ کریں دوسرا یہ کہ استقامت والے شیخ سے خلاف شرع بات صادر ہو جائے تو یہ سمجھیں کہ کوئی آزمائش ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنی کیفیت حالات و واردات پر فریفتہ نہ ہوں۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہوں۔ حضرت شبلیؒ کی اپنے شیخ سے عقیدت و محبت سالکین کے لئے روشنی کا مینار ہے۔

ادب 17:- شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے دل تنگ نہ ہو اور بدگمانی کو راہ میں نہ آنے دے کیونکہ شیخ کی سختی طالب کے لئے صیقل کا کام کرتی ہے۔

فائدہ:- جس طرح ایک مالی کسی پودے کے فاضل حصوں کو کاٹتا ہے تو پودے کی نشوونما بھی اچھی ہوتی ہے اور وہ دیکھنے میں بھی دیدہ زیب نظر آتا ہے یا جس طرح ایک طبیب کسی مریض کے زخم پر کبھی نشتر لگاتا ہے کبھی اس میں سے گندا مواد نکالتا ہے اور کبھی اس پر مرہم لگاتا ہے حتیٰ

کہ مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرشد کامل مرید کی تربیت کے لئے کبھی شفقت و محبت سے پیش آتا ہے اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے تاکہ مرید میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ مرشد کی ڈانٹ ڈپٹ مرید کی باطنی بیماریوں کے لئے تریاق کا کام دیتی ہے۔ مرشد چونکہ اخلاص کے ساتھ تربیت کی خاطر روک ٹوک کرتے ہیں لہٰذا مریدین اس زجر و توبیخ کو بھی تحسین غلاف میں پوشیدہ شکرپارے سمجھتے ہیں اور پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے "پیر کو چپ شاہ نہیں ہونا چاہئے" اگر مرشد اپنے مریدین کی کوتاہیوں پر خاموش رہے گا، نہ موقع پر سمجھائے گا نہ ہی تنہائی میں تو مریدین کی اصلاح کیسے ہو گی۔ مریدین کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر اصلاح کی کوشش نہ کرنا سراسر مداہنت ہے۔ اس سے پیری مریدی تو چل جاتی ہے مگر مریدین کی تربیت نہیں ہوتی۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے "حلوہ" پیر اور مولوی کے لئے سیمنٹ کا کام کرتا ہے" یعنی حلوہ کھانے سے منہ بند ہو جاتا ہے۔ امراء کو تو بالخصوص اعتقاد کی چھری سے ذبح کرتا چاہئے۔ حضرت مرشد عالمؒ یہ فرمایا کرتے تھے "جب تک "دب" نہ ہو ادب نہیں ہوتا" یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ "مرشد اگر بلاوجہ کسی چھوٹی بات پر کھڑا کر کے مرید کو جوتے مارے تو بھی مرید کو چاہئے کہ وہ جوتا اٹھا کر دے۔" مرشد کی بلاوجہ ڈانٹ میں بھی حکمت ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ مرید کا نفس بھڑکتا ہے یا نہیں؟ مرشد اگر مرید کو کسی بھی پر اسے ڈانٹتا ہے تو اس احساس کے ساتھ کہ جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگا لی ہے اگر سیاہی دھوئے گی تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔ مزید برآں ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کا مقصد اصلاح احوال ہوتی ہے۔ کوئی دل میں غبار رکھنا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مرشد مریدین کی غلطیوں، کوتاہیوں پر دل میں غبار رکھنے لگے تو پھر اس کے دل میں غبار کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ مرشد کا غصہ عارضی ہوتا ہے اگر مرید اپنی اصلاح کرلے تو غصہ شفقت و محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مرشد جب کسی مرید کو ڈانٹتا ہے تو نہ اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے اور نہ ہی مرید کو گھٹیا سمجھتا ہے مرید کو ڈانٹتے وقت مرشد کی کیفیت اس جلاد کی سی ہوتی ہے جسے بادشاہ حکم دے کہ شہزادے کی فلاں غلطی کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے لگاؤ۔ جلاد تعمیل حکم کی وجہ سے شہزادے کو کوڑے بھی لگائے گا مگر دل میں شہزادے کی حقارت کی بجائے محبت ہو گی۔ پس مرشد ڈانٹ بھی رہا ہوتا

ہے دل سے توجہ بھی ڈال رہا ہوتا ہے اور نیم شب کی تنہائیوں میں مرید کے لئے ہاتھ پھیلا کر دعائیں بھی کر رہا ہوتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی کو تنبیہ کرتے تھے تو اس کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔

مرشد اگر کسی مرید پر زیادہ توجہ دے اور کسی پر کم توجہ دے تو مرید دل تنگ نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ جس طرح کوئی طبیب بعض مریضوں کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھتا ہے اور بعض مریضوں کو عام وارڈ میں رکھتا ہے اسی طرح مریدین کو شیخ کی توجہ میں ظاہری تفاوت محسوس ہوتا ہے حقیقتاً دل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ادب 18:— دل میں کوئی شبہ گزرنے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے عرض کر دے اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا قصور سمجھے۔ اگر مرشد کوئی جواب نہ دے تو جان لے کہ میں جواب کے لائق نہ تھا۔

فائدہ:— جو سالکین اپنے مرشد سے محبت و عقیدت کے رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر بنا لیتے ہیں اول تو انہیں کوئی غلط فہمی پیدا ہی نہیں ہوتی اگر ان میں کوئی سوال پیدا بھی ہو تو عموماً مرشد کی توجہ کی برکت سے خود ہی جواب بھی دل میں القا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ مرشد کی زبان سے دوران گفتگو اسکا جواب دلوا دیتے ہیں۔ سالکین حیران ہو کر کہتے ہیں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

[اے کہ تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے اور آپ سے بغیر کہے سنے مشکل حل ہو جاتی ہے]

سالکین طریقت کے لئے مرشد کے کسی قول و فعل پر دل میں شبہ کا پیدا ہونا سب سے بڑا شیطانی دھوکا ہے عموماً مبتدی حضرات محبت و عقیدت اور رابطہ شیخ میں کمی کی وجہ سے اسکا شکار ہو جاتے ہیں ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہئے کہ جب بیعت سے پہلے مرشد میں وہ تمام شرائط نشانیاں اور صفات دیکھ لی گئیں جو ایک شیخ کامل میں ہونی چاہئیں تو پھر بیعت کے بعد شیطان کو کوئی بھی غلط فہمی پیدا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ ہر بات میں اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہوئے مرشد کو ناقدانہ نظر سے دیکھنے اور پرکھنے رہنا فیض سے محرومی کا سبب ہوتا ہے۔ یہ جاہل

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سید احمد شہیدؒ کو تصور شیخ کا حکم دیا تو سید صاحبؒ نے نہایت ادب سے معذرت کی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے یہ شعر پڑھا

به می سجاده رنگین کن گرت پیر مغان گوید

که سالک بے خبر نبود ز راه و رسم منزلها

[مرشد کامل کے کہنے پر اپنے مصلیٰ کو شراب سے رنگین کرو کیونکہ راہ حق پر چلنے والا حق کے طور طریقوں سے بے خبر نہیں ہوتا]

سید صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے حکم سے شراب پی لوں گا پھر توبہ کروں گا مگر میرے نزدیک تصور شیخ شرک ہے۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اٹھ کر سید صاحبؒ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا "الحمد للہ تم پر توحید غالب ہے۔ اب ہم تمہیں اور راستے سے لے چلیں گے۔"

مرید اختلاف رائے کی صورت میں مباحثے اور جھگڑے کی صورت نہ بنائے اگرچہ حق مرید حق کی جانب ہو۔ غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کی رائے تھی کہ قیدیوں کو بعض شرائط پر رہا کر دیا جائے جبکہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ جب وحی اتری تو حضرت عمرؓ کی رائے وحی کے مطابق تھی۔

شرع شریف کا حکم ہے کہ مجتہد کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں اور اگر غلط ہو تو بھی اسے ایک ثواب ضرور ملتا ہے۔ شیخ کی خطا بھی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ لہٰذا سالک کو یہی گمان رکھنا چاہئے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے سہواً چار رکعت نماز پڑھتے ہوئے دو پر سلام پھیر دیا۔ نبی رحمت ﷺ کا یہ سہو امت کے لئے رحمت بن گیا اور سجدہ سہو کے مسائل واضح ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام کو اس سہو پر وہ اجر ملا کہ ابوبکرؓ کی پوری زندگی کی نیکیاں بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ آپ کا مشہور قول ہے۔ "یالیتنی کنت سھو محمد" [اے کاش میں محمد ﷺ کا سہو ہوتا]

ادب 20: – شیخ کے روبرو بیہودہ باتیں نہ کرے اور نہ ہی کسی کے عیوب بیان کرے۔

فائدہ: – عیب جوئی دوسروں پر تنقید اور تبصرہ ان لوگوں کی عادت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب سے محروم ہوتے ہیں ورنہ دوست کو کب فرصت ہوتی ہے کہ وہ اپنے دوست کی یاد چھوڑ کر لایعنی باتوں میں وقت ضائع کرے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ سعدیؒ نے تصوف کو دو شعروں میں سمجھا دیا۔

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش
دوم آنکہ درکس تو بدبیں مباش

[میرے شیخ مرشد کامل شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے مجھے دو نصیحتیں دریا کے کنارہ کشتی پر بیٹھ کر فرمائیں۔
(1) اپنی نیکیوں پر ندامت رکھو۔ (2) دوسرے کی غلطیوں میں نگاہ مت ڈالو اور درگزر کرو]

گویا تصوف کا نچوڑ دو لفظوں میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ سالک اپنے پر "خود بیں" نہ ہو اور دوسرے پر "بدبیں" نہ ہو۔ یعنی اپنی اچھائیوں پر نظر نہ جمائے رکھے اور دوسروں کی برائیوں پر نظریں لگائے رکھے۔

ادب 21: – مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ اس کے دوستوں محبوں اور نیز پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اس کی بدگوئی اور اس کے مخالفوں سے دور رہے تاکہ استقامت حاصل ہو۔

فائدہ: – مرشد سے محبت کی پہچان یہی ہے کہ مرید اپنے مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت و مودت رکھے۔ یہی تعلیم کتاب و سنت سے ملتی ہے قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا:

"یقوم لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی" (الشوریٰ آیت 23)

[اے میری قوم میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اپنے قرابت داروں سے محبت کے]

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال۔ حب نبیکم و حب آل بیتہ و تلاوۃ القرآن" [اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو۔ پیغمبر کریمؐ کی محبت آپ کے اہل بیت کی محبت اور تلاوۃ قرآن۔

ادب 22:۔ اپنے احوال باطنی (اچھے ہوں یا برے) مرشد کے سامنے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اصلاح کرے گا۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کرکے سکوت نہ کرے۔

فائدہ:۔ جس طرح کوئی مریض اپنے حالات سے طبیب جسمانی کو باخبر رکھتا ہے اگر نہ رکھے گا تو موت کے منہ میں چلا جائے گا' اسی طرح سالک کو چاہئے کہ اپنے مرشد یعنی طبیب روحانی کو کیفیات و واردات سے مطلع کرتا رہے ورنہ دل مردہ ہو جائے گا۔ اس معاملے میں افراط و تفریط سے بچنا لازمی ہے۔ افراط یہ کہ سالک اپنی کیفیات شیخ کے علاوہ ہر کس و ناکس کے سامنے بتاتا پھرے حالانکہ واردات و کیفیات تو عرائس باطنی ہوتی ہیں بھلا کوئی شخص غیر کو اپنی دلہن دکھاتا ہے۔ تفریط یہ ہے کہ اپنے حالات شیخ کے سامنے بھی نہ کہے اور یہ سوچتا رہے کہ مرشد صاحب کشف ہیں انہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔ اعتدال کی راہ یہی ہے کہ اپنے حالات سے مرشد کو مطلع کرتا رہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ سالک اگر اطلاع اور اتباع کو اپنا دستور بنالے گا تو اس کی ترقی میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

ادب 23:۔ خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد کی خدمت میں عرض کرے اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی بیان کرے۔

فائدہ:۔ بعض سالکین لطیف الطبع ہوتے ہیں انہیں بہت خواب نظر آتے ہیں اور بعض کثیف الطبع ہوتے ہیں انہیں کم خواب نظر آتے ہیں۔ زیادہ خواب نظر آنا فضیلت کی بات نہیں اور کم خواب نظر آنا بھی گراوٹ کی دلیل نہیں۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1)۔۔۔ حدیث نفس' سالک جو کچھ دن میں کرتا سوچتا ہے یا اس کے لاشعور میں ہوتا ہے وہی کچھ خواب میں نظر آجاتا ہے۔

2۔۔۔ اضغاث احلام۔ ایسے پراگندہ خیالات خواب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

3۔۔۔ رؤیاء صالحہ۔ سچے خواب جنہیں نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے۔

ان تینوں قسم کے خوابوں میں پہچان کرنا ایک مشکل امر ہے۔ باطنی بصیرت رکھنے والا ہی یہ صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ سالک کو چاہئے کہ جو کچھ خواب میں دیکھے وہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے کم و کاست عرض کر دے۔ مرشد اگر تعبیر بتا دے تو فبہا اگر خاموش رہیں تو سمجھ لے کہ تعبیر بتانا میرے لئے بہتر نہیں تھا یا پھر یہ خواب قابل تعبیر نہ تھا۔ تعبیر رؤیاء کے سلسلہ میں چند باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

1۔۔۔ کئی خواب جس صورت میں نظر آئیں ان کی تعبیر بعینہ اسی طرح ہوتی ہے۔

2۔۔۔ کئی خوابوں کی تعبیر الٹ ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کو دیکھا کہ مر گیا مگر حقیقت میں لمبی زندگی پائی۔

3۔۔۔ کئی خوابوں کی تعبیر تمثیل پر منحصر ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے موٹی گائے دیکھی تو تعبیر رزق کی فراوانی والا سال، پتلی گائے کی تعبیر قحط زدہ سال۔

4۔۔۔ ایک ہی خواب دو مختلف آدمی دیکھیں تو دونوں کے لئے تعبیر مختلف ہو گی۔ نیک آدمی نے خواب دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں تو "واذن فی الناس بالحج" کے تحت حج کی۔ کسی فاسق شخص نے دیکھا کہ اذان دے رہا ہوں۔ تو "ثم اذن مؤذن" کے تحت چوری کرتے پکڑا گیا، ذلت ملی۔

5۔۔۔ ایک ہی خواب مختلف موسموں میں دیکھیں تو تعبیر مختلف۔ سردیوں میں آگ دیکھیں تو فائدہ پہنچے، گرمیوں میں آگ دیکھیں تو نقصان ہو۔

6۔۔۔ کئی مرتبہ خواب ظاہر میں ایسے پراگندہ مگر رؤیاء صالحہ میں سے ہوتا ہے۔ زبیدہ خاتون نے اپنے آپ کو برہنہ دیکھا پھر انسانوں، جانوروں اور پرندوں کو دیکھا کہ اس سے زنا کر رہے ہیں۔ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی، ڈر گئی کہ کہیں رسوا نہ ہو جاؤں۔ مگر تعبیر یہ تھی کہ اس نے نہر بنوائی جس سے انسانوں، جانوروں، پرندوں اور چرندوں نے پانی پیا۔ زبیدہ خاتون کے لئے صدقہ جاریہ بنی۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اپنی ماں سے زنا کر رہا ہوں۔ بہت پریشان ہوا۔ مگر ماں سے مراد زمین اور زنا سے مراد اس سے فائدہ تھا۔ چنانچہ اسے اپنی کھیتی سے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔

سالکین کو ایک اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بالفرض سچا خواب بھی نظر آئے تو جب تک پورا نہ ہو کیا فائدہ۔ مثلاً خواب میں دیکھا کہ بادشاہ بن گیا ہوں تو کیا فائدہ جب تک حقیقت میں نہ بنے۔ حضرت یوسفؑ نے سورج، چاند، ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا مگر کنویں میں گرنا پڑا۔ مصر میں بکنا پڑا۔ عزیز مصر کے گھر کی چاکری کرنی پڑی۔ آزمائش میں سے گزرنا پڑا، نو سال جیل کاٹنی پڑی پھر بادشاہت ملی اور خواب پورا ہوا۔ جب سچے خوابوں کا بھی یہ حال ہے تو پھر اوٹ پٹانگ خوابوں پر فریفتہ کیا ہونا۔ بعض سالکین تو ہر وقت خواب ہی سناتے پھرتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوابوں کی دنیا کے شہزادے ہیں۔

درحقیقت شیطان خوابوں کے ذریعے بڑے بڑوں کو گرا دیتا ہے۔ خود پسندی اور عجب پیدا کرکے فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مرشد ہی کی ذات ہے جو ان شیطانی ہتھکنڈوں سے خبردار کرتی ہے تاکہ ایمان بچ جائے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید روزانہ خواب میں جنت کی سیر کرتا تھا۔ صبح اٹھ کر لوگوں میں تذکرے کرتا حتیٰ کہ اس کے قصے زبان زد عام ہو گئے ایک سال اسی حالت میں گزر گیا۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے دیکھا کہ خود پسندی اور خود فریبی کے جال میں پھنس چکا ہے فرمایا "اب جنت نظر آئے تو "لاحول و لا قوۃ" پڑھنا" مرید سمجھا کہ شیخ مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں۔ اگلی رات خواب میں جنت کی سیر کرنے لگا تو خیال آیا کہ شیخ نے کہا تھا (درحقیقت یہ شیخ کی توجہ اور برکت تھی) کہ لاحول پڑھنا جب پڑھا تو سب نقشے ختم چند ہڈیاں پڑی دیکھیں۔ تب احساس ہوا کہ شیطان تو میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا تھا۔

بعض سالکین کو خواب میں بزرگ نظر آتے ہیں سالک سمجھتا ہے کہ مجھے باطنی فائدہ ہو رہا ہے۔ یقیناً شیطان اس کا رابطہ شیخ سے کاٹنا چاہتا ہے۔ بعض سالکین کو دیکھا کہ خواب ایک سے بڑھ کر ایک عجیب و غریب دیکھتے ہیں مگر پابندی شریعت میں سست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ فتنہ

وجود کی میں پھر حالت تنازع کی صورت میں صحابہ کرام جیسے پاکیزہ حضرات کو دھوکہ دینے سے شیطان باز نہیں آیا تو پھر ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں کہ بلند و بانگ دعوے کریں۔ آج سالک کی کمزور روحانیت، مشکوٰۃ نبوت سے اتنا بعد، فتنے والا دور، پھر نیند کی حالت میں تو شیطان کے لیے بہکانا کونسا مشکل کام ہے۔ سالک کو یوں سوچنا چاہیے کہ جب شیطان جیتے جاگتے ہوش و حواس بہکا دیتا ہے تو خواب کی حالت میں بہکانا کونسا مشکل کام ہے۔ ہاں خوابوں پر اعتماد ہرگز نہ کرے۔ جو کچھ دیکھے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کر دے اور دعائیں کرتا رہے۔ "اللهم اني اعوذبك من همزات الشياطين واعوذبك رب ان يحضرون" (اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ شیطان مردود کی چھیڑ سے اور اس بات سے کہ وہ شیطان میرے اعمال میں حاضر ہو کر دخل دیں)

ادب 24:- جو ورد وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو اپنا معمول بنائے اس کے علاوہ تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اپنی طرف سے شروع کئے ہوں یا کسی دوسرے نے بتائے ہوں۔ البتہ اعمال مسنونہ مستثنیٰ ہیں۔

فائدہ:- یہ بات عامۃ الناس میں بھی مشہور ہے کہ مریض کو ایک وقت میں ایک طبیب کی دوا استعمال کرنی چاہیے اسی طرح سالک کو فقط اپنے ہی شیخ کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کی اصل "وحرمنا عليه المراضع" ہے۔ اپنی مرضی سے یا کسی اور کے کہنے پر مزید وظائف کو اپنائے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ مبتدی کے لئے وظائف دوائی اور منتہی کے لئے غذا کی مانند ہوتے ہیں۔ وظائف میں ثواب کی نیت کرنا برا نہیں ہے "و فی ذالك فليتنافس المتنافسون" (اور رغبت کرنے والوں کو ایسی چیز کی رغبت کرنا چاہیے) اس کی دلیل ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے عمل کو اتنا کامل بھی نہ سمجھے کہ ناز پیدا ہو اور اتنا ناقص بھی نہ سمجھے کہ مایوسی ہو۔ "يدعون ربهم خوفا وطمعا" (السجدہ آیت 16)

(ایمان والے اپنے رب کی عبادت خوف اور امید کے درمیان کرتے ہیں) عمل کی راز پوشیدہ ہے

اور وظائف صبح و شام کرنے کی قرآنی دلیل "يسبح له فيها بالغدو والآصال" ہے۔

ادب 25 :- شیخ کے پاس بیٹھ کر وظیفہ وغیرہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا لازمی ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

فائدہ :- مرشد کی موجودگی میں سالک کو رابطہ قلبی میں جو فائدہ ملتا ہے وہ ذکر و وظائف سے نہیں ملتا۔ مرشد کی مثال سورج کی مانند اور مرید کی مثال پھل پھول کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی حرارت سے پھلوں کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے یا پھولوں کی رنگت میں خوشنمائی آتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح مرشد کی توجہات سے سالک کے دل میں نورانیت آتی رہتی ہے۔ اگر مرید کوئی وظائف کرنا چاہے تو شیخ کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر کرے۔

ادب 26 :- جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگرچہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے بزرگ سے فیض پہنچ رہا ہے تو یہ خیال کرے کہ میرے مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

فائدہ : جس طرح ایک بلب تار سے جڑا ہوا ہوتا ہے اسے جو بھی بجلی پہنچتی ہے اسی تار کے ذریعے سے پہنچتی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بجلی تربیلا ڈیم سے آرہی ہے یا منگلا ڈیم سے، بجلی جس پاور اسٹیشن سے بھی آئے گی اسی تار سے ہو کر بلب کو ملے گی۔ اسی طرح مرید کو جو بھی باطنی فیض پہنچتا ہے وہ شیخ کے قلب سے ہو کر پہنچتا ہے اگرچہ وہ فیض پیچھے کسی بھی بزرگ کی طرف سے آرہا ہو۔ اسی لئے کوئی مرید ظاہر میں کسی دوسرے بزرگ سے فیض ملتا دیکھے تو بھی یہی گمان کرے کہ میرے شیخ کا کوئی لطیفہ اس شکل میں ظاہر ہو کر مجھے فیض پہنچا رہا ہے۔ مرید کی توجہ کا قبلہ ہمیشہ ایک ہی ہونا چاہئے اس کو کہتے ہیں۔

ہم یک گیر محکم گیر

[ایک ہی شیخ پکڑو اور اس کو ہی مضبوط پکڑو]

حضرت خواجہ محمد سعید قریشیؒ ایک مرتبہ سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت سید زوار حسین شاہؒ، حضرت مولانا محمد سعید نوہاڑیؒ اور مریدین میں سے بھی چند حضرات رفیق سفر تھے۔ مزار مبارک پر کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہمکلامی نصیب ہوئی مختلف امور پر گفتگو کے بعد

حضرت مجددؒ نے فرمائش کی کہ اپنے خلفاء (سید زوار حسین شاہؒ اور مولانا محمد سعید کوہاٹویؒ وغیرہم) کو کچھ دن یہیں میرے پاس چھوڑ جائیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ اب میں تو آگے سفر کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ حضرات فیصلہ کرلیں کہ کیا کرنا ہے۔ مولانا محمد سعید کوہاٹویؒ نے پوچھا "حضرت آپ کا حکم ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں یا ہماری مرضی پر ہے کہ یہاں ٹھہریں یا ساتھ سفر پہ جائیں" حضرت نے فرمایا "آپ حضرات کی مرضی پر ہے میں نے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا پیغام پہنچانا ہے" مولانا کوہاٹویؒ نے کہا "حضرت! ہم آپ کے ساتھ جائیں گے ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔"

سبحان اللہ۔ مرشد کے ساتھ وابستگی ہو تو ایسی۔ دعوت دی جارہی ہے حضرت مجددؒ کی طرف سے جو اپنے سلسلے کے سرخیل بزرگ ہیں، پیغام پہنچا رہے ہیں اپنے پیر و مرشد، تو اس سب کے باوجود یہ کہنا کتنا عجیب ہے کہ حضرت! ہمارے مجدد تو آپ ہیں۔ اسی لئے ان حضرات کو ایسی ایسی کیفیات ملتی تھیں کہ آج کا سالک ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ پاتا۔ "الا ما شاء اللہ"

حضرت خواجہ ابو سعید خرازؒ کے خاندان میں آباؤ اجداد سے ایک خرقہ چلا آرہا تھا مشہور تھا کہ خاندان کے مشائخ نے اپنی توجہات کو اس میں شامل کیا ہوا ہے۔ کئی مرتبہ اس خرقہ کی برکات ظہور میں آئیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو ان کے پیر و مرشد نے جب اجازت و خلافت دی تو انہوں نے بھی ایک خرقہ عطا فرمایا۔ یہ دونوں خرقے حضرتؒ کے استعمال میں رہے۔ جب آپ پر مرض الموت کا غلبہ ہوا۔ تو آپ نے ایک غلام سے کہا کہ خرقہ لاکر میرے اوپر ڈال دو تاکہ میں اس کے فیوضات سے مستفیض ہوں۔ غلام نے پوچھا، حضرت! کونسا خرقہ؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کے خرقے کا بہت احترام ہے لیکن اس وقت میرے پیر و مرشد کا عطا کردہ خرقہ لاؤ۔ میں آخری وقت میں اپنے پیر و مرشد کے انوارات میں مستغرق ہوکر مرنا چاہتا ہوں۔

ادب 27:۔ مرشد کا کلام دوسروں کے سامنے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں جس بات کے بارے میں یہ گمان ہو کہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالا ہے تو اسے ہرگز بیان نہ

کرے۔ کیونکہ بعض باتیں صرف خواص کے لئے ہوتی ہیں۔

فائدہ:۔ سالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مرشد کی صحبت میں سنی ہوئی معرفت کی باتیں ہر خاص و عام کو سناتا پھرے۔ کچھ باتیں سمجھنے کے لئے استعداد کی ضرورت ہوتی ہے اگر استعداد نہ ہو تو ایسی باتیں فائدے کی بجائے نقصان دیتی ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے "كلموا الناس على قدر عقولهم" (لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کیا کرو)

ادب 28:۔ اگر کوئی مرتبہ یا منصب عنایت ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قبول کرے۔ دل میں کوئی دعوی خیال نہ آنے دے۔

فائدہ:۔ اگر مرشد کوئی منصب یا مرتبہ عطا کریں تو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے جان و دل سے قبول کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلیت نہیں قبولیت شرط ہے۔ وہ چاہے تو خاک سے افلاک تک پہنچا دے کس کی مجال ہے کہ "هؤلاء من الله عليهم من بيننا" حضرت فضیل بن عیاضؒ کو رہزنوں کے گروہ سے چنا، ولیوں کا سردار بنا دیا۔ خالدؓ کو بت پرستی سے نکالا اور سیف اللہ کا تاج پہنا دیا۔ وہ اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو سب عیب ہنر ہیں۔ مٹھی بھر خاک قدموں کے نیچے آنے والی سے کہا "انی جاعل فی الارض خلیفة" خلافت اسی کا جھنڈا چلتا ہے تو مردود کو مقبول بنتے اور خاک کو کیمیا بنتے دیر نہیں لگتی۔ وہ چاہتا ہے تو کتے کو ولیوں کی صف میں بٹھا کر قرآن میں اس کے تذکرے کرواتا ہے۔ اور "كلبهم باسط" کے الفاظ کہہ کر مرتبہ بڑھا دیتا ہے۔ کبھی یکبارگی رحمت جوش میں آتا ہے تو مطلوب خود طالب کو کھینچتا ہے پھر محروم رہنے کا کیا سوال۔ پھر تو مٹی بھی سونا بن جاتی ہے رہی بات یہ کہ سالک سوچے میں اس قابل نہیں قابل تو مرتے وقت تک نہیں ہوں گے۔ جس نے سوچا میں اب اس قابل ہو گیا ہوں یہی اس کی ناقابلیت کی دلیل ہے۔

ادب 29:۔ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شیخ کی طرف بغرض بیعت رجوع نہ کرے تاکہ سعادت مندی کی دولت سے مالا مال ہو۔

فائدہ:۔ سالک کو اپنے مرشد کے علاوہ دوسرے مشائخ سے استفادہ کرنے کی درج ذیل صورتیں پیش آسکتی ہیں۔

1۔۔۔ بیعت کا تعلق ایک شیخ سے تھا مگر روزگار یا تعلیم کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک جانا پڑا۔ وہاں کا ماحول اخلاقی خراب۔ شیخ سے رابطہ مشکل تو اپنے ہی سلسلہ کے کسی مقامی بزرگ کی صحبت میسر ہے تو ایسی صورت میں اپنے مرشد کی اجازت سے اس مقامی بزرگ کو پیر بنانے۔ پہلے والے شیخ پیر طریقت ہوں گے۔ دوسرے پیر تعلیم۔ ایک وقت میں دو شیخوں سے تعلق کتب میں منقول ہے۔

2۔۔۔ مرشد سے بیعت کا تعلق تو ہے مگر رابطہ قائم نہیں ہے تو ان کا ادب و احترام دل میں رکھتے ہوئے ان کی اجازت سے کسی دوسری جگہ بیعت کرنے، مقصود تو اصلاح ہے۔

3۔ اپنے شیخ کے خلفاء میں سے کوئی بزرگ بقید حیات ہوں اور ان سے بیعت برکت کیلئے کرنا ہو تو شیخ کی اجازت سے بیعت برکت کر سکتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ نے حضرت مرشد عالمؒ کو اسباق طے کرانے اور مزید توجہات کے لئے اپنے پیر خانہ مسکین پور شریف بھیجا۔ حضرت سید فضل علی قریشیؒ نے کئی دن توجہات دیں پھر اجازت و خلافت دی اور بیعت لیا۔ یہ بیعت بھی اپنے پیر و مرشد کی رضا و خوشنودی سے ہوئی۔

ادب نمبر 30:۔ جب مرشد اس دار فانی سے رحلت فرما جائے تو انکے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرے تاکہ تعلق روحانی باقی رہے۔

فائدہ:۔ سالک کا حق تک اسی شیخ کے احسانات میں ادا ہوتا ہے جو وصول الی اللہ کا ذریعہ بنے۔ اگر وہ وفات پا جائے تو ایصال ثواب کریں جیسے روزانہ تحفہ بھیج رہے ہوں۔ قرآن مجید پڑھ کر، نوافل پڑھ کر، صدقہ و خیرات کر کے، ذکر و مراقبہ کر کے، درود پاک و استغفار کرنے، تسبیحات پڑھ کر، نفلی روزہ رکھ کے، مساجد و مدارس بنوا کر اپنے مرشد کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ فرض اور واجب کے علاوہ ہر نفل عبادت کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج کا باعث ہو سکتا ہے ان کی روح کو آسمان میں خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ کسی کی طرف سے حج کرنے والا شخص اللہ کے نزدیک تابع فرض شمار ہوتا ہے۔

باب 7

خانقاہوں کا قیام

انسان کی ظاہری آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہیں اور باطنی آنکھ کی بینائی کو بصیرت کہتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے سے انسان کی بصیرت چھن جاتی ہے اور دل اندھا ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور"

[بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں]

امام نسفیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"ای فما عمیت ابصارھم عن الابصار بل قلوبھم عن الاعتبار ولکل انسان اربع اعین۔ عینان فی الرأس وعینان فی القلب۔ فاذا ابصر ما فی القلب وعمی ما فی الراس لم یضرہ۔ وان ابصر ما فی الراس وعمی ما فی القلب لم ینفعہ"

(تفسیر نسفی جلد دوم صفحہ 1079 آیت 46)

[پس ان کی آنکھیں دیکھنے سے اندھی نہیں ہوئیں بلکہ دل عبرت حاصل کرنے سے اندھے ہو گئے اور ہر انسان کی چار آنکھیں ہیں۔ دو سر میں اور دو دل میں۔ جب دل کی آنکھیں بینا ہوں تو سر کی آنکھوں کا اندھا پن نقصان دہ نہیں اور اگر سر کی آنکھیں بینا ہوں اور دل کی اندھی ہوں تو یہ نقصان دہ ہے]

سچ ہے کہ دل اندھا ہو تو چمکدار آنکھیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ بقول شخصے

دل بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

ذکر اللہ ایسا تریاق ہے جو اندھے دلوں کو بینا بلکہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا قد بینا لکم الآیات لعلکم تعقلون" (سورۃ الحدید آیت نمبر 17)

[جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد، تحقیق ہم نے بیان کر دی ہیں تمہارے لئے نشانیاں تاکہ تم سمجھو]

اس آیت کی تفسیر میں امام نسفیؒ لکھتے ہیں۔

"قیل ھذا تمثیل لاثر الذکر فی القلوب وانہ یحییھا کما یحیی الغیث الارض" (تفسیر نسفی جلد 3 صفحہ 176)

[کہا گیا ہے کہ اس آیت میں ایک تمثیل بیان کی جا رہی ہے کہ ذکر کا دل پر اثر ہوتا ہے اور ذکر سے دل اسی طرح زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح بارش کے پانی سے زمین زندہ ہو جاتی ہے]

وہ جگہیں جہاں خوابیدہ دلوں کو جگانے کے لئے یعنی اندھے دلوں کو بینا کرنے کے لئے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کے لئے ذکر اللہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خانقاہیں کہلاتی ہیں۔ کتاب و سنت سے ان خانقاہوں کے قیام کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر 1:- ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ"

(سورۃ نور آیت 37)

○ —— اس آیت کا ربط ما قبل آیت سے بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔

"اب آگے یہ بتلاتے ہیں کہ وہ اہل ہدایت کون لوگ ہیں اور نور ہدایت یعنی کہ وہ روشنی

کہاں ملتی ہے؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ روشنی مسجدوں اور خانقاہوں میں ملتی ہے جہاں صبح و شام اللہ کا ذکر ہوتا ہے" (معارف القرآن جلد 5۔ صفحہ 132)

✪ — چند سطور کے بعد لکھتے ہیں۔

"ویذکر فیہا اسمہ" ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرنے میں تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن پاک اور دیگر اذکار سب داخل ہیں۔ ان گھروں سے مسجدیں اور خانقاہیں مراد ہیں" (معارف القرآن جلد 5 صفحہ 132)

دلیل نمبر 2 :۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض" (سورۃ البقرہ آیت 273)

مفسرین اس آیت کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الذین احصروا فی سبیل اللہ" ھو الذین احصرھم الجھاد فمنعھم من التصرف" لایستطیعون" لاشتغالھم بہ" ضربا فی الارض" للکسب وقیل ھم اصحاب الصفۃ" (تفسیر نسفی جلد اول صفحہ 190)

✪ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"احصروا فی سبیل اللہ" جیسا کہ آنحضرتؐ سے تعلیم پانے اور شب و روز یاد الٰہی میں بہت سے صحابہؓ گھر بار چھوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہتے' جن کے فیض نے آنحضرتؐ کے بعد تمام عالم کو منور کیا۔ (تفسیر حقانی جلد دوم صفحہ 18)

✪ — حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ:

"احصروا فی سبیل اللہ" جو خدا کی راہ میں مقید اور پابند ہیں یعنی دین کی خدمت اور علوم ظاہری اور باطنی کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ قرآن کریم حفظ کرتے ہیں اور علم دین سیکھتے ہیں اور ظاہری اور باطنی دشمنوں کے جہاد میں لگے ہوئے ہیں۔ ظاہری دشمن سے کفار مراد ہیں اور باطنی دشمن سے نفس امارہ مراد ہے۔ جس طرح کافروں کی گردن کشی کیلئے جہاد و قتال بزرگ ترین عبادت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اصحاب صفہ جیسے درویشان اسلام اور اہل خرقہ یعنی گدڑی اور کمبل پوشوں کی مجالست، مدارات اور خاطرداری کا حکم دیتے ہیں یہ درویشان اسلام صبح و شام اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول ہیں اور ہمارے تمھیں بندے ہیں اور اصحاب کہف کا نمونہ ہیں۔

✪ ــــ طبرانی شریف کی روایت ہے۔

"عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنیف قال نزلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو فی بعض ابیاته واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی۔ فخرج یلتمسهم فوجد قوما یذکرون الله فیهم ثائرالراس وجاف الجلد و ذوالثوب الواحد فلما رآهم جلس معهم وقال الحمد لله الذی جعل فی امتی من امرنی ان اصبر نفسی معهم" اخرجه ابن جریر والطبرانی وابن مردویہ کذا فی الدر۔

[حضرت عبدالرحمٰن بن سہل سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ دولت کدہ میں تھے کہ آیت "واصبر نفسک" نازل ہوئی۔ حضور اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو انکے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے انکے پاس بیٹھنے کا حکم ہے]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا "تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے رفیق اور ساتھی تم ہی لوگ ہو" ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی وغیرہ حضرات صحابہ کرام کی جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا میں نے دیکھا کہ رحمت الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی جی چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ خانقاہیں قائم کی جائیں جہاں سالکین اسی طرح بیٹھ کر ذکر کریں جس طرح اصحاب صفہ کیا کرتے تھے حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

"وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفۃ فرأی فقرھم وجھدھم وطیب قلوبھم فقال ابشروا یا اصحاب الصفۃ فمن بقی من امتی علی النعت الذی انتم علیہ راضیا بما فیہ فانہ من رفقائی فی الجنۃ" (کشف المحجوب)

[ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اصحاب صفہ پر تشریف لائے آپ نے ان کے فقر اور طاقت کو محسوس کیا تو فرمایا اے اہل صفہ خوش ہو جاؤ جو شخص میری امت میں سے تمہاری صفت پر رہنا پسند کرے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا]

خانقاہوں میں رہ کر اصحاب صفہ کی طرز پر زندگی گزارنے والے "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم" پر عمل پیرا ہونے والے اور "واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا" کا مصداق بننے والے ذاکرین کے لئے مبارک باد ہے درحقیقت سب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز شروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں اسی لئے مشائخ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے طالبین کے ساتھ بیٹھنے میں کوتاہی نہ کریں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ آیت کریمہ "واصبر نفسک" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"عالم شریعت اور شیخ طریقت پر لازم ہے کہ فقراء کی صحبت اور مجالست کو غنیمت سمجھے اور اپنی مجلس کو عام رکھے" (معارف القرآن جلد 4۔ صفحہ 417)

یہی ثابت ہوا کہ خانقاہوں کے قیام کا مقصد انہی احکام پر عمل پیرا ہونا ہے۔

؎ خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے … کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

احادیث سے دلائل

دلیل نمبر1 :- ایک حدیث پاک میں وارد ہے

"عن ابی ھریرۃ وابی سعید انھما شھدا علی رسول اللہ صلی اللہ

عنہ وسلم انہ قال لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ وذکرہم اللہ فیمن عندہ" (اخرجہ احمد ومسلم والترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ سے یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں۔

دلیل نمبر 2: ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔

"عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من قوم اجتمعوا یذکرون اللہ لا یریدون بذلک الا وجہہ الا ناداہم مناد من السماء ان قوموا مغفورا لکم قد بدلت سیئاتکم حسنات"

(رواہ احمد والطبرانی)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر کے لئے اکٹھے ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

خانقاہی ماحول میں رہنے والے لوگوں کے لئے یہ حدیث عظیم خوشخبری ہے۔

دلیل نمبر 3: ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔

"عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیامۃ فی وجوہہم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطہم الناس لیسوا بانبیاء ولا شہداء فقال اعرابی حلہم لنا نعرفہم قال ہم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونہ" (اخرجہ الطبرانی باسناد حسن)

[حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں پر نور چمکتا ہوگا۔ وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں اور مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں]

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر قسم کے الزامات ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے برا بھلا کہہ لیں لیکن جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی۔ کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے۔ جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے۔" (فضائل ذکر صفحہ 134)

"فسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رجلک او حمار"

[عنقریب جب غبار چھٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ آپ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر]

عقلی دلیل: اگر دنیا میں طب جسمانی کی تعلیم نہ ہو اور نہ کوئی اس کی درسگاہ ہو تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دنیا جسمانی بیماریوں سے پر ہو جائے گی اور کوئی طبیب اور معالج نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر طب روحانی کی کوئی درسگاہ نہ ہو تو دنیا روحانی مریضوں یعنی کفر و الحاد اور معصیت والے لوگوں سے بھر جائے گی۔ خانقاہیں ان ہی روحانی امراض کے شفاخانے ہیں۔ ان شفاخانوں سے دوائے دل ملتی ہے دل کی بیماریوں کا علاج ہی تمام پریشانیوں کا حل ہے۔

بقول شخصے۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

رہی یہ بات کہ کوئی شخص کفر و معصیت کو بیماری ہی نہ سمجھتا ہو تو اس سے ہمارا خطاب نہیں۔ ایسے شخص کے لئے دفتروں کے دفتر بیکار ہیں۔

ان اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے جنھوں نے آج کے ظلمت و معصیت کے دور میں بھی صحیح خانقاہی نظام کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

"اللّٰھم ثبتنا علی طریقتھم وارزقنا من برکتھم واحشرنا فی زمرتھم"

[اے اللہ! ہمیں ان کے طریقہ پر ثابت قدم رکھیں۔ اور ان کی برکات سے ہمیں نوازیں۔ اور ان کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیے]

ہستیاں تو بدرجہ اولیٰ شعائر اللہ ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب" (الحج: آیت 32)

[اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے یہ اس کے دل کے تقویٰ کی بنا پر ہے]

لہٰذا اہل اللہ کی تعظیم کرنا اور آداب کی رعایت کرنا حکم الٰہی ہے

✪ ـــــ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو بندہ نوافل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کر لیتا ہے تو ایسی کیفیت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ "کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصربہ و رجلہ التی یمشی بہا" [میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے]

جن حضرات کی شان میں اللہ رب العزت یوں ارشاد فرماتے ہوں ان کی عزت کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام کی عزت کرنا ہے۔

✪ ـــــ اہل اللہ کی شان میں نقص نکالنا ناپسندیدہ فعل ہے اور ان کو ایذا پہنچانا قبیح عمل ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔

"من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب"

[جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اسکے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے]

پس اولیاء اللہ کو ایذا پہنچانا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو پگڑیاں سر سے اتر جاتی ہیں، دوپٹے اچھل جاتے ہیں، انسان گھر بیٹھے بٹھائے ذلیل و خوار ہو کر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ "اللّٰھم احفظنا منہ"

وہ ملائے خشک و ناہموار جو اہل اللہ کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں اور جنہیں بدگمانی اور بدزبانی سے فرصت نہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ایسی توحید کہ ادب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے یا ایسا ادب کہ توحید کا دامن چھوٹ جائے، افراط و تفریط میں داخل ہے۔ موحد ہونے کے ساتھ ساتھ مؤدب ہونا ہی کمال کی دلیل ہے۔

(2)—— مسئلہ: اہل اللہ کی شان حد سے بڑھانا بھی گناہ ہے۔

فائدہ: بعض لوگ مشائخ کے ادب و احترام میں اتنا غلو کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ان کو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، یہ عمل حرام ہے اور شرک میں داخل ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے غلو محبت میں اپنے نبیوں کو اللہ کا بیٹا بنایا تھا جس کی قباحت و شناعت پر قرآن پاک میں جابجا مذمت کی ہے۔ بعض لوگ اپنے پیر کو چھوٹا سا خدا بنا لیتے ہیں اور اسے نفع نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا۔

"یا غلام انی اعلمک کلمات، احفظ اللہ یحفظک، احفظ اللہ تجدہ تجاھک، اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبه اللہ لک وان اجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشئی قد کتبه اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف"

[اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں، حق تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو، حق تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے۔ حق تعالیٰ (کے حقوق) کا دھیان رکھو تم ہر وقت حق تعالیٰ کو سامنے پاؤ گے۔ جب کوئی شے مانگو تو اللہ سے مانگو، جب مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جان لو کہ اگر ساری مخلوق تمہیں نفع پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو وہ صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اگر وہ سارے نقصان پر مجتمع ہو جائیں تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اسی قدر جتنا تمہارے لئے لکھا گیا ہے قلم خشک ہو چکا اور دفتر سمیٹ دیئے گئے]

اہل اللہ کی شان حد سے بڑھانے سے متعلق ایک مثال سے وضاحت کرنا مناسب ہے۔ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میرے والد صاحب کی خدمت کرو، ان کا خیال رکھا کرو۔ اب وہ بیوی جس قدر والد صاحب کی خدمت کرے گی خاوند خوش ہوگا۔ لیکن بیوی خدمت کرتے کرتے اس سے وہی معاملہ کرنے لگے جو بیوی خاوند سے کرتی ہے تو یہ بات خاوند کو کبھی

گوارا نہ ہوگی۔ خاوند بیوی کے اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا ادب کرنے کا حکم دیا مگر اسکی حدود مقرر ہیں۔ اگر ایک آدمی ان اولیاء کی شان حد سے بڑھائے گا تو سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے۔

(3)۔۔۔ مسئلہ:۔ وہ طریقت جسے شریعت رد کرے، زندقہ اور الحاد ہے۔

فائدہ:۔ شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھنا جائز نہیں۔ درحقیقت طریقت شریعت کی لونڈی ہے۔ بعض جاہل پیر اپنے برے اعمال پر پردہ ڈالنے کے لئے شریعت اور طریقت کو جدا جدا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں اپنے متعلقین کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض نماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں "تماڈی پنج ویلے ساڈی ہر ویلے"

[تمہاری پانچ وقت نماز ہے ہماری ہر وقت نماز ہے]

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے کہا گیا کہ بعض جاہل صوفیوں کی جماعت کہتی ہے۔

"نحن وصلنا فلا حاجة لنا الى الصلوة والصيام"

[ہم تو واصل ہو گئے اب ہمیں روزہ نماز کی حاجت نہیں]

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا:

"صدقوا في الوصول ولكن الى سقر"

"[یہ سچ کہتے ہیں واصل ہو گئے مگر جہنم میں]

(4)۔۔۔ مسئلہ:۔ اولیاء اللہ کو بعض باتیں خلاف عادت کشف اور الہام سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

فائدہ:۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کو علم غیب حاصل ہوتا ہے۔ علم غیب فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔ "وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو" (الانعام: آیت 59)

[اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا]

البتہ "انباء الغيب" غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ جب چاہے، جسے چاہے اپنے انبیاء اور اولیاء کو معلوم کروا دیتے ہیں یہ سمجھنا کہ پیر کو ہر وقت ہر بات کا پتہ ہوتا ہے صریح گمراہی ہے۔ آج جہالت کی انتہا ہو چکی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیرخانے کی بلیاں بھی غیب جانتی ہیں۔

مانگہ جن حضرات کو کشف القلوب نصیب ہوتا ہے انہیں بھی ہر وقت ہر بات نہیں کھلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے پردے ہٹا دیتا ہے۔ مزید برآں ضروری نہیں کہ کشف ہمیشہ صحیح ہو بلکہ اس میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک مرتبہ اپنے خادم کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ اس نے سوال پوچھا "حضرت کشف انبیاء کو بھی ہوتا ہے مگر بالکل ٹھیک، کشف اولیاء کو بھی ہوتا ہے کبھی ٹھیک کبھی غلط۔ ایسا کیوں ہے؟" حضرتؒ جس طرف چل رہے تھے اسی طرف سامنے ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ وہ مکان ہم سے کتنے قدم کے فاصلے پر ہو گا؟ اس نے کہا پندرہ قدم۔ جب چلے تو فاصلہ کم و بیش نکلا۔ قریب پہنچ کر حضرتؒ نے پوچھا اب کتنا فاصلہ ہو گا؟" اس نے کہا حضرت! اب تو صرف چار قدم فاصلہ ہے جو اب بالکل ٹھیک تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا "یہی فرق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی ایک چیز دکھائی جاتی ہے مگر قریب سے۔ اولیاء کو چیز دکھائی جاتی ہے مگر دور سے۔ اس لئے انبیاء کے کشف یقینی ٹھیک ہوتے ہیں جبکہ اولیاء کے کشف ظنی ہوتے ہیں کبھی ٹھیک کبھی غلط۔"

(5)۔۔۔ مسئلہ :۔ غیر اللہ کی عبادت حرام ہے ان سے مدد طلب کرنا جائز نہیں۔

فائدہ:۔ غیر اللہ کی عبادت کرنا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فاعلم انہ لا الہ الا اللہ" (سورۃ محمد ﷺ: آیت 19)

[جان لو کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے]

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے جو ناقابل معافی جرم ہے فرمایا "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء"

(النساء: آیت 48)

[اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا جس نے شرک کیا اسکے علاوہ جو چاہے گا معاف کر دے گا]

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے توحید ایک دھوبن سے سیکھی۔ کسی نے پوچھا حضرت! وہ کیسے؟ فرمایا کہ ایک دن میں چھت پر بیٹھا عبادت میں مشغول تھا کہ ہمسائے میں رہنے والے دھوبی اور دھوبن میں بحث ہو رہی تھی۔ دھوبی دوسری شادی کرنا چاہتا تھا جس کے جواب میں

دھوپ کھڑی رہی تھی" میں نے تمہاری خاطر اس کو بھی تحمل برداشت کی، تحمل برداشت کی، کھانے کو ملا تو کھالیا ورنہ صبر کیا۔ ہر تکلیف میں نے برداشت کی اور تمہاری خاطر میں اس سے بھی زیادہ تکالیف برداشت کر سکتی ہوں لیکن اگر میری محبت میں کسی اور کو شریک کرو گے تو یہ میں کبھی برداشت نہیں کروں گی" حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے جب میں نے قرآن میں نظر ڈالی تو یہی آیت سامنے آئی "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ"

ایک بزرگ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے توحید ایک عورت سے سیکھی کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمایا "ایک مرتبہ ایک عورت مسئلہ دریافت کرنے آئی اور کہنے لگی کہ مجھے لکھ کر دیں کہ میرا خاوند دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ جب شریعت نے ایک سے زیادہ کی گنجائش رکھی ہے تو میں کیسے لکھ کر دے سکتا ہوں۔ وہ بڑی دیر اصرار کرتی رہی میں انکار کرتا رہا۔ بالآخر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا "حضرت! شریعت کا حکم اپنی جگہ ہے۔ پردہ میں اگر اپنا چہرہ آپ کے سامنے کھولتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس شخص کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اسے دوسری بیوی کرنے کی اجازت نہیں۔" یہ کہہ کر وہ عورت تو چلی گئی لیکن مجھے توحید سکھا گئی۔ میں حیران ہوا کہ اگر ایک عورت کو اپنے عارضی حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ اپنے ساتھ کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ جو مالک الملک اور احکم الحاکمین ہیں وہ کیسے پسند کریں گے کہ اس کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔

غیر سے مدد مانگنا جائز نہیں اسی لئے دن میں کئی مرتبہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" [تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں] کا اقرار لیا گیا۔ "الیس اللہ بکاف عبدہ" (سورۃ الزمر آیت 36) کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں۔

ایمان والوں کو چاہئے کہ ڈنکے کی چوٹ کہا کریں۔

"حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر"

[اللہ ہمیں کافی ہے اور کتنا بہترین کارساز ہے کتنا اچھا مولیٰ اور کتنا اچھا مددگار ہے]

(6)—مسئلہ :- قبروں کو سجدہ کرنا' ماتھا ٹیکنا' قبروں کا طواف کرنا شرک ہے۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ نے چرندوں' پرندوں' درندوں وغیرہ جانوروں کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ انہیں غذا کھانے کے لئے سر جھکانا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ غذا خود بخود اس کے ہاتھوں کے ذریعے منہ تک پہنچتی ہے اسے سر جھکانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ اسلئے کیا کہ جو پیشانی میرے سامنے جھکنے کے لئے بنائی گئی وہ غیر کے سامنے نہ جھکے۔ اس لئے غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا شریعت محمدیہ میں منع کیا گیا۔ قبروں کو سجدہ کرنا' ماتھا ٹیکنا بھی اسی لئے منع ہے۔ بعض لوگ مزاروں کی جالیوں کو چومتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ سیدنا عمر بن الخطاب' ایک مرتبہ طواف کرنے کے بعد حجر اسود کو چومنے لگے تو فرمایا کہ اے حجر اسود تو ایک پتھر ہے میں تجھے اس لئے بوسہ دے رہا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے تجھے بوسہ دیا۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا۔

ترے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسود پر
وگرنہ کام کیا تھا ہم مسلمانوں کو پتھر سے

(7)—مسئلہ :- بزرگوں کے واسطے سے دعا مانگنا جائز ہے۔

فائدہ:- دعا ان الفاظ سے مانگی جائے۔ مثلاً الٰہی! خواجہ غلام حبیبؒ کے طفیل میری فلاں حاجت پوری فرما۔ یوں بھی دعا کی جا سکتی ہے الٰہی! حضرت خواجہ غلام حبیبؒ آپ کے مقبول بندے ہیں مجھے ان سے محبت ہے اس محبت کے صدقے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ توسل جائز ہے تعبد جائز نہیں۔ عوام الناس کا یہ حال ہے کہ شرک کو بھی توسل کہتے ہیں جبکہ علمائے خشک کا یہ حال ہے کہ توسل کو بھی شرک کہتے ہیں حقیقت تو اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر ہی سمجھ آتی ہے۔

(8)—مسئلہ :- زندہ یا فوت شدہ اولیاء سے دعا (مراد) مانگنا جائز نہیں۔

فائدہ:- مرادیں فقط اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائیں۔ بعض لوگ مزاروں پر جا کر یہ مانگتے ہیں اور کہتے ہیں "ساڈی تساڈے اگے تساڈی رب اگے" [ہماری تمہارے سامنے اور تمہاری اللہ کے سامنے] بعض حضرات نے تو گھروں میں اپنے پیر کی تصویر لگائی ہوتی ہے اور صبح سویرے اٹھ کر

انکے سامنے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "بیا جی تواڈی رنا کھاندے آں" ہم آپ ہی کا دیا کھا رہے ہیں۔ ایسے جہلاء کے متعلق فرمایا گیا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان: آیت 63)

[اور جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام سلام]

(9)۔۔۔ مسئلہ:۔ ولی خواہ کتنا ہی بڑھ جائے کسی نبیؑ کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ:۔ ولایت کسبی چیز ہے یعنی ریاضت سے حاصل کی جاسکتی ہے جبکہ نبوت وہبی اور عطائی چیز ہے۔ محبوب کی عطا اپنی کمائی سے افضل ہوتی ہے پس نبوت افضل ہے ولایت سے چاہے اس نبیؑ کی اپنی ولایت ہی کیوں نہ ہو۔

(10)۔۔۔ مسئلہ:۔ کوئی ولی شرع کے کاموں سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا سوائے مجذوب کے کہ اس سے عقل لے لی جاتی ہے۔

فائدہ:۔ ولایت کی منزلوں میں کوئی بھی ایسا مقام نہیں آتا کہ انسان جاگتی ہوش و حواس شرع شریف کے حکموں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے خود نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ "واعبد ربك حتى يأتيك اليقين" (الحجر: آیت 99) [آپ رب کی عبادت کیجئے حتیٰ کہ موت آجائے] آج تو ایسا وقت ہے کہ آدھا ننگا آدھا ولی پورا ننگا پورا ولی کہلاتا ہے۔ بعض جاہل پیر تو اپنے مریدوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ ہم بے عمل ہی سہی مگر قیامت کے دن تمہیں بخشوائیں گے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ پیشاب اگرچہ ناپاک ہوتا ہے مگر آگ کو بجھا دیتا ہے یہ بھول جاتے ہیں کہ جب خود ہی بد عملی کی وجہ سے زنجیروں میں باندھ کر پیش کئے جائیں گے تو اوروں کو کیا بخشوائیں گے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جنگل میں بیٹھے مراقبہ کر رہے تھے کہ ایک روشنی ظاہر ہوئی۔ آواز آئی کہ ہم تمہاری عبادت سے خوش ہیں، ہم نے تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا، اب تم عمل کرو یا نہ کرو تمہارے لئے برابر ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ یہ حکم ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے حضرات کے لئے نہ اترا میرے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ شیطان ہے چنانچہ آپ نے پڑھا "لا حول ولا قوة الا بالله" یہ

كما آمن السفهاء" [کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لے آئیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لائے] تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " الا انهم هم السفهاء " [جان لو کہ یہی خود بے وقوف ہیں]

✪ —— اسی جماعت کی تعریف میں اللہ رب العزت نے فرمایا۔ "رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر و ما بدلوا تبديلا" (الاحزاب: آیت 23) [وہ بندے جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچ کر دکھایا ان میں سے وہ بھی ہیں جو قربانی دے چکے اور وہ بھی ہیں جو قربانی دینے کے لئے منتظر ہیں اور وہ ذرہ برابر نہیں بدلے]

✪ —— اسی جماعت کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "الصحابة كلهم عدول" [صحابہ سب کے سب عدل والے ہیں]

✪ —— اسی جماعت کے افراد کو خوشخبری ملی کہ "اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم" [میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے]

(13)—— مسئلہ: — مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں یہ عقیدہ رہے کہ ہر دو فریق حق پر تھے ان کی خطا دراصل خطائے اجتہادی تھی۔

فائدہ: — مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں حضرت امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان کے خون سے آلودہ نہیں ہونے دیا تو ہم اپنی زبانوں کو اس معاملے میں کیوں آلودہ کریں۔

بقول جناب عبدالستار نجم صاحب دامت برکاتہم:

صحابہ رضی اللہ عنہم باہم جنگ بھی کریں تو وہ سعید ہیں
ادھر کے بھی شہید ہیں ادھر کے بھی شہید ہیں

✪ نبی علیہ السلام کا فرمان ہر وقت پیش نظر رہنا چاہئے۔

"الله الله في اصحابي لا تتخذوهم من بعدي غرضا فمن احبهم فبحبي احبهم و من ابغضهم فببغضي ابغضهم"

[میرے صحابہؓ کے بارہ میں خدا سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت کرے گا وہ میری وجہ سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا]

(14)—مسئلہ:۔ بعض صوفیاء کا مقولہ ہے کہ پیر کا باطن ہر جگہ ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پیر ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرید جہاں کہیں بھی ہو پیر کی توجہات وہاں بھی اسے پہنچتی ہیں۔

(15)—مسئلہ:۔ کسی ولی کی کرامات اس کی فضیلت کی دلیل نہیں ہیں۔

فائدہ:۔ کرامت کہتے ہیں خلاف عادت بات پیش آنے کو اور اس کی تین وجوہات ہوتی ہیں۔

1—بعض اوقات کاملین سے کرامات کا صدور ہوتا ہے تاکہ عوام الناس میں ان کی قوت زیادہ ہو۔

2—بعض اوقات ولی سے کرامات کا صدور کسی کوتاہی کی بنا پر ہوتا ہے تاکہ سرزنش ہو۔ جو اولیاء چھپے ہوتے ہیں وہ کرامات کو اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح عوام الناس اپنے عیب کو چھپاتے ہیں۔

3—بعض اوقات کرامات ناقصین سے بھی ظاہر ہوتی ہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ہر ولی کو قرب الٰہی کے مدارج طے کرنے کے لئے چار قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔ ہر قدم کو سیر کہتے ہیں۔

✪ —پہلا قدم:۔ سیر الی اللہ یا عروج بھی کہلاتا ہے۔ اس مقام میں ولی عالم خلق یا عالم اسباب سے عالم امر کی طرف جاتا ہے۔

✪ —دوسرا قدم:۔ سیر فی اللہ یا فنا بھی کہلاتا ہے۔ اس مقام میں ولی کو ذات باری تعالیٰ اور اسکی صفات میں سیر نصیب ہوتی ہے۔

✪ —تیسرا قدم:۔ سیر من اللہ یا نزول بھی کہلاتا ہے۔ اس مقام میں سالک عالم امر سے عالم اسباب کی طرف واپس ہوتا ہے۔

✪ —چوتھا قدم:۔ سیر فی الاشیاء یا بقاء کہلاتا ہے۔ اس میں سالک کے قرب کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ عالم اسباب میں زندگی گزارتا ہے۔ اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن اللہ کے

ساتھ ہوتا ہے۔

ایک بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ جس سالک کا عروج جتنا کامل ہوگا اس کا نزول بھی اتنا ہی کامل ہوگا اور جب نزول کامل ہوگا تو ظاہری زندگی اسباب کے ماتحت ہوگی حتیٰ کہ ظاہری نظر سے عام آدمی اور اس ولی میں فرق کرنا مشکل ہوگا اس لئے کاملین حضرات عام لوگوں میں زندگی گزارتے ہیں مگر لوگ انہیں پہچان ہی نہیں سکتے۔ انبیاء علیہم السلام کا نزول چونکہ کامل ترین ہوتا ہے اس لئے ان کی ظاہری زندگی بالکل عام سی نظر آتی ہے۔ لوگ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

"مال هذا الرسول يأكل الطعام ويمشي في الاسواق" (الفرقان: آیت 7)

[یہ کیسے رسول ہیں کہ کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں]

سید الانبیاء ﷺ کی ظاہری زندگی اتنی سادہ تھی کہ بعض اوقات لوگوں کیلئے پہچاننا مشکل ہوتا تھا بلکہ کفار تو یہاں تک کہتے تھے "اهذا الذي بعث الله رسولا" (الفرقان: آیت 16)

[کیا یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے]

ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ کے لوگ بھی نبی علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اور سیدنا صدیق اکبرؓ سے مصافحہ کرنے لگے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک اعرابی آیا تو نبی علیہ السلام صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے تھے وہ پہچان نہ سکا حتیٰ کہ پوچھنا پڑا کہ تم میں سے اللہ کا نبی کون ہے۔ کاملین چونکہ ظاہری طور پر اسباب میں زندگی گزارتے ہیں لہٰذا "انا عند ظن عبدی بی" [میں بندے کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے] کے اصول کے تحت ان کے ساتھ اسباب کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ پس ان سے کرامات کم صادر ہوتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی جماعت تھی مگر چونکہ سب کا عروج بھی کامل تھا۔ نزول بھی کامل تھا لہٰذا ان سے کرامات اتنی کم صادر ہوئی ہیں کہ اولیاء امت کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ ان کے نقص کی دلیل نہیں بلکہ کمال کی دلیل ہے۔

دوسری یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ جس سالک کا عروج جتنا ناقص ہوگا اس کا نزول بھی اتنا ناقص ہوگا۔ جب نزول ناقص ہوگا تو اس مرتبہ عالم اسباب سے اوپر ہی معلق رہتا

رہے گا۔ جب سالک عالم امر میں ہوگا تو اس کی نظر مافوق الاسباب یعنی اسباب سے اوپر ہی رہے گی۔ چنانچہ "انا عند ظن عبدی بی" [میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں] کے اصول کے تحت اس سے ایسے کام سرزد ہوں گے۔ جو اسباب کے خلاف ہوں انہیں کرامت کہتے ہیں یہ نفس کی دلیل ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں تاکہ بات کی وضاحت ہو سکے۔

مثال نمبر 1:۔ حضرت حسن بصریؒ امت کے کامل اولیاء میں سے ہیں علم ظاہری و علم باطنی کے حامل اور اپنے ہم عصروں سے بازی لے جانے والوں میں سے ہیں۔ انہیں سیدنا علیؓ سے خلافت نصیب ہوئی اٹھارہ بدری صحابہؓ کی صحبت نصیب ہوئی۔ ان کا عروج کامل تھا نزول بھی کامل تھا لہٰذا ان کی ظاہری زندگی اسباب کے تحت تھی۔

✪ — حضرت حبیب عجمیؒ حضرت حسن بصریؒ کے مرید ہیں ظاہری علم نہ تھا اور عروج و نزول بھی کامل نہ تھا۔ ان دونوں حضرات کے واقعات غور طلب ہیں۔

✪ — ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کو پولیس تلاش کر رہی تھی تاکہ انہیں سرکاری عہدہ پیش کیا جا سکے جسے وہ قبول نہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ بھاگتے بھاگتے حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں آ کر چھپ گئے اور کہا کہ حبیب! کسی کو نہ بتانا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں۔ اتنے میں پولیس والے آگئے انہوں نے حبیب عجمیؒ سے پوچھا کہ حسن بصریؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا: ہاں اس حجرے میں چھپے ہوئے ہیں ان کی باتیں حضرت حسن بصریؒ سن رہے تھے ان کے تو پاؤں کے نیچے کی زمین نکل گئی۔ پولیس والے حجرے میں داخل ہوئے مگر حسن بصریؒ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ جب ادھر ادھر دیکھ کر پولیس والے چلے گئے تو حضرت حسن بصریؒ باہر نکلے اور فرمایا حبیب عجمی! پولیس والوں کو کیوں بتا دیا تھا کہ میں اندر ہوں۔ عرض کیا حضرت! وہ آپ کو کونسا دیکھ سکے۔ اب ظاہر میں حبیب عجمیؒ کا مرتبہ بلند نظر آتا ہے درحقیقت حسن بصریؒ کی سوچ ماتحت الاسباب تھی اور حبیب عجمیؒ کی سوچ مافوق الاسباب تھی۔

✪ — ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ گلی میں جا رہے تھے۔ ایک جگہ حبیب عجمیؒ کی بوستین

(جیکٹ) پڑی ہوئی دیکھی۔ حیران ہوئے کہ حبیب عجمیؒ پوستین یہاں چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ چنانچہ انتظار میں کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر بعد حبیب عجمیؒ واپس آگئے حسن بصریؒ نے پوچھا حبیب عجمیؒ! یہ پوستین کس کے حوالے کر گئے تھے۔ عرض کیا، حضرت! اس کے حوالے کر گیا تھا جس نے آپ کو یہاں حفاظت پر کھڑا کئے رکھا۔ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ حبیب عجمیؒ کی سوچ مافوق الاسباب تھی جبکہ حضرت حسن بصریؒ کی سوچ ماتحت الاسباب تھی۔

- ایک مرتبہ حبیب عجمیؒ دریا سے پار جانا چاہتے تھے جب کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ حسن بصریؒ بیٹھے ہیں پوچھا حضرت! کیسے بیٹھے ہیں؟ فرمایا، کشتی کے انتظار میں ہوں وہ آئے گی تو دریا پار کروں گا۔ دونوں حضرات باتیں کرنے لگے کافی دیر باتیں کرنے کے بعد حضرت حبیب عجمیؒ عرض کرنے لگے اچھا حضرت! اجازت دیں میں جاتا ہوں۔ یہ کہا اور پانی پر چلتے ہوئے دریا پار کر گئے جب کہ حضرت حسن بصریؒ انتظار میں بیٹھے رہے کشتی آنے پر دریا پار کیا۔

اب تینوں واقعات سے ظاہراً یوں نظر آتا ہے کہ حبیب عجمیؒ بلند مرتبہ کامل بزرگ تھے جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی حسن بصریؒ پیر تھے حبیب عجمیؒ مرید تھے۔ حسن بصریؒ کامل تھے حبیب عجمیؒ ناقص تھے۔ حسن بصریؒ کی زندگی ماتحت الاسباب تھی حبیب عجمیؒ کی زندگی مافوق الاسباب تھی۔ حسن بصریؒ کی زندگی کو نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے زیادہ قرب اور مشابہت نصیب تھی جبکہ حبیب عجمیؒ کی زندگی کو کامل مشابہت نصیب نہ تھی۔ پس ثابت ہوا کہ خلاف عادت واقعات (کرامات) کا صادر ہونا کمال کی دلیل نہیں ہوتی۔

مثال نمبر2:۔ ایک بزرگ کا بیٹا فوت ہوا۔ انہیں پروا ہی نہ ہوئی۔ کہنے لگے "جس کی امانت تھی اس نے واپس لے لی۔" دوسری طرف نبی علیہ السلام کے بیٹے فوت ہوئے تو نبی علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور فرما رہے ہیں۔" القلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" [دل غمگین ہے، آنکھ رو رہی ہے اور اے ابراہیم! تیرے فراق میں ہم بہت غمگین ہیں] سید الانبیاءؐ کی ظاہری زندگی چونکہ ماتحت الاسباب تھی لہٰذا آپ گریہ فرما رہے تھے۔ جبکہ اس ولی کا معاملہ ابھی رلانے والا تھا لہٰذا ان پر بیٹے کی جدائی کا صدمہ نہ تھا۔

مثال نمبر3:۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔"واللہ یدعو الی دار السلام" (یونس: آیت 45)

[اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی والے گھر کی طرف بلاتا ہے]

فرمان الٰہی کی بنا پر نبی علیہ السلام نے امت کو تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگا کریں اور جہنم سے پناہ مانگا کریں۔ "اللھم انا نسئلک الجنۃ و نعوذبک من النار" [اے اللہ! ہم آپ سے جنت چاہتے ہیں جہنم سے پناہ مانگتے ہیں]

فرمان الٰہی اور فرمان نبوی تو یہ ہے جبکہ رابعہ بصریہؒ ایک ہاتھ میں آگ لیکر اور دوسرے ہاتھ میں پانی لیکر نکلیں کہ میں جنت کو جلاتی ہوں، جہنم کو بجھاتی ہوں تاکہ لوگ خالص اللہ کے لئے عبادت کریں تاکہ انہیں جنت کی طمع اور جہنم کا خوف نہ ہو۔ ایک طرف فرمان نبوی ہے دوسری طرف رابعہ بصریہ کا عمل۔ اسی لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔ کہ رابعہؒ کا نزول پورا نہ ہوا تھا لہذا سوچ مافوق الاسباب تھی۔ رابعہ بیچاری اگر راز سے واقف ہوتی تو ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے میں آگ لیکر نہ نکلتی۔

ان تین مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعض اولیاء جن کا نزول کامل نہیں ہوتا ان سے خلاف عادت واقعات بکثرت ظاہر ہوتے ہیں۔ اس پوری تفصیل کا نتیجہ یہ نکلا کہ کرامات کبھی تو کاملین کو عوام الناس میں قبولیت دینے کے لئے ظاہر کی جاتی ہیں، کبھی عقوبت اور سزا کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی ناقص نزول والوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ چونکہ فرق کرنا مشکل ہے اس لئے اصول یہ بتا دیا گیا کہ کسی ولی کی کرامات اس کی فضیلت کی دلیل نہیں ہیں۔

(16)۔۔۔ مسئلہ:۔استقامت کرامت پر فائق ہے

فائدہ:۔ ہر حال میں ہر کام شریعت و سنت کے مطابق کرنا استقامت کہلاتا ہے۔ استقامت ہی سب سے بڑی کرامت ہے ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں کئی سال رہا۔ ایک دن عرض کرنے لگا کہ حضرت! اجازت دیں تو میں کسی اور شیخ کی خدمت میں جاکر رہوں، فرمایا وہ کیوں؟ کہنے لگا کہ میں تو کئی سال آپ کی خدمت میں رہا مگر میں نے ایک بھی کرامت نہ

دیکھی۔ حضرت نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اتنے سالوں میں ایک عمل بھی سنت کے خلاف دیکھا ہے۔ اس نے کہا "نہیں" فرمایا کہ اس سے بڑی اور کرامت کونسی ہو سکتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کو ایک باکرامت بزرگ کا پتہ چلا۔ آپ ملنے کے لئے تشریف لے گئے ابھی دور ہی تھے کہ دیکھا اس بزرگ کو تھوکنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اسی وقت بغیر سلام کئے واپس تشریف لائے اور کہا کہ جو شخص ایک مستحب کی پابندی نہیں کر سکتا۔ وہ اتنا بڑا ولی کیسے بن سکتا ہے چنانچہ ولی کی پہچان یہی ہے کہ ہر حال میں اس کا ہر کام شریعت و سنت کے مطابق ہو۔

(17)— <u>مسئلہ</u>:۔ اولیاء اللہ کی قبور کو عام دستور سے اونچا بنانا اور ان پر چھت ڈالنا منع ہے۔

<u>فائدہ</u>:۔ صحیح حدیث کے مطابق بناء علی القبور جائز نہیں‘ لہٰذا قبر پر چھت ڈالنا اور عام دستور سے اونچا بنانا منع کیا گیا ہے۔

(18)— <u>مسئلہ</u>:۔ بعض اولیاء سے مرنے کے بعد بھی تصرفات و خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔

<u>فائدہ</u>:۔ اہل اللہ جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کا فیض منقطع نہیں ہوتا بلکہ روحانی سلسلہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ بعض کاملین سے وفات کے بعد تصرفات و خوارق کا ظاہر ہو جانا بعید نہیں ہے۔

(19)— <u>مسئلہ</u>:۔ اگر خواب میں نبی علیہ السلام کو دیکھا اور کسی خلاف شرع کام کے بارے میں ان کی مرضی معلوم ہوئی تو اس خواب کا اعتبار نہیں۔

<u>فائدہ</u>:۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ شیطان میری صورت کو اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کی تفصیل کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تاہم شیطان وہ صورت اختیار نہیں کر سکتا جس صورت میں آپ ؐ مدینہ میں آرام فرما ہیں۔ ممکن ہے شیطان خواب میں صورت تو کوئی اور دکھائے مگر دل میں القاء کرے کہ میں نبی علیہ السلام کی زیارت کر رہا ہوں تو کون تصدیق کرے گا کہ واقعی اسی صورت مبارکہ کی زیارت ہوئی یا کسی غیر صورت کی۔ لہٰذا ہمارے لئے حق و باطل میں فرق کرنے کا معیار شریعت و سنت ہے۔ اگر خواب میں کوئی ولی اللہ نظر آئے اور خلاف شریعت کام کا حکم دے تو اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ بعض لوگ

خواب میں اپنے "بڑا بوڑھوں" میں سے کسی کو دیکھ لیتے ہیں اور ان سے خلاف شرع کوئی بات کا حکم پاتے ہیں تو خلاف شرع کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ "استغفراللہ" یہ سراسر جہالت ہے کہ دین متین کو خوابوں سے بھی کم اہمیت دی جائے۔

(20)— مسئلہ :- جن افعال کا ظاہری قوتوں سے کرنا منع ہے ان کا باطنی قوتوں سے کرنا بھی منع ہے۔

فائدہ :- جس کام کو شریعت میں کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس کا ظاہری یا باطنی قوتوں سے کرنا ممنوع ہے مثلاً ایک آدمی کسی پر اپنی باطنی توجہ ڈال کر اسے اپنا تابع بنانے اور پھر اس سے خلاف شرع کام کروائے تو یہ ممنوع ہے یا کسی سے دشمنی ہو اور اس پر باطنی تصرف کر کے اسے پاگل بنا دے تو یہ منع ہے۔

(21)— مسئلہ :- ولی سے اتفاقاً کوئی گناہ سرزد ہو جانا' اس کی ولایت اور کرامت میں نقص نہیں ڈالتا بشرطیکہ اصرار نہ ہو۔

فائدہ :- اتفاقاً کوئی غلطی ہو جانا بشریت کا تقاضا ہے۔ تاہم کاملین ایسی غلطیوں پر اتنی سچی توبہ کرتے ہیں کہ عام لوگوں کو نیکیوں پر وہ اجر نہیں ملتا جو انہیں اس توبہ پر ملتا ہے۔ اہل اللہ سے غلطی ہو جانا ممکن ہے مگر غلطی پر اصرار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ فاسقوں کی نشانی ہے۔

(22)— مسئلہ :- ولی کا بے عمل بیٹا پیر نہیں بن سکتا۔

فائدہ :- جس طرح ڈاکٹر کا بیٹا اس وقت تک ڈاکٹر نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ڈاکٹری کا علم نہ پڑھے۔ اسی طرح ولی کا بیٹا ولی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ تقویٰ و طہارت کی زندگی گزار کر ولایت کے مقامات نہ حاصل کرے۔ جہلاء میں ولایت کا مدار گدی اور شجرہ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ بدعمل فاسق و فاجر لوگ اپنے باپ دادا کی وجہ سے لاکھوں انسانوں کے روحانی پیشوا بنے پھرتے ہیں حالانکہ وہ تو روحانیت کی "ر" سے بھی واقف نہیں ہوتے' اور یہ لوگ "فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات" (مریم: آیت 59) [پھر ان کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشات کی پیروی کی] کا مصداق ہوتے ہیں۔ ان کا کام تو سالانہ عرس پر چڑھاوے کروانا یا میلہ ٹھیلہ لگا کر تبرک تقسیم کرنا

ہوتا ہے۔ نہ خود شریعت پر چلتے ہیں نہ دوسروں کو کہنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ یہ سراسر گمراہی ہے۔ بقول شخصے

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

(23)— مسئلہ:— طریقت میں کوئی نئی بات (بدعت) کا پیدا کرنا دین کی بدعت سے کم نہیں۔

فائدہ:— طریقت کی بدعت شریعت کی بدعت ہی کی مانند ہے اس بات کو دل میں بٹھا لیا جائے تو جاہل پیروں کی بدعات سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

(24)— مسئلہ:— مقربین کو عبادات کا ثواب ابرار سے زیادہ ملتا ہے۔

فائدہ:— حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اگر میرے صحابہؓ میں سے کوئی ایک مد جو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے تو اسے اتنا اجر ملے گا کہ بعد میں آنے والے اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دیں تو وہ اجر نہ پا سکیں۔ یعنی قرب کی جتنی منزلیں طے کرتا چلا جائے گا اسکو عبادت کا ثواب زیادہ ملیگا۔ اسی لئے کہا گیا "حسنات الابرار سیئات المقربین" [ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں]

باب 9

اسباق تصوف

شریعت محمدیہ کا حسن و جمال:

سید الاولین والآخرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ دنیا کے آخری نبی ، امت محمدیہ دنیا کی آخری امت اور دین اسلام دنیا کا آخری دین ہے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام چونکہ قیامت تک کے لئے اتارے گئے لہٰذا بعض احکام شرعیہ کی اہمیت تو واضح کر دی گئی مگر ان کے ذرائع کو متعین نہیں کیا گیا۔ ذرائع و وسائل کے تعین نہ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ دین اسلام قیامت تک کے لئے قابل عمل رہے۔ ورنہ بدلتے حالات کے بدلتے تقاضوں میں ایک جامد دین نظر آتا اور عیسائیت کی مانند ناقابل عمل قرار دے کر مسجد اور مصلّٰی تک محدود کر دیا جاتا۔ مقاصد کو متعین کرنا اور وسائل کو حالات کے مطابق اپنانے کی گنجائش دینا شریعت محمدیہ کے حسن و جمال کی دلیل ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال نمبر 1:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدو كم (الانفال آیت نمبر 60)

[اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر]

اس آیت کریمہ میں حسب استطاعت قوت جمع کرنے کا حکم دیا گیا اور گھوڑے پالنے کی مثال دے کر سمجھا دیا گیا کہ اس سے مراد اسباب جہاد ہیں۔ مزید تفصیلات کا تعین نہیں کیا گیا البتہ

مقصود کی وضاحت و صراحت کر دی گئی کہ اتنی قوت جمع کرو جس سے تمہارے اور اللہ کے دشمن مرعوب رہیں۔ عقل سلیم اس بات کی تائید کرے گی کہ آج کے زمانے میں فقط گھوڑے، بلکے، تلواریں اور نیزے جمع کرنے سے دشمن نہیں ڈرے گا بلکہ ہوائی جہاز، بحری بیڑے، میزائل اور ایٹم بم وغیرہ بنانے ہوں گے۔ پس ثابت ہوا کہ مقصد تو متعین کر دیا گیا مگر اسباب و وسائل کے اختیار کرنے میں لچک رکھی گئی تاکہ وقت کے تقاضوں کی رعایت رکھی جا سکے۔

مثال نمبر2:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (الحجر آیت نمبر9)

[بیشک ہم نے قرآن اتارا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں]

قرآن مجید کی حفاظت و اشاعت کتنا اہم اور معتبر بالشان فریضہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ اس کیلئے تم فلاں فلاں طریقے اختیار کرنا۔ حتیٰ کہ عہد صدیقیؓ میں جنگ یمامہ ہوئی اور چار سو حفاظ قرآن صحابہؓ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ قرآن کو سینوں کے علاوہ سفینوں میں بھی محفوظ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک سرکاری نسخہ تیار کرنے کی تجویز حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے پیش کر دی۔ ابتداء تو صدیق اکبرؓ کو اس تجویز کے ماننے میں تامل ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے نہ تو خود کیا اور نہ ہمیں اسکا حکم دیا اسے ہم کیوں کریں؟ حضرت عمرؓ دلائل کیساتھ اپنی بات پر مصر رہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مطمئن ہو گئے۔ پھر انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی نگرانی میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تشکیل دی جس نے پتھروں پر، چمڑے پر، کپڑے اور درختوں کے پتوں پر لکھی ہوئی آیات کو یکجا کیا۔ قرآن پاک جمع کرنے کا یہ کام عہد صدیقیؓ میں مکمل ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس سلسلے میں ایک قدم آگے بڑھایا اور اپنی نگرانی میں اس مصحف کی چار نقلیں کرا کر مختلف شہروں میں روانہ کیں۔ ان میں سے ایک تاشقند میں اور دوسری استنبول کے عجائب گھر میں آج بھی محفوظ ہے۔ مزید برآں صحابہ کرامؓ کے زمانے میں فتحہ، ضمہ، کسرہ، تشدید وغیرہ کو لکھا نہیں جاتا تھا، نہ ہی آیات اور رکوع کے نشان لگائے جاتے تھے مگر آج کے دور میں ضروری ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حفاظت و اشاعت قرآن کا مقصد متعین کر دیا گیا مگر ذرائع و وسائل کے اختیار

کرنے میں وقتی تقاضوں کی رعایت رکھی گئی۔ یہ معاملہ علمائے امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔

مثال نمبر 3:۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ"

[علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے]

حدیث پاک میں علم دین حاصل کرنے کی اہمیت بتادی گئی لیکن کیسے حاصل کیا جائے؟ اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ حضرات محدثین نے اسماء الرجال کا فن ترتیب دے کر احادیث کو متن و روایت کے ساتھ جمع کیا۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو تو صحاح ستہ کے ناموں کا بھی پتہ نہ تھا کیونکہ اس وقت ان کتب کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مگر آج ان کتب کے بغیر علم حدیث کا پڑھنا ناممکن ہے۔ آج علمائے کرام نے تحصیل علم کے لئے درس نظامی ترتیب دیا ہے اور وقتی تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے حصول علم کے لئے نصاب تجویز کیا ہے۔ آج کوئی طالب علم قرآن و حدیث پڑھنا چاہے تو اسے صرف و نحو کے فنون پڑھے بغیر چارہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ علم حاصل کرنے کی اہمیت بتادی گئی مگر اسباب و ذرائع کو اختیار کرنے کا بوجھ علمائے امت کے کندھوں پر ڈال دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ علمائے امت نے اس فریضہ کو ادا کرنے کا حق ادا کر دیا۔

آمدم بر سر مطلب:۔ مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ شریعت مطہرہ نے بعض احکام کی اہمیت تو واضح کر دی مگر ذرائع و وسائل کو متعین نہیں کیا۔ یہی شریعت مصطفویؐ کے کمال کی دلیل ہے۔ اب اسی تناظر میں طریقہ ذکر و سلوک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

"ان فی جسد بنی آدم لمضغۃ اذا فسدت فسد الجسد کلہ و اذا صلحت صلح الجسد کلہ الا و ھی القلب"

[بیشک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے اور جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے سن لو وہ ٹکڑا انسان کا دل ہے۔]

نفلوں کی مانند مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اس کی تائید میں سلف صالحین کی چند عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

سلف صالحین کی عبارات :۔

✪ —— حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"مقصود جملہ اشغالات و مطلب و منتہی جملہ مراقبات کا وہ حضور قلب بے کیف ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا ہے۔ نسبت صحابہ کرامؓ یہی حضور تھا۔"

(مکاتیب رشیدیہ صفحہ 45)

✪ —— حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنی کتاب "ایضاح الحق الصریح" میں لکھتے ہیں۔

"صوفیہ کے نزدیک اشغال کی حیثیت دوا و معالجہ کی ہے کہ بوقت ضرورت ان سے کام لے اور بعد میں پھر اپنے کام میں مشغول ہو۔" (ایضاح الحق الصریح ص 78)

✪ —— امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

"طریقت و حقیقت کی منزلوں کو طے کرنے کا مقصد تحصیل اخلاص کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اخلاص ہی سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے۔ کوتاہ اندیش احوال و مواجید کو تصور اور مشاہدات و تجلیات کو مطلوب جانتے ہیں اور کمالات شریعت سے محروم ہیں۔ بے شبہ مقام اخلاص کا حصول اور مرتبہ رضا تک وصول ان احوال و مواجید کو طے کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے اس لئے ان کی حیثیت مقصود حقیقی کے معاون کی ہے۔"

(مکتوبات جلد اول مکتوب سی و ششم)

یہ حقیقت واضح ہوئی کہ مشائخ کے اعمال و اشغال صفائی قلب حاصل کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اسی لئے وقت اور زمانے کے بدلتے تقاضوں کے پیش نظر مشائخ ان میں تبدیلی بھی کر دیتے ہیں۔

✪ —— حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

"ہر وقت اور ہر قرن کے اشغال جدا ہوتے ہیں اس لئے ہر طریق کے محققین تجدید

اشغال کی کوشش فرماتے رہتے ہیں۔" (صراط مستقیم ص 7)

یہ تو کوئی بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ صفائی قلب ان اشغال کے سوا اور کسی طرح سے نصیب نہیں ہو سکتی۔

✪ ـــ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"میرا گمان غالب ہے کہ صحابہ کرامؓ نسبت کو اور طریقوں سے بھی حاصل فرماتے تھے۔ مثلاً نماز اور تسبیحات پر ان کی شرائط کے ساتھ مواظبت' طہارت' یا موت اور عذاب و ثواب کے خیال پر مداومت کہ ان چیزوں سے مادی لذتوں سے بے تعلقی پیدا ہوتی ہے۔"

(القول الجمیل)

اگر کسی کو مروجہ اعمال و اشغال کے علاوہ کسی اور طریق سے صفائی قلب اور "کانک تراہ" کی کیفیت نصیب ہو جائے تو اسے مقصود نصیب ہو گیا۔ وہ مبارکباد کے لائق ہے۔ اگر یہ کیفیت قلب اور حضوری نصیب نہیں ہوئی۔ نماز میں دنیا کے خیالات اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں ہٹانے کے باوجود ختم نہیں ہوتے' راستہ چلتے نگاہیں بے اختیار غیر محرم کی طرف اٹھتی ہیں' دل پر شہوانی شیطانی خیالات ہجوم کرتے ہیں' لوگوں کی تعریف سے طبیعت میں بشاشت پیدا ہوتی ہے جبکہ اپنی غلطیوں کو دوسروں سے چھپانے کے لئے غلط بیانی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ سب مہلک باطنی امراض کی واضح نشانیاں ہیں۔ ایسے شخص کو مشائخ عظام کے زیر سایہ اپنی قلبی بیماریوں کا علاج کروانا ضروری ہے۔ اس سے مفر ممکن نہیں چونکہ قلب سلیم ہی روز محشر نجات کا سبب بنے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم" (الشعراء آیت 88' 89)

[جس دن کام نہ آئے گا مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس صاف دل لے کر]

اسباق تصوف کا مقصود قلب سلیم اور قلب منیب کا حصول ہے تاکہ سالک کی ظاہری و باطنی حالت' سیرت و اخلاق یعنی اعضاء و جوارح کا استعمال "تخلقوا باخلاق اللہ" کے عین مطابق ہو جائے۔ چنانچہ امام غزالیؒ اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں لکھتے ہیں:

[مینہ بھونا کوئی نہیں ہے ہر ایک کی گٹھڑی میں لعل و جواہر ہیں، پر اس کی گرہ کھولنا نہیں جانتے بس کنگال پھرتے ہیں۔]

جس طرح ایک بیج میں درخت بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اگر اس بیج کو کسی مالی کی زیر نگرانی چند دن زرخیز زمین میں پرورش پانے کا موقع مل جائے تو پھل پھول والا درخت بن جاتا ہے۔ اسی طرح سالک چند دن کسی شیخ کامل کے زیر سایہ ان اوراد و وظائف کو کرے تو اس کی شخصیت پر حسن اخلاق کے پھول لگتے ہیں اور اس کا شجر امید بار آور ثابت ہوتا ہے۔ دنیا کے کروڑوں انسانوں نے اب تک اس نسخے کو آزمایا اور اس سے فائدہ پایا۔ جس طرح ایک کیمسٹ لکھتا ہے کہ چینی ڈالو گے تو میٹھی محسوس ہوگی اسی طرح شیخ کامل جب اوراد و وظائف کی تلقین کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ سالک کو یقینی فائدہ ہوگا۔ اور یہ بات کرتے ہوئے اس کے پاؤں کے نیچے چٹان ہوتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی شیخ ناقص کے ہاتھ لگ جائے یا شیخ تو کامل ہو مگر سالک اوراد و وظائف کی پابندی نہ کرے تو وہ بحث سے خارج ہے۔ اس کی مثال ایسے مریض کی سی ہے جو کسی شہرہ آفاق طبیب سے نسخہ لکھوائے مگر جیب میں ڈالے پھرے، استعمال نہ کرے اور کچھ دنوں کے بعد کہے ڈاکٹر صاحب! مجھے افاقہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر پوچھے گا کہ آپ نے نسخہ استعمال کیا تھا؟ یہ کہے گا کہ میں نے تو جیب میں ڈالا ہوا ہے۔ ڈاکٹر کہے گا کم بخت اسے تو پیٹ میں ڈالنا تھا پھر فائدہ ہوتا۔

ان اوراد و وظائف کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ کرنے میں بہت آسان اور [illegible] ہے اس سے تزکیہ و احسان۔ جس سے پوری کی پوری شریعت پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بات دو اور دو چار کی مانند ٹھوس ہے۔ جسے یقین نہ ہو آزما کے دیکھے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

اب ان اوراد و وظائف کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ذکر (وقوف قلبی) :- ذکر کا لفظی معنی ہے یاد تو مجرد ذکر اللہ کا مطلب ہوا اللہ کی یاد۔ یہی اللہ کا ذکر دلوں کی دوا اور باطنی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسے مچھلی کیلئے پانی۔ اس ذکر اللہ کے ذریعے سالک کو [illegible]

✪ ——— در حقیقت جسمِ انسانی میں یاد کا مقام قلب ہے جبکہ زبان سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کبھی کسی ماں نے بیٹے سے یہ نہیں کہا کہ بیٹا میری زبان تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہے گی کہ بیٹا میرا دل تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یاد کا مقام انسان کا قلب ہے۔ پس عقلی دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ ذکر قلبی افضل ہے ذکر لسانی سے۔

بقول شخصے

اے از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں طریقہ زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

[اندر سے آشنا ہو باہر سے بیگانہ ہو، یہ طریقہ بہترین ہے اور دنیا میں بہت کم ہے۔]

اسی ذکر قلبی کو مشائخ طریقت، وقوف قلبی کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جابجا اس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً" (الاحزاب: آیت 41)

[اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو]

اس آیت میں اذکروا جمع کا صیغہ بھی ہے اور امر کا بھی۔ گویا مومنین کو ذکر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ مزید یہ کہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ مغفرت اور جنت کے وعدے بھی کئے جا رہے ہیں۔

"والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لہم مغفرۃ واجراً عظیماً" (الاحزاب: آیت 35)

[اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر کثیر کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر ذکر کر لیا کریں؟ یا صبح و شام ذکر کیا کریں یا اتنا ذکر کریں کہ تھک جائیں؟ آخر کیا کریں؟ اس آیت کے تحت مفسرین میں سے حضرت مجاہد "ذکر کثیر" کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

"الذکر الکثیر ان لا ینساہ بحال"

[ذکر کثیر یہ ہے کہ اسے کسی حال میں بھی نہ بھولے]

کسی حال میں بھی نہ بھولنے سے مراد کیا ہے؟ انسان کی تین بنیادی حالتیں ہیں۔ یا وہ لیٹا ہوگا یا بیٹھا ہوگا یا کھڑا ہوگا۔ ہر حال میں ذکر کرنے سے مراد لیٹے، بیٹھے، کھڑے اللہ کو یاد کرے، یہی عقلمندوں کی نشانی بتائی گئی ہے۔ قرآن پاک میں اولوا الالباب (عقلمندوں) کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

"الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم"

(آل عمران: آیت 191)

[وہ بندے جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں]

تفسیر صاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

"قال الصاوی تحت ھذہ الآیۃ: واعلم ان اللہ تعالی لم یفرض فریضۃ علی عبادہ الا جعل لھا حدا معلوما و عذر اھلھا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا ولم یعذر احدا فی ترکہ الا من کان مغلوبا علی عقلہ ولذا امرھم فی جمیع الاحوال قال اللہ تعالی یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم ففیہ اشارۃ الی ان الذکر امرہ عظیم و فضلہ جسیم"

[مفسر صاوی نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو چیز بھی فرض کی ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حد مقرر کر دی ہے اور حالت عذر میں ان کو معذور سمجھا ہے۔ سوائے ذکر کے کہ نہ تو کوئی اس کے واسطے حد مقرر کی ہے اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور سمجھا ہے سوائے مجنون کے، اسی لئے ان کو امر کیا ہے اللہ نے ساتھ اس ذکر کے جمیع حالات میں۔ اور بتایا ہے کہ مومن یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر۔ دراصل یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ ذکر کی شان اور اس کی فضیلت بہت بڑی ہے۔]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم ای باللیل والنھار فی البر والبحر والسفر والحضر والغنی والفقر والمرض والصحۃ والسر والعلانیۃ"

[جو لوگ کھڑے بیٹھے اور لیٹے ذکر کیا کرتے ہیں یعنی رات میں اور دن میں۔ خشکی میں اور تری میں، سفر میں اور حضر میں، تونگری اور فقر میں، مرض میں اور صحت میں خلوت میں اور جلوت میں]

ایسا ذکر تو پھر ذکر قلبی اور ذکر خفی ہی ہو سکتا ہے جو ہر حال میں کیا جا سکے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ذکر کثیر کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی تفسیر ذکر قلبی، ذکر خفی یا صوفیاء کی اصطلاح میں وقوف قلبی ہی ہے۔ اس ذکر کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"واذکر ربک کثیرا و سبح بالعشی والابکار" (آل عمران: آیت 41)

[اور یاد کر اپنے رب کو کثرت سے اور صبح شام اس کی تسبیح کر]

پس ثابت ہوا کہ وقوف قلبی کرنے کیلئے قرآن مجید میں حکم فرمایا گیا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اس کو سیکھنے کے لئے مشائخ عظام کی صحبت میں وقت گزارتے ہیں۔

احادیث سے دلائل

ارشاد نبویؐ ہے:

"عن ابی سعیدؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای العباد افضل درجۃ عند اللہ یوم القیمۃ قال الذاکرون اللہ کثیرا. قلت یا رسول اللہ و من الغازی فی سبیل اللہ قال لو ضرب بسیفہ فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر و یختضب دما لکان الذاکرون افضل منہ درجۃ"

" حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں کن لوگوں کا درجہ زیادہ ہوگا۔ فرمایا جو لوگ کثرت سے ذکر اللہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اور جو لوگ جہاد کرتے ہیں؟ فرمایا

کہ اگرچہ مجاہد کفار اور مشرکین پر تلوار چلاتا رہے یہاں تک کہ وہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون آلود ہو جائے پھر بھی ذاکرین کا درجہ افضل ہے]

اس حدیث پاک میں ذکر کثیر کرنے والوں کی فضیلت کتنی وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔ آیئے اب سنت نبویؐ سے بھی اسکی دلیل ڈھونڈیں تو ایک روایت میں ہے۔

"عن عائشةؓ کان رسول اللهؐ یذکر الله علی کل احیانه"

[سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر لمحے اللہ کا ذکر کرتے تھے]

اس حدیث پاک میں کل احیانه (ہر لمحے) کا لفظ گواہی دے رہا ہے کہ یہی ذکر قلبی ' ذکر خفی ہے۔ پس آپؐ کی عادت مبارکہ اور سنت یہ تھی ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ مشائخ نقشبندیہ اسی کی اتباع کیلئے سالکین طریقت کو وقوف قلبی کی مشق کرواتے ہیں۔ تاکہ انسان کا معاملہ "دست بکار دل بیار" [ہاتھ کام کاج میں دل اللہ کی یاد میں] کے مطابق ہو جائے۔ وقوف قلبی یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف رکھے اور لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے ہر گھڑی ہر آن دل میں رکھے یہ دھیان کہ میرا دل اللہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ یہی مندرجہ بالا آیات و احادیث کا منشاء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وقوف قلبی کی تعلیم قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔

2۔ فکر (مراقبہ):۔ مراقبہ ماخوذ ہے رقیب سے' جس کے معنی ہیں منتظر' نگہبان' پاسبان جیسے ارشاد فرمایا گیا "ان الله کان علیکم رقیبا" [الاحزاب: آیت 52] [بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے] تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے لو لگا کر بیٹھنے کو۔ یوں سالک جب مراقب ہوتا ہے تو وہ ساری دنیا سے یکسو ہو کر' یک رو ہو کر' قبلہ رو ہو کر' باوضو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ آنکھوں کو بند کر لیتا ہے۔ سر کو جھکا لیتا ہے اور تھوڑی دیر کیلئے یہ سوچتا ہے کہ نہ زمین' نہ آسمان' نہ انسان' نہ حیوان' نہ شیطان کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت' رہی ہے اور میرے دل میں سما رہی ہے۔ میرے دل کی ظلمت و سیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل اللہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ شروع شروع میں سالک کا دل ذکر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جیسے ہی سر جھکایا دنیا کے خیالات و وساوس نے ہجوم کیا۔ مثل مشہور ہے "کل اناء یترشح

بِما فیہ" [یعنی ہر برتن میں سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے] دل میں دنیا بھری ہونے کی کتنی واضح دلیل ہے کہ سر تو جھکایا یادِ الٰہی کی خاطر مگر پریشان خیالات تنگ کرنے لگیں۔ سالک کو اس بات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ مجھے تو بہت محنت کرنی چاہیے۔ اگر دل میں یہی کچھ لے کر گئے حشر پہ چھا گیا تو میری کتنی رسوائی ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وحصل ما فی الصدور" (العادیات: آیت ۱۰)

"[جو سینوں میں ہوگا نکالیں گے]"

اور "یوم تبلی السرائر" (الطارق: آیت ۹) [جس دن تمام بھید کھول دیے جائیں گے]

سالک مراقبہ میں بیٹھتے وقت جب یہ سوچتا ہے گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آرہی ہے تو حدیث پاک "انا عند ظن عبدی بی" [میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں] کے مطابق رحمت دل میں آجاتی ہے۔ بالفرض پہلے دن سارا وقت دنیا کے خیالات آئے فقط ایک لمحہ اللہ کا خیال آیا تو دوسرے دن دنیا کے خیالات نسبتاً کم آئیں گے۔ تیسرے دن اور کم۔ حتیٰ کہ وہ وقت آئے گا کہ جب سر جھکائیں گے تو فقط اللہ کا دھیان رہے گا دنیا کھسکتی دل سے نکل جائے گی۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مراقبہ کے دوران بعض سالکین پر اونگھ سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ "اذ یغشیکم النعاس" [جب تمہارے اوپر اونگھ طاری کر دی گئی] کے مصداق کسب فیض ہی کی علامت ہوتی ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں، ترقی ہوتی رہتی ہے۔ سالک کی مثال مرغی کی مانند ہے جو انڈوں پر بیٹھ کر انہیں گرمی پہنچاتی ہے۔ ابتداء میں جو انڈے پتھر کی طرح بے جان محسوس ہوتے ہیں ان میں جان پڑتی ہے حتیٰ کہ چوں چوں کرتے چوزے نکل آتے ہیں۔ اسی طرح سالک کو ابتدا میں اپنا دل پتھر کی مانند نظر آتا ہے لیکن مراقبہ میں بیٹھ کر ذکر کی حرارت پہنچانے سے وہ وقت آتا ہے جب دل اللہ اللہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ظاہر میں یہ عمل جتنا بھی سادہ سا لگتا ہے اس کا اثر اتنا ہی زیادہ ہے۔ چند دن مراقبہ کی پابندی کرنے سے تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

؎ دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

پیار کا یہ طریقہ عاشقوں کا طریقہ نہیں بلکہ محبوبوں کا طریقہ ہے۔ عاشق تو آہ و زاری اور نالہ و فریاد کرتے ہیں۔ جبکہ محبوب فقط دل میں یاد بناتے ہیں۔

؎ وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پہ مہرِ خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

اس طریقہ ذکر کے واضح دلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

<u>قرآن مجید سے دلائل:</u> ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفۃ و دون الجہر من القول"

(الاعراف: آیت 205)

[اور ذکر کرو اپنے رب کا اپنے نفس میں گڑگڑاتے ہوئے خفیہ طریقہ سے مگر اونچی آواز سے نہیں]

مفسرین نے "فی نفسک" کا مطلب "ای فی قلبک" کیا ہے۔ یعنی اپنے دل میں اپنے رب کا ذکر کرو۔ مزے کی بات یہ ہے کہ واذکر امر کا صیغہ ہے گویا حکم دیا جا رہا ہے کہ ذکر کرو اپنے رب کا۔ اگر اس حکم کی تعمیل میں مشائخ روزانہ ذکر و مراقبہ کریں تو اسے حکم کی تعمیل کہا جائے گا یا بدعت؟ ذاکرین پر اعتراض کرنے والے ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں۔

؎ خرد کا نام جنون پڑ گیا جنون کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ویسے بھی "فی نفسک" کا ترجمہ اپنے دل میں، اپنے دھیان میں، اپنی سوچ میں ہی کیا جا سکتا ہے اپنی زبان سے تو نہیں کیا جا سکتا۔ مراقبہ پر تنقید کرنے والوں کیلئے یہ آیت برہان مبین کا درجہ رکھتی ہے۔ معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "تضرعا و خیفۃ" سے ذکر قلبی اور "دون الجہر من القول" سے ذکر لسانی مراد ہے۔ اس سے ایک تو ذکر قلبی کا ثبوت ملا دوسرا ذکر قلبی کا ذکر لسانی پر مقدم ہونا ثابت ہوا۔

(11) اس ذات ہی کی طرف "تبتل" اختیار کرو۔ "تبتل" کہتے ہیں محبوب کی خاطر ماسوا سے انقطاع اختیار کرنے کو۔ گویا چاہتے ہیں مخلوق سے توڑو اور رب سے جوڑو۔ یہ انقطاع عن الخلق بیٹھے بٹھائے تو نصیب ہونے سے رہا' اس کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کریں؟ مشائخ عظام نے اس کا آسان عمل بتا دیا کہ روزانہ کچھ وقت فارغ کر کے یکسو ہو کر یک رو ہو کر بیٹھ جاؤ۔ آنکھوں کو بند کر لو اور بند کرتے وقت یہ سوچو کہ آج تو میں اپنی مرضی سے آنکھیں بند کر رہا ہوں' ایک وقت آئے گا کہ یہ ہمیشہ کیلئے بند ہو جائیں گی۔ اس سے دنیا کی بے ثباتی دل میں بیٹھے گی اور مخلوق سے کٹ کر خالق حقیقی سے جڑنے کا داعیہ پیدا ہوگا۔ اگر طبیعت چاہے تو سر پر کپڑا ڈال لو اور یہ سوچو کہ آج تو اپنی مرضی سے سر پر کپڑا ڈال رہا ہوں ایک وقت آئے گا کہ مجھے کفن پہنا دیا جائے گا۔ اس سے "تبتل" کی کیفیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ روزانہ دس پندرہ منٹ' آدھا گھنٹہ اس طرح بیٹھنے سے یہ سبق راسخ ہو جائے گا۔ پانی کا قطرہ دیکھنے میں کتنا نرم ہوتا ہے لیکن کسی پتھر پر متواتر گرتا رہے تو اس میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اگر روزانہ اس حالت میں بیٹھ کر اللہ اللہ اللہ کا ذکر کرے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ کی یاد دل میں اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ یہ ساری کیفیت مراقبہ کہلاتی ہے اور یہی اس آیت کریمہ کا مقصود ہے۔ اس عمل کا نام "تبتل" رکھیں' مراقبہ رکھیں' تو جہد رکھیں مگر اس حقیقت سے مفر ممکن نہیں کہ اس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ مراقبہ قرآن پاک کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

<u>احادیث سے دلائل</u> :- بخاری شریف میں کیف کان بدء الوحی کے باب میں مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نزول وحی سے پہلے کئی کئی دن کا زاد لے کر غار حرا میں وقت گزارتے تھے۔ اس وقت نہ تو نماز تھی' نہ قرآن تھا' نہ روزہ تھا' پھر وہاں بیٹھ کر کیا کرتے تھے؟ محدثین نے لکھا ہے کہ ذکر اللہ میں اپنا وقت گزارتے تھے' مخلوق سے ہٹ کر اللہ سے لو لگانے کا نام مراقبہ ہی تو ہے۔ مشائخ اسی سنت کو زندہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اعتراض کریں کہ یہ تو اعلان نبوت سے پہلے کی بات ہے تو آئیں اعلان نبوت کے بعد کا فرمان پیش کیا جاتا ہے۔

"عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یذکر عن ربہ تبارک و تعالیٰ اذکرنی بعد العصر و بعد الفجر ساعۃ اکفک فیما بینہما" (اخرجہ کنز الدقائق)

[حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا کہ عصر اور فجر کے بعد تھوڑی دیر میرا ذکر کیا کرو ان دو وقتوں کے درمیان کی میں کفایت کروں گا]

مشائخ کرام صبح و شام اسی مراقبے کی تاکید کرتے ہیں۔

درج ذیل میں ذکر و مراقبہ سے متعلق اکثر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۱: ذکر کا لفظ قرآن پاک کیلئے بھی استعمال ہوا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ جہاں ذکر کرنے کا حکم ہے وہاں قرآن پاک کی تلاوت مراد لے لی جائے؟

جواب: گو کہ ذکر کا لفظ قرآن پاک کیلئے بھی استعمال ہوا ہے تاہم قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اللہ دو مستقل الگ الگ عبادتیں ہیں۔ طبرانی شریف کی روایت ہے:

"فی حدیث طویل لابی ذر: اوصیک بتقوی اللہ فانہ راس الامر کلہ و علیک بتلاوۃ القرآن و ذکر اللہ فانہ ذکر لک فی السماء و نور لک فی الارض" (جامع صغیر بروایت طبرانی)

[ایک طویل حدیث میں حضرت ابوذر سے نبی علیہ السلام کا فرمان منقول ہے کہ میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر کام کی جڑ ہے اور تمہیں اپنی تلاوت قرآن اور اللہ کا ذکر لازم ہے۔ وہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر اور زمین میں نور ہے]

اس حدیث پاک میں تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دو مستقل الگ الگ عبادتیں ہیں لہٰذا جہاں ذکر اللہ کا حکم ہے وہاں تلاوت قرآن مراد نہیں لی جا سکتی۔

سوال نمبر ۲: مشائخ جو معمولات بتاتے ہیں وہ صبح و شام کرنے ہوتے ہیں، کیا اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟

جواب :- جی ہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکار"

[ذکر کر اپنے رب کا کثرت سے اور صبح وشام اس کی تسبیح کر]

اس آیت میں وضاحت کے ساتھ صبح وشام تسبیحات کرنے کا حکم موجود ہے۔

سوال نمبر3 :- کیا لیٹ کر بھی مراقبہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب :- جی ہاں کوشش تو یہی ہو کہ باادب بیٹھ کر مراقبہ کریں۔ کوئی عذر، بیماری وغیرہ کا ہو تو لیٹ کر بھی مراقبہ کر سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم"

[آل عمران: آیت 191]

اس آیت میں "جنوبھم" کا لفظ ثابت کرتا ہے کہ لیٹ کر بھی اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر4 :- بعض لوگ مراقبہ میں اچھلنے کودنے لگتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب :- جذب میں آجانا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ کسی آیت میں "خروا لاذقان سجدا" کے الفاظ ہیں تو کہیں "خروا سجدا و بکیا" کا مضمون ہے۔ کسی حدیث میں "فتخر تلہ ساجد" کا بیان اس کی دلیل پیش کرتا ہے۔ مشائخ کا فرمان ہے کہ سالک حتی الوسع اپنی کیفیات کو ضبط کرے اور اگر بے قابو ہونے لگے اور کسی صورت قرار نہ آئے تو مراقبہ ختم کر دے یہی اولیٰ ہے، اچھلنا کودنا محمود نہیں ہے۔

سوال نمبر5 :- ذکر سے ترقی زیادہ ہوتی ہے یا فکر سے؟

جواب :- سالک کیلئے پہلے ترقی ذکر سے ہوتی ہے حتی کہ سالک کو فنائے نفس نصیب ہوتی ہے اس سے آگے ترقی فکر سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے کہ سالک کی ترقی نہ ذکر سے ہوتی ہے نہ فکر سے بلکہ محض عنایت خداوندی سے ہوتی ہے۔

سوال نمبر6 :- قلب جاری ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔ عوام الناس کے نزدیک قلب میں نبض کی مانند نرم مگر تیز حرکت کا محسوس ہونا قلب کا جاری ہونا کہلاتا ہے۔ اور خواص کے نزدیک قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ قلب جوارح پر جاری ہو جائے یعنی اعضاء و جوارح پر قلب کا کنٹرول ہو جائے اور وہ شریعت و سنت کے مطابق استعمال ہوں۔

سوال نمبر 7 :۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "العبودیت" میں لکھا ہے:

"ذکر اسم ذات "اللہ اللہ" بغیر دوسرے لفظ سے مرکب کئے بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اسم مفرد کے ذکر کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی مسلمانوں کیلئے کوئی اسم مفرد مجرد مشروع کیا ہے۔ اسم مفرد مجرد مفید ایمان نہیں ہو سکتا۔ احادیث نبویؐ سے جملہ مرکب کی تعلیم ثابت ہے مثلاً سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر۔ کیا یہ ٹھیک نہیں ہے؟

جواب : دلیل 1 :۔ "سبحان اللہ" جملہ مرکبہ نہیں بلکہ مضاف، مضاف الیہ ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں "سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا" کے تحت لکھا ہے۔

"سبحان مصدر لا یکاد یستعمل الا مضافا منصوبا باضمار فعلہ" [سبحان مصدر ہے۔ یہ ہمیشہ مضاف اور منصوب ہو کر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا فاعل ہمیشہ مقدر ہوتا ہے۔ لہٰذا سبحان اللہ کے ساتھ سبحت یا اسی قسم کا فعل پوشیدہ سمجھا جائے گا۔

اس تحلیل کو سامنے رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ اسم ذات منادیٰ ہے اور اس سے حرف ندا حذف کرنا جائز ہے۔ قرآن پاک میں اس کی دلیل یوسف اعرض عن ہذا ہے۔ کافیہ میں منادیٰ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"ہو المطلوب اقبالہ بحرف نائب مناب ادعو"

[منادیٰ وہ ہے جس کا روبرو ہونا مطلوب ہے ایک حرف کے واسطے سے جو لفظ "ادعو" کا قائم مقام ہے۔ پس "اللہ" درحقیقت "ادعو اللہ" بن کر کلام تام بن جاتا ہے]

دلیل 2 :۔ کلام عرب میں جملہ اسمیہ میں کبھی کبھی مبتدا کو ذکر کر دیا جاتا ہے جبکہ خبر محذوف ہوتی ہے۔ یہاں بھی اللہ کا لفظ مبتدا ہے اور خالق، رازق، قادر وغیرہ خبر محذوف ہے۔

لگتا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اسی عنوان پر لکھتے ہوئے روانی میں یہ اعتراض کر گئے ہیں ورنہ مندرجہ بالا دلائل کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔

دلیل 3:۔ کئی قرآنی آیات سے ذکر اسم ذات یا اسم مفرد کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً

1۔ "واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا" (الدھر: آیت 25)

2۔ "واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا" (المزمل: آیت 8)

ان آیات مبارکہ میں رب کے نام کا ذکر "واذکر اسم ربک" کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص پوچھے کہ رب کا نام کیا ہے؟ تو کہا جائے گا "اللہ"۔ علم کلام کی تمام کتب میں اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کے بارے میں ہے:

"اللہ ۔۔ اللہ علم لذات الواجب الوجود المستجمع لجمیع الصفات الکمال المنزہ عن النقص والزوال"

[لفظ اللہ نام ہے اس ذات کا جس کا وجود ضروری ہے اور تمام صفات کمال کو جامع ہے اور کمزوریوں اور عیبوں سے پاک ہے]

گویا ان آیات سے لفظ اللہ کا ذکر کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی کو ذکر اسم ذات کہا جاتا ہے۔ سالکین طریقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر گھڑی ہر آن اسی ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

بقول شخصے ذکر محبت کی غذا ہے۔ کثرت ذکر کا تعلق ثبوت محبت سے ہے۔ جس طرح کسی کو کھانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اسی طرح محب کو محبوب کا نام لینے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ مزید وضاحت کیلئے محب و محبوب کے تعلق کا قرآن کے حوالے سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

✪ — محبت بے قرار کر دینے والی اور شدید ہو۔

"والذین آمنوا اشد حبا للہ" اس کی دلیل ہے۔

✪ محبوب کے حسن و جمال کی باتیں سن کر محبت میں اضافہ ہو۔

"اذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا" اس کی دلیل ہے۔

✪ — محب کو محبوب کے سوا کوئی طلب نہ ہو۔

"الیس الله بکاف عبده" اس کی دلیل ہے۔

✪ — محبوب کے ذکر سے دل کو طمانیت نصیب ہو۔

"الا بذکر الله تطمئن القلوب" اس کی دلیل ہے۔

✪ — محبوب کا تذکرہ سنتے ہی دل مچل اٹھے۔

"الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم" اس کی دلیل ہے۔

✪ — جب محب کو محبوب کے ذکر سے روکا جائے تو وہ ساری دنیا کو لات مار کر پیچھے دھکیل دے۔

"قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون" اس کی واضح دلیل ہے۔

دلیل 3:- مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے قیامت کے متعلق فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى يقال الله الله"

(قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا)

اگر مفرد مجرد اسم کا ذکر جائز نہ ہوتا تو نبی علیہ السلام بھی فقط ایک ہی مرتبہ اللہ کا لفظ کہتے۔ دو مرتبہ اللہ اللہ کہنا ذکر اسم ذات کے مشروع اور مفید ایمان ہونے کی نصوص نبوی دلیل ہے۔

عقلی دلیل:- جب کسی سے محبت ہو تو اس کا نام سنتے ہی محب تڑپ اٹھتا ہے۔ بقول شخصے

؎ اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

جس طرح محبوب کا نام سننے سے کانوں میں رس گھل جاتا ہے اسی طرح محبوب کا نام لینے سے دل کو سکون و آرام ملتا ہے۔

؎ کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

سالک جب بار بار اسم ذات کا ذکر کرتا ہے تو اس کے انگ انگ میں محبت الہی کی مستی چھا جاتی ہے۔

؎ اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام   شیر و شکر می شود جانم تمام

[الحمد للہ کتنا شیریں نام ہے کہ اس کے لینے سے میرا بدن جیسے دودھ کی مانند ہو گیا]

رہا یہ اعتراض کہ فقط اللہ اللہ کے نام کی مالا جپنے میں کیا فائدہ اور اس کو رٹنے کا کیا مطلب ——— تو عرض ہے کہ

ہے اسم رٹیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

(3) درود شریف :- سید السادات اور معدن الصلوات نبی کریم ﷺ کے امت پر متعدد احسانات ہیں کہ نہ تو ان کا حق ادا ہو سکتا ہے نہ ہی شمار ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا سالک باقاعدگی اور محبت و اخلاص سے درود شریف پڑھے وہ کم ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اس پر سینکڑوں اجر و ثواب عطا فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اولیائے کرام کا صبح و شام کا معمول رہا ہے۔ دلائل و فضائل کے لئے آیات و احادیث بکثرت ہیں۔ اختصار کی وجہ سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل :- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی۔ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما" (احزاب: آیت 56)

[بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر ﷺ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو]

اس آیت شریفہ کو "ان" کے لفظ سے شروع فرمایا گیا جو نہایت تاکید کی دلیل ہے۔ مزید برآں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا جو استمرار و دوام کی دلیل ہے۔ مفہوم یہ ہوا کہ یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی اکرم ﷺ پر۔ اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے درود بھیجنے کی نسبت پہلے اپنی طرف کی پھر فرشتوں کی طرف پھر مومنوں کو حکم دیا کہ تم بھی درود بھیجو۔ احسان کا بدلہ چکانا مکارم اخلاق میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ ہمارے محسن اعظم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی مکافات کا طریقہ بتا دیا۔ نبی کریم ﷺ کی شان محبوبیت کا عجب عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کے نام کو اپنے نام کے

ساتھ ذکر فرمایا۔ آپؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ۔ آپؐ کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ اور آپ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔ حضرت شاہ عبد القادرؒ لکھتے ہیں:

"اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کی شان کے لائق رحمت اترتی ہے اور مانگنے والے پر ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کرے"

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں امام زین العابدینؒ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے کی نشانی ہے۔

احادیث سے دلائل

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

"عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صلى علی صلوة واحدة صلى الله عليه عشرا" (رواہ مسلم و ابوداؤد)

[حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ صلوۃ بھیجتے ہیں]

✪ — طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر "براءۃ من النفاق و براءۃ من النار" لکھ دیتے ہیں۔

✪ — امام مستغفریؒ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز مجھ پر سو دفعہ درود شریف بھیجے اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں۔ تیس دنیا کی باقی آخرت کی۔ مشائخ نقشبند اسی لئے سالکین طریقت کو صبح و شام سو سو دفعہ درج ذیل درود پاک پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ "اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد و بارك وسلم" یہ درود پاک نہایت مختصر اور جامع ہے۔

✪ — علامہ سخاویؒ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے۔ ایک جو مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے' دوسرے جو میری سنت کو زندہ کرے' تیسرے جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔ کثرت درود کے ثمرات میں سے ہے خطاؤں کا کفارہ ہونا۔ درجات کا بلند ہونا۔ اعمال کا بڑی ترازو میں تلنا۔ ثواب کا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ہونا۔ خطرات سے نجات پانا۔ نبی علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہونا۔ آپؐ کا گواہ بننا۔ عرش کا سایہ ملنا۔ حوض کوثر پر حاضری نصیب ہونا۔ قیامت کے دن کی پیاس سے بچنا۔ پل صراط پر سہولت سے گزرنا۔ جہنم سے خلاصی ہونا۔ مرنے سے پہلے مقرب ٹھکانا دیکھ لینا۔ ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا۔ نادار کے لئے صدقہ کا قائم مقام ہونا۔ مال میں برکت ہونا۔ پڑھنے والے کے بیٹے اور پوتے کا مستفیض ہونا۔ دشمنوں پر غالب ملنا۔ نفاق سے بری ہونا۔ دل کا زنگ دور ہونا۔ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونا۔ جو شخص ساری دعاؤں کو درود بنائے۔ اس کے دنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت ہونا۔ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہونا۔ سالکین طریقت کو چاہئے کہ صبح و شام محبت و ادب کے ساتھ بارگاہ نبوی میں درود کا ہدیہ بھیجا کریں۔

بقول شخصے

بے علیہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجے ہیں درودوں کی تحفہ ہم نے بھی سوغاتیں

درود شریف کے متعلق پوچھے جانے والے چند عموی سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

<u>سوال نمبر1</u>:۔ جب اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت ہے؟

<u>جواب</u>:۔ ہمارا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اس وجہ سے نہیں کہ نبی علیہ السلام کو اس کی احتیاج ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ہمارا درود تو نبی اکرم ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔ مزید برآں ہمارا درود

شریف پڑھنا تو ہمارے اپنے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔

سوال نمبر 2:۔ سنا ہے کہ ایک "گناہگار امتی" کے پلڑے میں نبی اکرم ﷺ چھوٹا سا پرچہ ڈالیں گے تو پلڑا جھک جائے گا۔ وہ کیسے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کی قدر ہے جتنا اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی وزن زیادہ ہوگا۔ حدیث البطاقہ یعنی ایک ٹکڑا کاغذ کا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا۔ ننانوے دفتر گناہوں کے ہونگے اور ہر دفتر حد نظر تک پھیلا ہوگا اس پر غالب آجائے گا۔ اس کی دلیل ہے۔

سوال نمبر 3:۔ کیا درود شریف میں "صلیت علی محمد" یا "اصلی علی محمد" پڑھ سکتے ہیں۔

جواب:۔ نہیں پڑھ سکتے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات عیب سے پاک ہے جبکہ ہم سراپا عیوب و نقائص ہیں پس جو سراپا عیب ہو وہ سراپا پاک کی کیا ثنا بیان کر سکتا ہے۔

بقول شخصے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

لہٰذا "اللھم صل علی محمد" میں ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ رب طاہر کی طرف سے نبی طاہر ﷺ پر درود و سلام ہو۔

سوال نمبر 4:۔ کیا حائضہ عورت درود پڑھ سکتی ہے؟

جواب:۔ حائضہ عورت اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کا نام لے سکتی ہے۔ کلمہ پڑھ سکتی ہے درود اور استغفار پڑھ سکتی ہے۔ صرف قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتی۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی معلمہ اپنی شاگردوں کو اس حالت میں سبق دینا چاہے تو قرآن کا ایک ایک لفظ جدا جدا کر کے پڑھائے مگر قرآن پاک کو ہاتھ نہ لگائے۔

سوال نمبر 5:۔ کیا بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے؟

جواب:۔ جائز ہے مگر باوضو پڑھنا "نور علی نور" ہے۔

سوال نمبر6:- نبی اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:- بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن اپنے والد کی پشت سے ماں کے پیٹ میں تشریف لائے۔ نبی اکرم ﷺ جس طرح نبیوں کے سردار ہیں جمعہ کا دن باقی دنوں کا سردار بنا۔ پس جمعہ کے دن درود کی کثرت کو مناسبت ہوئی۔

سوال نمبر7:- درود ابراہیمی میں "اللهم صل على محمد" کے ساتھ "كما صليت على ابراهيم" کہنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فضیلت نصیب ہے۔

جواب:- عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ "کما" کا لفظ کبھی اعلیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے کبھی ادنیٰ کے لئے۔ جیسے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "مثل نوره كمشكوة فيها مصباح" (النور: آیت 35) [اس کے نور کی مثال اس طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو]

حالانکہ اللہ جل شانہ کے نور کو چراغوں سے کیا نسبت؟ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس سوال کے دس جواب لکھے ہیں مکتوبات امام مجدد الف ثانی میں بھی اس کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

(4)—— استغفار

روزانہ صبح و شام ایک سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔ مشائخ نقشبند ایک نہایت مختصر اور جامع استغفار پڑھتے ہیں "استغفر الله ربي من كل ذنب واتوب اليه" قرآن و حدیث سے اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر1:- ارشاد باری تعالیٰ ہے

"استغفروا ربكم ثم توبوا اليه" (ھود: آیت 52) [تم استغفار کرو اپنے رب کے سامنے اور توبہ کرو] اس آیت کریمہ میں استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس مشائخ نقشبند اسی حکم کی روزانہ تعمیل کرتے ہوئے نہایت تواتر سے استغفار پڑھتے ہیں اور یہی تعلیم اپنے

سالکین کو بھی دیتے ہیں۔

دلیل نمبر2:۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

"فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا۔ یرسل السماء علیکم مدرارا۔ ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهارا" (سورۃ نوح: آیت 10-12)

[پس میں نے (ان سے) کہا کہ اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بیشک وہ بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر زور کی بارش برسائے گا اور مال و اولاد سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہاری خاطر باغات اور نہروں کا انتظام کر رکھا ہے]

دلیل نمبر3:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ما کان الله لیعذبهم وانت فیهم وما کان الله معذبهم وهم یستغفرون" (الانفال: آیت 33)

[حق تعالیٰ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب نہیں دیں گے۔ اور (اسی طرح) جب وہ استغفار کر رہے ہوں تو بھی ان کو عذاب نہیں ہوگا۔]

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"کان فیهم امانان النبی صلی الله علیه وسلم والاستغفار فذهب النبی صلی الله علیه وسلم وبقی الاستغفار" (ابن کثیر جلد 2 صفحہ 312)

[امت میں عذاب سے بچنے کے دو ذریعے تھے نبی اکرم ﷺ اور استغفار، نبی اکرم ﷺ تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے البتہ استغفار اب بھی باقی ہے۔]

دلیل نمبر4:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کانوا قلیلا من الیل ما یهجعون ۰ وبالاسحار هم یستغفرون" (الذاریات: آیت 17، 18)

[یہ حضرات رات کو بہت کم سوتے ہیں اور سحر کے اوقات میں مغفرت طلب کرتے ہیں]

احادیث سے دلائل

دلیل نمبر 1:- بخاری شریف کی روایت ہے:

"عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ"

[حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یہ عمل دن میں ستر مرتبہ سے بھی بڑھ جاتا ہے]

دلیل نمبر 2:- تفسیر بیضاوی صفحہ 521 پر مرقوم ہے:

"وروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاستغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ مائۃ مرۃ" (رواہ البخاری والنسائی وابن ماجہ)

[حضور ﷺ نے فرمایا "میں بعض اوقات دن اور رات میں سو سو مرتبہ بھی استغفار کرتا ہوں۔"]

محدثین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روزانہ ستر مرتبہ یا سو مرتبہ استغفار پڑھنا اظہار عبودیت اور تعلیم امت کے لئے تھا حالانکہ آپ تو بخشے بخشائے تھے۔ "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" اس پر قوی دلیل ہے۔

دلیل نمبر 3:- "عن ابی بکرؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال علیکم بلا الہ الا اللہ والاستغفار فاکثر منھما فان ابلیس قال انما اھلکت الناس بالذنوب واھلکونی بلا الہ الا اللہ والاستغفار الی آخرہ" (تفسیر مظہری جلد 10 صفحہ 484)

"حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم پر "لا الہ الا اللہ" اور استغفار کی کثرت ضروری ہے کیونکہ ابلیس نے کہا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا ہے اور وہ مجھے کلمہ اور استغفار سے ہلاک کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر 4:- علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر جلد 2 صفحہ 480 پر استغفار کے متعلق لکھتے ہیں:

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لزم الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ھم فرجا ومن کل ضیق مخرجا ورزقہ من حیث لا یحتسب" (ابوداؤد جلد 1 صفحہ 220)

[حضرت ابن عباسؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس نے استغفار پر دوام اختیار کیا حق تعالیٰ اس کو ہر غم اور تکلیف سے خلاصی عطا فرماتے ہیں اور اس کو ایسے طور پر رزق دیتے ہیں جس کا اسکو گمان بھی نہیں ہوتا]

دلیل نمبر5:۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"العبد آمن من عذاب اللہ ما استغفر اللہ عزوجل"

(ابن کثیر جلد 2 صفحہ 312)

[بندہ جب تک استغفار کرتا رہتا ہے۔ عذاب خداوندی سے محفوظ رہتا ہے]

پس سالک کو چاہئے کہ روزانہ استغفار پڑھنا اور اپنے گناہوں سے توبہ تائب ہونا لازمی سمجھے۔ "اکمال الشیم" میں لکھا ہے۔ اے دوست! تیرا توبہ کی امید پر گناہ کرتے رہنا' اور زندگی کی امید پر توبہ کو مئوخر کرتے رہنا تیری عقل کا چراغ گل ہونے کی دلیل ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

"یا ایھا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا" (التحریم آیت 8)

[اے ایمان والو حق تعالیٰ کی طرف سچی توبہ اختیار کرو]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

"وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون"

(النور آیت 31)

[اے ایمان والو! حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرو' تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ]

ائمہ کرام کا اجماع ہے توبہ کے واجب ہونے پر' اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے توبہ کے دروازوں کو کھلا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ غرغرۂ موت آجائے یا پھر سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو

جائے۔

✪ ـــ ترمذی شریف کی روایت ہے:

"ان اللہ عزوجل یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر"

[حق تعالیٰ بندہ کے سکرات الموت میں مبتلا ہونے سے قبل اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔]

✪ ـــ مسلم شریف کی روایت ہے:

"من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربها تاب اللہ علیہ"

[جو حق تعالیٰ کی طرف سے توبہ کرے وہ قبول ہے جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں کرتا۔]

✪ ـــ چنانچہ توبہ کرنے والے کے گناہوں کو اس طرح بخش دیا جاتا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

"التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ"

[گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔]

✪ ـــ اگر اللہ تعالیٰ کو پیار آ جائے تو نہ صرف گناہوں کو بخشتے ہیں بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

"فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات" [الفرقان: آیت 70]

[یہی وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیں گے۔]

✪ ـــ حضرت عمران بن حصینؓ سے مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے ایسی توبہ کی کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لقد تاب توبۃ لو قسمت بین سبعین من اھل المدینۃ لوسعتھم"

[اس شخص نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر ستر آدمی جو مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم کر دیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔]

✪ ـــ روایت ہے کہ ایک آدمی صحرا میں سفر کر رہا تھا کہ ایک جگہ تھک کر سو گیا۔ جب جاگا تو دیکھا کہ اونٹنی کہیں چلی گئی ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود نہ ملی تو اسے یقین ہو گیا کہ مجھے اس صحرا میں شدت جوع و پیاس سے موت آ جائے گی۔ عین اسی وقت کے عالم میں اونٹنی آئی تو وہ

شخص کہنے لگا "اللھم انت عبدی وانا ربک" [یا اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب] "اخطاء من شدۃ الفرح" [وہ شخص شدید خوشی کی وجہ سے غلط کہہ بیٹھا] جتنی خوشی اس مسافر کو ہوئی اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے جب کوئی بندہ توبہ تائب ہوتا ہے۔

✪ —— بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب شیطان کو مردود بنا دیا گیا تو اس نے مہلت مانگی "رب فانظرنی الی یوم یبعثون" [یا اللہ مجھے قیامت تک مہلت دے دے] اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم" [یہ تجھے وقت معین تک مہلت دی گئی] پس سوچنے کی بات ہے کہ اگر شیطان لعین کو مہلت مل سکتی ہے تو امت محمدیہ کے گنہگاروں کو کیوں نہیں مل سکتی۔

✪ —— تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 178 میں لکھا ہے۔

"وفی روایۃ قال ابلیس وعزتک وجلالک لا ازال اغوینھم مادامت ارواحھم فی اجسادھم فقال اللہ عزوجل عزتی وجلالی لا ازال اغفرلھم ما استغفرونی"

شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ اے اللہ! میں تیرے بندوں کو بھکاؤں گا "ولا تجد اکثرھم شکرین" [الاعراف: آیت 17] [اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے] جب شیطان نے بھکانے کی قسمیں کھائیں تو رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ فرمایا "شیطان! تو میرے بندوں کو ورغلانے کی قسمیں کھاتا ہے اب میری بات بھی سن لے۔ میرے بندے بتقاضائے بشریت گناہ کرتے رہیں گے کرتے رہیں گے۔ اگر موت سے پہلے پہلے توبہ کریں گے تو "فبعزتی وجلالی" [مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں ان کے گناہوں کو معاف کر دوں گا]

✪ —— ایک بوڑھے میاں کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں چند نوجوان آپس میں بحث مباحثہ کرتے نظر آئے۔ قریب سے گزرنے لگے تو ایک نوجوان نے کہا بابا جی! ہمیں ایک مسئلہ بتا دو۔ ایک شخص جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے یا وہ شخص جو بڑا گنہگار ہو مگر اس نے سچی توبہ کر لی ہو۔ دونوں میں سے کس کے درجہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ہوتی ہے۔ بوڑھے میاں نے کہا بچو!

میں کپڑا بناتا ہوں میرے لیے یہ دھاگے ہوتے ہیں جب کوئی ٹوٹ جاتا ہے تو میں اس کو گرہ لگاتا ہوں۔ تاہم اس پر نظر رکھتا ہوں کہ وہ دوبارہ نہ ٹوٹ جائے۔ ممکن ہے کہ جس گنہگار نے گناہوں کی وجہ سے اللہ سے رشتہ توڑنے کے بعد سچی توبہ سے گانٹھ باندھی اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو کہ یہ بندہ کہیں پھر نہ ٹوٹ جائے۔" سبحان اللہ"

✪ —— فرمایا گیا کہ اے میرے بندے! اگرچہ تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، اگرچہ تیرے گناہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کے برابر ہیں، اگرچہ تیرے گناہ ساری دنیا کی ریت کے ذرات کے برابر ہیں یا سارے سمندروں کی جھاگ کے برابر ہیں پھر بھی تیرے گناہ تھوڑے ہیں میری رحمت زیادہ ہے تو آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ کو قبول کرلوں گا۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اے میرے بندے! اگر تو نے توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ اے میرے بندے تو نے سو دفعہ توبہ کی اور سو دفعہ توڑ بیٹھا میرا در اب بھی کھلا ہے آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ کو قبول کروں گا۔ سچ کہا گیا۔

"امۃ مذنبۃ و رب غفور" امت گنہگار ہے اور رب کریم غفار ہے۔

(5) —— تلاوت قرآن مجید

روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر 1:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فاقرؤا ما تیسر من القرآن" [قرآن پاک کی تلاوت کرو جتنا تم سے ہو سکے]

اس آیت کریمہ میں قرآن پاک کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی کی تعمیل میں مشائخ حضرات سالکین طریقت کو تلاوت قرآن پاک کی تلقین کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الذین آتینھم الکتب یتلونہ حق تلاوتہ" (البقرہ: آیت 121)

۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں]

احادیث سے دلائل

<u>دلیل نمبر1:۔</u> طبرانی نے جامع الصغیر میں روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی کو نصیحت کی۔

"اوصیک بتقوی اللہ فانہ رأس الامر کلہ وعلیک بتلاوۃ القرآن وذکر اللہ فانہ ذکر لک فی السماء ونور لک فی الارض"

[میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔ اور تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم رکھ۔ کیونکہ یہ آسمان میں تیرے ذکر کا سبب ہیں اور زمین میں تیری ہدایت کا]

دلیل نمبر2: ایک حدیث حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے:

"عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیک بتلاوۃ القرآن فانہ نور لک فی الارض وذخر لک فی السماء"

[فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "تم پر تلاوت قرآن ضروری ہے کیونکہ یہ تیرے لئے زمین میں ہدایت کا سبب ہے اور آسمان میں یہ تیرا ذخیرہ اکٹھا ہو رہا ہے]

<u>دلیل نمبر3:۔</u> بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے:

"عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید اذا اصابہ الماء قیل یا رسول اللہ ﷺ وما جلاءھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن"

[فرمایا نبی اکرم ﷺ نے ان دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کو صاف کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا موت کا ذکر کثرت سے کرو اور تلاوت قرآن پاک کثرت سے کرو]

<u>دلیل نمبر4:۔</u> امام ابوداؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے:

آیات بالا کے مطابق حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ اتباع کے لئے اطلاع ضروری ہوتی ہے اور اسی کو رابطہ شیخ کہتے ہیں۔

احادیث سے دلائل

دلیل نمبر 1:۔ حدیث پاک میں ہے:

"عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال الرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل" (ابوداؤد، ترمذی)

[ہر شخص اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے پس اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس شخص سے دوستی کر رہا ہے]

حدیث بالا کے مطابق انسان اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے پس سالک کو چاہیے کہ وہ شیخ کی محبت کو لازم پکڑے ان کو اپنا خلیل اور اپنا رہبر و رہنما جانے تاکہ ان کی مانند دین کے رنگ میں رنگ جانا آسان ہو۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا "لا تصاحب الا مؤمنا" [ایماندار کے علاوہ کسی اور کو دوست مت بناؤ] یہی محبت شیخ اور رابطہ شیخ ہے۔

دلیل نمبر 2:۔ حدیث پاک میں ہے:

"المرء مع من احب" (بخاری و مسلم)

[ہر شخص کا حشر و نشر اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا]

یہ حدیث مبارکہ سالکین طریقت کی تسلی کے لئے کافی وافی شافی ہے۔ سالک اپنے شیخ سے رابطہ اگر مضبوط سے مضبوط بنائے گا تو محبت بھی شدید پائے گا یہی علامت ہے قیامت کے دن "المرء مع من احب" کا مژدہ جانفزا سننے کی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "انت مع من احببت" [تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو نے محبت کی] پس رابطہ شیخ ہی تمام معمولات کا خلاصہ اور نچوڑ ٹھہرا اور یہی "صراط الذین انعمت علیهم" کی تفسیر ہے۔

دلیل نمبر 3 :۔ حدیث پاک میں ہے:

"علیکم بمجالسة العلماء واستماع کلام الحکماء فان اللہ تعالی یحیی القلب المیت بنور الحکمة کما تحیی الارض المیت بماء المطر" (الترغیب والترہیب)

[علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو اور دانا لوگوں کی باتیں سنا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور کیساتھ مردہ دلوں کو زندہ فرماتے ہیں۔ جس طرح بنجر زمین کو بارش کے پانی سے زندہ کرتے ہیں]

صحبت شیخ میں وقت گزارنا اسی فرمان نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

دلیل نمبر 4 :۔ حضرت ابو سعیدؓ سے ایک حدیث پاک میں بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا قصہ منقول ہے جس نے 100 قتل کئے پھر نادم و شرمندہ ہوا تو کسی نے اسے صلحاء کی بستی میں جانے کے لئے یوں کہا۔

"انطلق الی ارض کذا و کذا فان بها اناسا یعبدون اللہ تعالی فاعبد اللہ معهم" (ریاض الصالحین)

[فلاں فلاں علاقے میں جاؤ' ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ ہوں گے' تم بھی ان کے ساتھ عبادت میں شریک ہو جاؤ]

سالک جب اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہاں مریدین کا مجمع "اناسا یعبدون اللہ تعالی" کا مصداق بن کر موجود ہوتا ہے پس اسے "فاعبد اللہ معهم" پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

عقلی دلیل :۔ جب کوئی مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو ڈاکٹر مرض تشخیص کرنے کے بعد نسخہ لکھ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ گھر جائیں اور اتنے اتنے دن یہ دوائی استعمال کریں۔ پھر مجھے آکر حقیقت سے آگاہ کریں۔ اسی طرح مرشد اپنے مرید کو بیعت کرنے کے بعد معمولات کا روحانی نسخہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر جا کر معمولات کی پابندی کریں اور گاہے بگاہے اپنے حالات سے مطلع کرتے رہیں اسی کا نام رابطہ شیخ ہے۔

اشعار سے دلائل :۔ شعراء امت نے رابطہ شیخ کی اہمیت میں جو اشعار کہے ہیں ان میں سے

باب 10

معمولات شب و روز

✪ سالک کو چاہیے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کیلئے اٹھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا قول ہے "سحر خیزی میں مومن سحر کا تحفہ ہے حقیقت سے بچانا اس کے لئے باعث ندامت ہے۔" حضرت جنید بغدادیؒ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے اور فرمایا "سب کشف و کرامات اڑ گئے۔ بس رات کے آخری حصے کے چند نفل کام آئے۔"

حضرت خواجہ ابو سعید ابو الخیرؒ کی رباعی تہجد کے بارے میں مشہور ہے۔

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند   گرد در و بام دوست پرواز کنند

ہرجا کہ درے بود بشب در بندند   الا در دوست را کہ شب باز کنند

(رات کو اٹھو اس لئے کہ عاشق رات کو راز و نیاز کرتے ہیں دوست کے دروازے اور چھت کے ارد گرد پرواز کرتے ہیں۔ ہر جگہ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں سوائے دوست کے دروازے کے جسے رات کو کھول دیتے ہیں)

✪ — خواب سے بیدار ہونے کے بعد مسنون دعا پڑھے۔ بیت الخلاء جانا ہو تو جوتے پہلے دایاں پہنے پھر بایاں پہنے اور مسنون دعاؤں کی رعایت کرتے ہوئے بیت الخلاء اور وضو سے فارغ ہو (مختلف اوقات کی مسنون دعاؤں کا پڑھنا بہت اہم ہے اس میں ہرگز سستی نہ کرے۔ اس سے وقوف قلبی رکھنے میں تقویت ملتی ہے۔)

✪ — حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے منقول ہے کہ بعد از وضو تین بار کہے

"خداوندا! آنحضرت تو باز گشتم از بدی و تقصیرے کہ بر من گزشتہ است"

(اے اللہ میں نے برائی گناہ اور خطا سے تیری طرف توبہ کی جس کا میں مرتکب ہو چکا ہوں)

اس دعا کا مقصود توبہ و استغفار ہے تاکہ ظاہری وضو کے ساتھ باطنی طہارت بھی نصیب ہو اس سے نماز میں "ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" کی کیفیات نصیب ہونے میں آسانی ہوتی ہے۔ صوفیہ کا منشائے مقصد یہی ہے۔

✪ ــــ ہر مرتبہ وضو کرنے کے بعد دو رکعت صلوٰۃ تحیۃ الوضو پڑھا کرے۔ منقول ہے کہ معراج کے وقت نبی علیہ السلام نے جنت میں حضرت بلالؓ کے چلنے کی آواز سنی۔ واپسی پر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تحیۃ الوضو پابندی سے پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔

✪ ــــ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کا معمول تھا کہ پہلے دوگانہ میں آیت الکرسی والا رکوع اور سورہ بقرہ کا آخری رکوع پڑھتے۔ پھر آٹھ رکعت میں دس دس آیات پڑھ کر سورۃ یٰسین مکمل کرتے۔ آخری دو رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے۔ (حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کی صحبت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے فیضان پایا۔ آپ ان دونوں حضرات کے پیر تعلیم کہلاتے ہیں۔)

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ فرمایا کرتے تھے "تہجد کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھنے پر تین دل ملتے ہیں۔

"رات کا دل یعنی آخری پہر، قرآن کا دل یعنی سورۃ یٰسین، انسان کا دل۔ ان تین دلوں کا اجتماع قبولیت دعا کا سبب بنتا ہے۔"

✪ ــــ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا قول ہے "اگر کبھی تہجد ترک ہو جائے تو دوسرے دن نصف النہار سے پہلے نفل پڑھ لے۔ جس سالک کو اٹھنے کا یقین نہ ہو وہ نوافل پڑھ کر سوئے۔"

✪ ــــ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ تہجد کی دعا میں درج ذیل اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

چوں بدرگاہ تو خود را در پناہ آوردہ ام   یا الٰہ العالمین بار گناہ آوردہ ام

بر درت زیں بار خود پشت دو تا آوردہ ام   عجز و زاری بر در عالم پناہ آوردہ ام

"پیش از صبح بطریق باطن مشغول باشی"

[صبح سے پہلے باطنی سبق میں مشغول ہو جایا کریں]

✪ — نماز فجر کی دو سنتیں گھر پر ادا کرے کہ یہ بھی سنت ہے پھر فرض نماز باجماعت تکبیر اولیٰ سے ادا کرنے کیلئے مسجد جائے۔ فرض نمازوں میں تکبیر اولیٰ کی حفاظت کرنا اپنے اوپر لازم سمجھے کہ صلحاء کا شعار ہے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی تکبیر اولیٰ کئی کئی ماہ تک فوت نہیں ہوتی تھی۔

✪ — مسجد میں مسنون دعائیں پڑھ کر داخل ہو۔ اعتکاف کی نیت کر لیا کرے۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا سخت برا سمجھے۔ ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھے تاکہ کامل یکسوئی نصیب ہو۔

✪ — ہر نماز کے بعد تسبیحات فاطمہ، تیسرا کلمہ ایک مرتبہ، آیت الکرسی، فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ "اللھم اجرنی من النار" دس مرتبہ "اللھم اغفرلی و للمومنین و المومنات والمسلمین والمسلمات" حضرت مرشد عالمؒ اس معمول کی پابندی فرماتے تھے۔

✪ اس کے بعد ایک پارہ قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ حفاظ اپنی منزل کے حساب سے پڑھیں۔ سورۃ یٰسین روزانہ پڑھنے کا معمول بنائے۔

✪ — جب سورج ایک یا دو نیزے کی قدر بلند ہو جائے تو چار رکعت نماز اشراق ادا کرے۔ اس پر ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب چرخیؒ فرماتے تھے۔ اشراق کے بعد دس مرتبہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" پڑھیں۔ یہ وصیت انہیں حضرت سیف الدین باخرزیؒ نے کی تھی۔ (رسالہ انسیہ ص 33)

✪ — مشائخ ہمارا کا معمول ہے کہ اشراق کے نوافل میں استخارہ کی نیت بھی شامل کرتے ہیں۔ بعد میں تھوڑی دیر غنود کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ پورے دن کے معاملات کو واضح فرما دے۔ مزید برآں ہر نماز کے بعد سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، چاروں قل پڑھ کر نبی علیہ السلام اور جمیع

مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔

✿ — اس کے بعد جو شخص علم پڑھنے یا پڑھانے کا شغل رکھتا ہو وہ اس میں مشغول ہو جائے۔ اگر تاجر یا ملازم ہو تو شرعی مسائل کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جائے۔ حق تعالیٰ کی یاد کو لازم پکڑے تاکہ "رجال لا تلھیھم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ" پر عمل نصیب ہو۔ اس کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ یعنی ہاتھ کام کاج میں مشغول دل یاد خدا میں مشغول۔

✿ — جب سورج خوب اونچا ہو جائے تو چار رکعت نوافل چاشت ادا کرے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا فرمان ہے۔

"چاشت کی پہلی رکعت میں والشمس و ضحھا۔ دوسری میں واللیل اذا یغشی تیسری میں والضحی اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے۔"

(رسالہ انفاس نفیسہ ص ۳۶)

✿ — جو حضرات دنیاوی مشاغل کی وجہ سے یا دفتری پابندی کی وجہ سے بامر مجبوری نماز چاشت نہ پڑھ سکتے ہوں وہ اشراق کے وقت دو رکعت نماز اشراق اور چار رکعت نماز چاشت کی نیت سے پڑھ لیں۔ فی زمانہ یہی معمول بہتر ہے۔

✿ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد گنجائش ہو تو قیلولہ کرے کیونکہ سنت رسول مقبول ﷺ ہے۔ اس سے تہجد کی پابندی آسان ہو جاتی ہے۔ جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر نماز کی چار سنتیں گھر پڑھے جبکہ فرض باجماعت ادا کرے۔

✿ — حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا فرمان ہے کہ ظہر کے بعد تین مرتبہ کلمہ بازگشت پڑھیں۔ "خداوندا مقصود من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت ذوق و شوق خود بدہ"

(رسالہ انفاس نفیسہ ص ۵۹)

✿ — ظہر کے بعد پھر کام کاج میں مشغول ہو جائے۔ فرصت ہو تو حسب اجازت شیخ دلائل الخیرات یا حزب البحر وغیرہ پڑھ کر ایک مرتبہ ختم شریف پڑھ لے۔ وقت میں گنجائش ہو تو حدیث و فقہ کی کتب یا تصوف کی کتابیں خصوصاً مکتوبات امام ربانی اور مکتوبات معصومیہ و حالات مشائخ

سلسلہ نقشبندیہ وغیرہ پڑھے۔ بعض مشائخ کا معمول ظہر کے بعد سورۃ فتح پڑھنے کا بھی ہے۔

✪ —— نماز عصر کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہو جائے۔ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کا فرمان ہے کہ سالک اپنے لطائف پر حسب ذیل ترتیب سے مراقبہ کرے۔

"لطیفہ قلب پر اسم اللہ 5000 مرتبہ۔ لطیفہ روح پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ سر پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ خفی پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ اخفیٰ پر 1000 مرتبہ۔ لطیفہ نفس پر 2000 مرتبہ۔ لطیفہ قالب 1000 مرتبہ یعنی کل 12000 مرتبہ ذکر اسم ذات کرے۔"

✪ —— نماز مغرب باجماعت ادا کرکے چھ سے بارہ رکعت نماز اوابین کی نیت سے پڑھے۔ اس کے بعد سورۃ واقعہ اور سورۃ الم سجدہ اور سورۃ دخان کی تلاوت کرے۔

✪ —— پھر کھانے پینے سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے۔ 100 مرتبہ استغفار اور 100 مرتبہ درود شریف پڑھے۔ پھر سورۃ ملک پڑھے۔

✪ —— حضرت مرشد عالمؒ کا معمول تھا کہ ایک مرتبہ درود شریف ایک مرتبہ فاتحہ، ایک مرتبہ آیت الکرسی، ایک ایک مرتبہ چاروں قل پھر ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے گرد حصار بناتے، پھر رات کو سویا کرتے تھے۔ یہ حفاظت کیلئے بہت مفید ہے۔

✪ —— سالک کو چاہیے کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی، معوذتین اور تسبیحات فاطمہ کا اہتمام کرے۔ جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح پڑھے۔ آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف کی کوشش کرے۔ نصف شعبان، لیلۃ القدر، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کا قیام کرنے کی کوشش کرے۔

✪ —— ایام بیض (13 - 14 - 15) کا قمری حساب سے روزہ رکھنا، شوال کے چھ روزے، ماہ ذوالحجہ کی نویں تک نو روزے، یوم عاشورہ، پندرھویں شعبان، آٹھ روزے اول ماہ رجب و شعبان کے رکھنے کی کوشش کرے۔ مجبوری ہو تو نفلی روزے خوب رکھے۔ ایک دن روزہ ایک دن افطار بہترین عمل ہے۔ ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

✪ —— اگر قضا نمازیں اور روزے وغیرہ ذمہ باقی ہوں تو پہلے ادا کرنے لازمی ہیں۔ مختلف مواقع کی مسنون دعائیں یاد کرکے موقعہ بہ موقعہ پڑھتا رہے۔

✪ — اپنی روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کا خیال رکھے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قوی مومن کمزور مومن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ہمارے مشائخ صبح یا شام جو وقت مناسب ہو تا چہل قدمی کیا کرتے ہیں۔

✪ — اگر معمولات میں کمی بیشی چاہے تو اپنے شیخ کی اجازت سے کرے۔

باب 11

معارف و حقائق

نوٹ:— سالکین طریقت کی افادیت کیلئے تصوف کی معتبر کتابوں سے اخذ شدہ معارف و حقائق قلمبند کئے گئے ہیں۔

دنیا:—

✪ — ایک شخص نے رابعہ بصریؒ کے پاس دنیا کی برائی کا تذکرہ کیا۔ فرمایا "آئندہ میرے پاس نہ آنا تمہیں دنیا سے بہت محبت ہے۔

✪ — جو مادی دنیا کا سفر کرے اس کے پاؤں پہ آبلے اور جو روحانی دنیا کا سفر کرے اس کے دل پہ آبلے۔

✪ — دنیا سے اتنا تعلق رکھو جتنا بیت الخلا سے حاجت کے وقت رکھا جاتا ہے۔

✪ — طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کی مانند ہے جتنا پئے اتنی ہی پیاس بڑھتی ہے۔

✪ — ایک بادشاہ نے کہا اے فقیر! مانگ کیا مانگتا ہے؟ فقیر نے کہا "میں اپنے غلام کے غلام سے کیا مانگوں؟" بادشاہ نے پوچھا "کیا مطلب؟" کہا "دنیا میری غلام اور آپ دنیا کے غلام"

✪ — بعض لوگوں نے ذوالنون مصریؒ سے کہا فلاں جماعت شغل و طرب میں مشغول ہے، بددعا کریں۔ فرمایا یا اللہ! جیسے انہیں دنیا میں خوشیاں دیں آخرت میں بھی خوشیاں عطا فرما۔

✪ — دنیا کی حقیقت ایسے ہے جیسے پاخانہ کو چاندی کا ورق لگا دیں یا بڑھیا کو زرق برق کپڑے پہنا دیں۔

✪ — اگر کوئی اہل دنیا کی تعظیم کرے تو کونسی عجیب بات ہے لوگ تو سانپ اور بچھو کو دیکھ کر

✪ — تیرا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے مسجد میں آجانا پہلی نماز کے قبول ہونے کی علامت ہے۔

✪ — خیالات محمودہ مثلاً عظمت الٰہی، قبر، حشر اور جنت وغیرہ کا خیال نماز میں آئے تو خشوع کے منافی نہیں حضرت عمرؓ نماز میں جہاد کی صفیں درست کرتے تھے۔

✪ — حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے کہ حجر اسود کسوٹی ہے۔ حج و عمرہ کے بعد نیکی غالب ہو تو خیر اگر شر غالب ہو تو تباہی ہے۔

✪ — نماز میں انسان اشرف الاعضاء (چہرے) کو اخس الاشیاء (زمین) پر ٹیک رہا ہے۔ اسی لئے نماز کو معراج مومن کہا گیا ہے۔

توبہ:—

✪ — گناہ کا آغاز مکڑی کے جالے کی طرح اور انجام جہاز کے لنگر کی طرح ہوتا ہے۔

✪ — جو گناہ پر پچھتائے اسے ولی سمجھو۔ جو پروا نہ کرے گنہگار انسان سمجھو جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان سمجھو۔

✪ — گناہ کو نہ دیکھو کہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سامنے رکھو کہ کس کی نافرمانی کی جارہی ہے۔

✪ — اگر تم غلطیوں کو چھپانے کے لئے دروازے بند کرو گے تو سچ بھی باہر ہی رہ جائے گا۔

✪ — حمایت نبی کی دو صورتیں ہیں ایک معصیت سے پہلے عصمت دوسرا معصیت کے بعد میں توبہ نصیب ہونا۔

✪ — اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بدی جو تمہیں رنجیدہ کرے اس نیکی سے بہتر ہے جو تمہیں نازاں کرے۔

✪ — صدق دل سے توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس جرم میں متہم نہیں کیا جاتا۔

✪ — کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے مکروہ چیز چھوڑی ہو تو اسے شریف چیز نہ ملی ہو۔

✪ — حضرت ابراہیم تیمیؒ نے کہا "اخلاص یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس

لونڈی ہے جو خود بخود مل جائے گی۔

✪ —— سالک کو چاہیے کہ ضرورت پوری کرے لذت کے پیچھے نہ پڑے۔ جیسے کسی نے خوبصورت عورت دیکھی تو حکم ہے کہ بیوی سے ہمبستری کرو ضرورت پوری ہوئی الحمد للہ خیر سلا۔

✪ —— مجذوب کو مقبول مگر کامل نہیں ہوتے

✪ —— نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں لہذا شیخ روحانی باپ اور اسکی بیوی ماں کی مانند ہوتی ہے۔

✪ —— حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص بیعت کی تمنا ظاہر کرے میں اسکو اس لئے مرید کر لیتا ہوں کہ پیر کو قیامت کے دن جہنم جاتا دیکھ کر مرید ترس کھائے گا۔ شاید اسی برکت سے بخشا جاؤں۔

✪ —— ایک شخص نے کسی بزرگ کو ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کی فرمایا "ہدیہ واپس لے جاؤ، یہ دعا کی دکان نہیں ہے۔"

✪ —— شیخ کی کنگھی چوٹی کرتے ہوئے سنت کی نیت کی جائے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے جبکہ سر پر تیل لگانا روایات سے ثابت نہیں لہذا بدن کی ضرورت کی نیت کرنی بہتر ہے۔

✪ —— شیخ گنہگار مرید کو یوں سمجھے کہ کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگائی ہے اگر دھوئے تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔

✪ عارف حق تعالیٰ کی شیون و تجلیات کی پوری رعایت کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے تجلی محبوبیت کا غلبہ دیکھا کہ حق تعالیٰ چاہتے ہیں میں ناز کروں تو فرمایا اللھم ان تھلکت ھذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم [اے اللہ! اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی]

✪ —— حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ حق تعالیٰ صبر دیکھنا چاہتے ہیں شفاء کی دعا نہ کی۔ جب منکشف ہوا کہ اظہار عبدیت چاہتے ہیں فوراً کہا۔ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب [شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے]

✪ شیخ کو زبان بننا چاہیے اور مرید کو کان۔ مشائخ کو چاہیے کہ عام مریدوں کو خانگی معاملات سے مطلع نہ کریں نفع کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔

✪ — الفانی لا یرد (فانی واپس نہیں لوٹتا) کی مثال ایسے ہے جیسے بالغ آدمی نابالغ نہیں ہو سکتا اور پکا ہوا پھل کچا نہیں ہو سکتا۔

تقویٰ:۔

✪ — تقویٰ یہ ہے کہ روز محشر کوئی تمہارا گریبان نہ پکڑے۔

✪ — تقویٰ یہ ہے کہ دل کی تمناؤں کو جمع کر کے طشتری میں رکھیں اور سر بازار پھرائیں تو ندامت نہ ہو۔

✪ — ہم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں کہ سلف صالحین نے اپنے علم و تقویٰ کے باوجود اس سے پناہ مانگی تھی۔

✪ — وساوس کا آنا رحمت ہے خلاف تقویٰ نہیں ہے حکمت یہ ہے کہ عجب کی جڑ کٹتی ہے۔
ذلک صریح الایمان

✪ — ولایت کا تعلق ایمان و تقویٰ سے اور دونوں کا تعلق دل سے ہے۔

✪ — تقویٰ کے بغیر ترقی کا ہونا بے روح جسم پھولنے کی مانند ہے لاش پھول کر پھٹتی ہے تو پوری بستی کو بدبودار بنا دیتی ہے۔

ذکر و مراقبہ:۔

✪ — سالک کو مراقبہ میں اس طرح سکون ملتا ہے جیسے بچے کو ماں کی گود میں ترقی کرتا ہے۔

✪ — کنواں کھودیں تو پہلے مٹی ریت نکلتی ہے بعد میں پانی۔ اسی طرح مبتدی کو مراقبہ میں پہلے وساوس آتے ہیں پھر یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

✪ — سالک کا حال خوابیدہ شخص کی مانند ہوتا ہے جسے جاگنے پر پتہ چلتا ہے کہ محبوب حقیقی پاس ہی تھا۔

✪ — ذکر کی مستی خیال ماسویٰ کو کم کر دیتی ہے۔

✪ ــــ اذان کے وقت ذکر سے بہتر اذان کے کلمات کا جواب دینا افضل ہے۔

✪ ــــ اگر مراقبہ میں جی نہ لگے تو ایک دن مراقبہ اور ایک دن ناغہ کرے۔

دعا :۔

✪ ــــ حقیقی دعا وہ ہے جو جسم کے انگ انگ سے نکلے۔

✪ ــــ شیخ عثمان خیر آبادیؒ کا بکوں کو کھوٹے سکوں کے بدلے میں بھی مال دے دیتے تھے۔ مرتے وقت دعا مانگی کہ میں نے لوگوں کے کھوٹے سکے قبول کئے۔ اے اللہ! تو میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرما۔ پس دعا قبول ہوئی۔

✪ ــــ شیخ شہاب الدین خطیبؒ دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ مرتے وقت کوئی پاس نہ ہو، نہ اہل خانہ، نہ پرایا، نہ ہی ملک الموت۔ بس میں اور تو۔

✪ ــــ مناسب وقت پر دعا بلا کو ٹالتی ہے نزول کے بعد مصیبت ختم نہیں ہوتی کم ہوتی ہے۔

✪ ــــ اگر تو جذبہ کامل کے ساتھ سمندر کے کنارے دعا کرے گا تو موجیں تیرے سامنے موتیوں بھری ہوئی صدف لا دیں گی۔

✪ ــــ ابو الحسن نوریؒ کی دعا۔ "اے اللہ! اگر میری مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت فرما دے۔"

✪ ــــ دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کہے گا اے اللہ! میں نے تو دعا کی تھی مجھے نیک بنا، پس معذور سمجھا جائے گا۔

✪ جس سے حسد ہو اس کے لیے بلندی درجات کی دعا کرنا حسد کا بہترین علاج ہے۔

علم و عمل :۔

✪ ــــ اخلاص یہ ہے کہ انسان اعمال کا بدلہ نہ لے۔

✪ ــــ بے عمل عالم پارس کی طرح ہے جو اوروں کو سونا بناتا ہے خود پتھر ہی رہتا ہے۔

✪ ــــ بے عمل عالم کی مثال اس مریض کی مانند ہے جس کے پاس دوا ہو استعمال نہ کرے۔

✪ ــــ جس طرح چراغ جلائے بغیر روشنی نہیں دیتا علم بھی عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا۔

✪ — عالم بے عمل چمچ کی مانند ہے جو رنگ برنگے کھانوں میں رہے مگر ذائقہ سے ناواقف رہتا ہے۔

✪ — علم کا پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے جب تک خوف خدا بھی نہ بڑھے۔

✪ — محنت ہمارے ہاتھ میں ہے نصیب خدا کے ہاتھ میں۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہئے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

✪ — بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے کیونکہ مردہ کم جگہ روکتا ہے۔

✪ — حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر علم پر عمل سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں دیکھی۔

✪ — قاضی بیضاویؒ نے شیراز کی قضا کے لئے کسی بزرگ سے سفارش کروائی انہوں نے سفارشی رقعے میں لکھا یہ مرد صالح عالم فاضل ہے۔ جہنم میں ایک مصلے کی جگہ چاہتا ہے۔

✪ — جس طرح مخلوق کیلئے عمل کرنا ریا ہے اسی طرح مخلوق کیلئے عمل ترک کرنا بھی ریا ہے۔

✪ — عالم بے عمل پر اعتراض کا حق نہیں، اس لئے کہ وہ علم کا مدعی ہے عمل کا نہیں۔

✪ — حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا "ہمارے بازاروں میں خرید و فروخت وہ کرے جو فقیہ ہو" سبحان اللہ، سارے ملک کو درسگاہ بنا دیا۔

برائے علمائے کرام:-

✪ — نفس کی سرکشی کو توڑنا اماطۃ الاذی عن الطریق میں داخل ہے۔

✪ — آج کا عالم روحانی مرض ہے یالیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم۔

✪ — البدایۃ و النہایۃ میں ہے کہ لوگ صحابہ کرامؓ کی بڑی کرامت اسے سمجھتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا لشکر دریائے دجلہ عبور کر گیا۔ محققین کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی بڑی کرامت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قیصر و کسریٰ کی دولت کے دریا بہے تو وہ اس میں سے ایمان کو بچا کر گزر گئے۔

✪ — نقشبندی، چشتی وغیرہ نسبت کرنے میں حرج نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واتبعت ملة آبائی ابراهیم و اسحاق و یعقوب حالانکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجتبیٰ ہوئی تربیت کے تبع تھے۔

✪ — قال ان کان آباؤکم کی تفسیر یہ ہے کہ جب اعلیٰ سامنے آئے تو ادنیٰ سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

✪ — جس سے محبت ہو اس کا نام آئے تو نبض تیز ہو جاتی ہے۔ یہی معنی وجلت قلوبهم کا ہے۔

✪ — ومن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا كفران لسعيه وانا له كاتبون. اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکیاں لکھنے کی نسبت اپنی طرف کی۔ قربان جائیں اس عزت افزائی پر۔

✪ — بغیر معصیت کے کوئی نعمت چھن جائے تو بہتر ملتی ہے۔ ما ننسخ من آية او ننسها نأت بخير منها او مثلها اسکی دلیل ہے۔

✪ — کسی نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے کہا آپ بھوک کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں فرمایا "اگر فرعون بھوکا ہوتا تو انا ربكم الاعلى نہ کہتا۔"

✪ علماء کا دینی تعلیم کا نصاب آٹھ سال ہوتا ہے۔ شاید یہ ہے کہ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں حضرت موسیٰؑ کے رہنے کا عہد آٹھ سال ہے۔ تکمیل قصص کے لیے فان اتممت عشراً فمن عندک۔

✪ — آباء کی طرف اولاد کی نسبت جائز ہے۔ ومن ذريته داود و سليمان و ايوب و يوسف و موسى و هارون و كذلك نجزي المحسنين و زكريا و يحيى و عيسى و الياس كل من الصالحين

✪ — بعض اسلاف کے چراغ کے تیل کا خرچ زیادہ ہوتا تھا اور کھانے کا خرچ کم ہوتا تھا۔

✪ — بے عمل علماء کے لئے عجیب تنبیہ ہے فرمایا نبذ فريق من الذين اوتو

الکتاب کتاب اللہ وراء ظہورھم۔

✪ — امام باقرؒ سے فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ کی تفسیر پوچھی گئی کہا کل من شغلک من مطالعۃ الحق فھو طاغوتک۔

✪ حضرت حبیب عجمیؒ کا قول ہے۔ "خدا کی رضا اپنے دل میں ہے" لیس لہ عہد المنافق۔ [منافق کا کوئی عہد نہیں]

✪ — حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا السکون حرام علی قلوب الاولیاء۔

✪ — حدیث: من کثر صلوتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار۔ [جو رات میں کثرت سے نماز پڑھے گا دن میں اس کے چہرے پر رونق بھی زیادہ ہو گی]

✪ — عبودیت کی شان ہے۔ انی ظلمت نفسی اور معبود کی شان ہے یا عباد لا خوف علیکم الیوم۔

✪ — خواجہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا "محبت یہ ہے کہ جو کچھ محبوب سے اسے تھوڑا جانے اور جو کچھ محبوب دے اسے زیادہ جانے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو متاع الدنیا قلیل کہا اور والذاکرین اللہ کثیرا یہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے محبت کی دلیل ہے۔"

✪ — یزید فی الخلق ما یشاء سے مراد خوش آوازی ہے۔

✪ — شاہ صاحب شرح وقایہ پڑھتے تھے جب کتاب الزکوٰۃ پر پہنچے تو چھوڑ دیا۔ استاد نے پوچھا کیوں؟ کہا علم کا مقصد عمل ہے۔ صوم و صلوٰۃ فرض ہیں ان کا علم ضروری ہے۔ جب زکوٰۃ فرض ہوگی تو مسائل سیکھ لوں گا۔ سبحان اللہ پہلے لوگ جتنا پڑھتے جاتے تھے اتنا عمل بھی کرتے جاتے تھے۔

✪ — ایک مرتبہ شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام سے کسی نے کہا کہ بادشاہ کے ہاتھ چومیں۔ حضرت نے فرمایا "خدا کی قسم! اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ وہ میرا ہاتھ چومے چہ جائیکہ میں اس کے ہاتھ چوموں۔"

✪ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو بادشاہ وقت نے بڑی جاگیر پیش کی فرمایا "اللہ تعالیٰ نے

ساری دنیا کو متاع الدنیا قلیل کہا اور قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کو ملا ہے۔ اب اس میں سے بھی تھوڑا سا حصہ آپ مجھے دیں گے تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔"

✪ — ایک بزرگ کسی امیر کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھے تھے۔ امیر نے کہا انہیں دینار بھری تھیلی دے دو۔ فرمایا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ سمیٹ لیا کرتا ہے۔

✪ — عطر لگاتے ہوئے یہ نیت کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو فرمایا گیا ہے۔ من تطیب للہ فلہ اجرا [جو اللہ کیلئے خوشبو لگائے اسکے لئے اجر ہے]

✪ — ان الذین اتقوا اذا مسھم طئف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون میں اہل سلوک کے لئے بڑی تسلی ہے۔

✪ — ایک ککڑی بیچنے والے نے آواز نکالی الخیار العشرۃ بدانق۔ حضرت شبلیؒ نے چیخ ماری کہ جب دس خیار کی یہ قیمت ہے تو ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔

✪ — احوال و مواجید کے متعلق حضرت جنیدؒ کا قول ہے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ۔

✪ — ایک صحابی ﷺ کی زبان سے نکلا ماشاء اللہ وشئت۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جعلتنی للہ ندا بل ماشاء اللہ وحدہ۔

✪ — تلک آیات الکتب و قرآن مبین۔ پہلے حصے میں کتاب کی حفاظت اور دوسرے میں سمجھ کر پڑھنے کی تلقین۔ یہ کہنا غلط ہے کہ بدون سمجھے پڑھنا بے فائدہ ہے۔

✪ — اللہ تعالیٰ کو بندے کا یسر مطلوب ہے اور یرید اللہ بکم الیسر کا یہی مطلب ہے۔

✪ — یدعون ربھم خوفا و طمعا میں عجیب تعلیم دی یعنی عبادت کو ایسا کامل نہ سمجھو کہ ناز کرنے لگو نہ ایسا ناقص کہ بے کار سمجھنے لگو۔

✪ — انسان کو آئندہ کی خبر نہ دینا حق تعالیٰ کی رحمت ہے ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموت والارض۔

✪ —— ایک شعر سن کر حضرت ابوالحسن نوریؒ پر حال پڑا لوگوں نے حضرت جنیدؒ سے کہا آپ پر حال کیوں نہ ہوا فرمایا وتری الجبال تحسبها جامدة

✪ —— انزل من السماء ماء فسالت اودية بقدرها [اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ چنانچہ اس کے مطابق وادیاں بہنے لگیں]

اس آیت میں چاروں سلاسل کے لئے تمثیل ہے۔

✪ —— صحابہ میں ایک دو کا شور و بکا ہوا کرتا ہے۔ ان تقوموا لله مثنى و فرادى ثم تتفكروا ما بصاحبكم من جنة۔

✪ —— ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیک میں علم پر ناز ختم اور ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیهم میں عمل پر ناز کی جڑ اکھاڑ دی اس آیت کو سمجھنے والا نہ علم پر ناز کر سکتا ہے نہ عمل پر۔

✪ —— اخبار پڑھنے کی ضرورت پر دلیل دی جا سکتی ہے کان رسول الله ﷺ یتفقد اصحابه۔

✪ —— اذا حضر العشاء والعشاء فابدؤا بالعشاء [جب کھانا اور نماز کا ایک وقت میں ہوں تو پہلے کھانا کھاؤ پھر نماز پڑھو]

✪ —— کسب دنیا جائز حب دنیا منع بلکہ قلبی رغبت یہ کراہیت منع ہے۔ قل ان کان اباؤکم وابناؤکم میں یہی بتایا گیا۔

✪ —— مومن پل صراط سے گذریں گے تو جہنم کہے گی یا مومن اسرع فان نورک اطفاء ناری۔

✪ —— اہل دنیا روز محشر فقراء کو اجر ملتا دیکھیں گے تو کہیں گے یا لیتنا جلودنا قرضت بالمقاریض فنعطی مثل ما اوتوا

✪ —— ایک دن آواز آئے انک من اہل الجنۃ دوسرے دن آواز آئے انک من اہل النار تو بھی عبادات میں فرق نہ آئے۔

✪ — بڑائوں کی بات پر تحمل عقل کی زکوٰۃ ہے۔

✪ — بہت زیادہ کھا کر بیمار ہونیوالوں کی تعداد فاقہ کشی سے بیمار ہونیوالوں سے زیادہ ہے۔

✪ — ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ خدا ابھی بندے سے مایوس نہیں ہوا۔

✪ — حج پر چلنے والوں کا ہر قدم شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

✪ — حیرت ہے کہ انسان ہاتھ تو دنیا کے آگے پھیلاتا ہے مگر گلہ خدا سے کرتا ہے۔

✪ — بری عادات کی طاقت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انہیں چھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

✪ — جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت میں جنت ملتی ہے۔

✪ — کسی سے کنارہ کشی کے لئے بھی معذرت ضروری ہے ولا تنسوا الفضل بینکم۔

✪ — ترک تبلیغ کے لئے مخاطب کی ناگواری عذر نہیں۔ افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین۔

✪ الاثم ما حاک فی صدرک۔ [گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹک پیدا کرے]

✪ — مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت، مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت، عرفات کی حقیقت "حاضری" کی اہمیت۔

✪ — مسلم شریف کی حدیث ہے اماتھم اللہ اماتۃ [مومنوں کو جہنم میں ایک قسم کی موت دی جائے گی۔ جس سے تکلیف کم ہو جائے گی]!

متفرقات :-

✪ — جنت میں حوریں، شراب اور قرب خداوندی جمع ہوگا چونکہ حکم الٰہی ہوگا۔

✪ — ایک عمل ایک وقت ناجائز اور دوسرے وقت جائز ہو سکتا ہے۔ جیسے نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنا حرام بعد میں دیکھنا ثواب، چونکہ بیوی بن گئی ہے۔

✪ — نیچی داڑھی سے زیادہ تاکید اونچے پاجامے کی ہے۔

✪ — نیچی نظر رکھنا زیادہ تاکید اونچے پاجامے کی ہے۔

✪ — زبان سے اثر نہ ہونے کی مثال ایسے ہے جیسے ایک عام آدمی پولیس والے کو کہے کہ تم برطرف ہو۔ سو دفعہ بھی کہے تو کیا اثر۔ الٹا پولیس والا گرفتار کر لے گا جبکہ وزیر ایک دفعہ کہے تو برطرف۔ لہٰذا پہلے عند اللہ مقام پیدا کرو پھر زبان سے جو نکلے گا اس کا اثر ہو گا۔

✪ — حضرت شاہ ابو سعید نے سلاسل اربعہ کی مثال نہایت انداز میں یوں دی ہے۔ پانی کی نہر نسبت سہروردیہ، دودھ کی نہر نسبت نقشبندیہ، شراب کی نہر نسبت چشتیہ، شہد کی نہر نسبت قادریہ۔

✪ — طب جسمانی میں معدے اور طب روحانی میں دل کی اہمیت ہوتی ہے۔

✪ — انگریزی پڑھ کر دیندار بننا عربی پڑھ کر بے دین بننے سے بہتر ہے۔

✪ — صبر کی حقیقت یہ ہے کہ بڑے آرام کیلئے چھوٹی تکلیف برداشت کرنا آسان ہوتی ہے۔

✪ — شریعت میں اعضاء و جوارح کو آمادہ کرنا پڑتا ہے طریقت میں اعضاء و جوارح آدمی کو آمادہ کرتے ہیں۔

✪ — جس نے اپنی زندگی میں اپنی ذات کو مشہور کیا وہ مرنے کے بعد گمنام۔ جس نے زندگی میں گمنامی کی کوشش کی وہ مرنے کے بعد مشہور۔

✪ — حیض کے درمیان طہر کا ایک دن بھی حیض سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹے آدمی کا سچ بھی جھوٹ سمجھا جاتا ہے۔

✪ — یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جو بچہ سورۃ یوسف پہلے یاد کرے اسے قرآن جلدی یاد ہو جاتا ہے۔

✪ — مرشد کی دعا کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ وفات نبوی ﷺ سے تین سال پہلے ایمان لائے مگر حافظ اتنا کہ روایات سب سے زیادہ۔ چونکہ نبی علیہ السلام نے دعا دی تھی۔

✪ — جس طرح شہوت بغیر محل حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بغیر محل حرام ہے۔

✪ — شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ کے ایک مخالف نے تھپڑ مارا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا واعتقد خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ آپ نے فرمایا "دیکھنا یہ چاہتا ہوں کس

کے چہرے پر سیاہی ملتی ہے۔

✪ —— بزرگوں کا کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو طوطا کیسے ہو بہو آدمی کی طرح بولتا ہے کیا وہ آدمی ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

✪ —— حقیقی صبر یہ ہے کہ بلا آنے کو ایسا سمجھے جیسے بلا جانے کو سمجھتا ہے۔

✪ —— عقلمند وہ ہے جو مصیبت نازل ہونے کے پہلے دن وہی کرے جو تیسرے دن کرے گا۔

✪ —— اگر سارے جہاں کا لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھ دو تو بھی حق مہمانی ادا نہ ہوگا۔

✪ —— سچائی کی مشعل جہاں جلتی دیکھو فائدہ اٹھاؤ یہ نہ دیکھو کہ مشعل بردار کون ہے۔

✪ —— ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ خدا ابھی بندے سے مایوس نہیں ہوا۔

✪ —— مسلمان کو فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان نہ دو۔ خوش نہ کر سکو تو رنجیدہ نہ کرو۔ تعریف نہ کر سکو تو غیبت نہ کرو۔

✪ —— صرف ریاضی ہی میں نہیں اخلاقیات میں بھی خط مستقیم کا فاصلہ سب سے کم ہوتا ہے۔

✪ —— سو سال کی عمر میں ایک لمحے کی غلطی انسان کا رخ مشرق سے مغرب کی طرف بدل دیتی ہے۔

✪ —— غلطی کے بعد چہرے کو بہانے کی چادر سے نہ چھپاؤ کیونکہ چادر چہرے سے زیادہ میلی ہے۔

✪ —— کمینے آدمی سے دوستی نہ کرو کیونکہ گرم کوئلہ ہاتھ جلاتا ہے اور ٹھنڈا کوئلہ ہاتھ کالے کرتا ہے۔

✪ —— جب جسم سیر ہو جاتا ہے تو تمام اعضاء شہوت کے بھوکے ہو جاتے ہیں۔

✪ —— حیوانات میں مکھی سب سے زیادہ حریص اور مکڑی سب سے زیادہ قناعت پسند پس اللہ تعالیٰ نے مکھی کو مکڑی کی غذا بنا دیا۔

✪ —— اگر انسان کے خیالات شرعی گواہ ہوتے تو کئی پارسا بدمعاش ہوتے۔

✪ —— نظر اس وقت تک پاک ہے جب تک اٹھائی نہ جائے۔

✪ —— حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے نصیحت فرمائی۔ "بری نظر چھوڑ دو خشوع کی توفیق ملے

کی۔ جیسے وہ کوئی چھوٹی ورداتی عطا ہوئی۔"

✪ —— فحش کلامی کرنے پر ایک نوجوان کو کسی بزرگ نے کہا "دیکھ تو خدا تعالیٰ کے نام کیسا خط لکھ رہا ہے"۔

✪ —— اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے کئی سند یافتہ ہوتے۔

✪ —— اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشانی ہے اس بات کی کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔

✪ —— جو شخص کسی دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شکریہ ادا کرتا ہے وہ قرضے کی پہلی قسط ادا کرتا ہے۔

✪ —— انکساری کا سہارا لے کر چلو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔

✪ —— عیاری چھوٹے کمبل کی طرح ہے اس سے سر چھپاؤ گے تو پاؤں ننگے ہو جائیں گے۔

✪ —— حضرت موسیٰؑ نے دعا کی "خدایا! مخلوق کی زبان مجھ سے روک دے" فرمایا "اگر میں ایسا کرتا تو اپنے لئے کرتا۔"

✪ —— کلوا واشربوا ٹھیک مگر کلوا تا گلو غلط ہے۔

✪ —— پیٹ کا مقصود نہ ہوتا تو کوئی جانور جال میں نہ پھنستا۔

✪ صندل کا درخت اس کلہاڑے کے منہ کو بھی خوشبودار بنا دیتا ہے جو اسے کاٹتا ہے۔

✪ —— ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا "میں تمہیں عبادت کرتے دیکھتا ہوں مگر حلاوت میں کمی پاتا ہوں۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا حلاوت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا "انکساری۔"

✪ —— حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا "اب سوائے اتباع سنت کے کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔"

✪ —— اشرافِ نفس کے بغیر جو چیز ملے اس میں برکت ہوتی ہے۔

✪ لباس کے تین درجے ہیں ایک ستر کا جو ضروری ہے، دوسرا زیبائش کا جو جائز ہے، تیسرا نمائش کا جو منع ہے۔

✪ —— موحد ہوتے ہوئے محجوب ہونا اور محجوب ہوتے ہوئے موحد ہونا بڑی حماقت ہے۔

✪ —— خواجہ شجاع کرمانیؒ نے ۴۰ سال رات کو جاگ کر عبادت کرنے کا معمول رکھا۔ ایک رات

سو گئے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کی "یا اللہ! میں نے جاگنے میں آپ کو ڈھونڈا مگر آپ سونے میں ملے۔" فرمایا "جاگنے کی برکت سے سونے میں ملے"

✪ — اگر مرغی کے نیچے بطخ کا انڈا رکھ دیں تو بچہ مرغی کا ہی کہلائے گا اگرچہ مرغی سے بڑا ہوگا اسی طرح مرید کتنا ہی ترقی کر جائے روحانی بیٹا اپنے مرشد ہی کا رہیگا۔

✪ — غلطی ہونے پر نفس کو سزا دی جاسکتی ہے۔ جیسے حالت حیض میں جماع کرے تو صدقہ نکالنے کا حکم ہے۔

✪ — توسل کی حقیقت یہ ہے کہ دعا مانگے "اے اللہ! فلاں شخص آپ کا مقبول ہے اور مجھے اس سے محبت ہے پس اس محبت کے صدقے رحمت فرما۔"

✪ — افضل عمل کی ہمت نہ ہو تو جائز عمل کرلینا بہتر۔ معلوم ہوا کہ تہجد میں اٹھنے کی ہمت نہ ہو تو پڑھ کر سوئے۔

✪ — اے دوست تو اپنے اصل مکان کی طرف جارہا ہے لیکن سست رفتاری کے ساتھ' اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیز چلتے ہیں۔

✪ — شیطان کے وسوسں کی مثال بجلی کے تار کی طرح ہے۔ قریب یا دور کرنے کے لیے کچھ چمٹ جائے گی۔

✪ — بیوی کی محبت اگر غفلت عن الدین کا سبب نہ بنے تو محمود بلکہ مطلوب ہے۔

✪ — امام ابو حنیفہؒ نے امام یوسفؒ کو نصیحت کی کہ کوئی پشت سے پکارے تو جواب نہ دو پشت سے جانوروں کو پکارتے ہیں۔

✪ — حضور اکرم ﷺ سے بنی ثقیف کے ایک وفد نے عرض کیا کہ ہم اسلام لانے کو تیار ہیں مگر زکوٰۃ دیں گے نہ جہاد کریں گے۔ فرمایا "منظور" جب اسلام دلے تو سب اللہ کے۔ یہ نبی علیہ السلام کی حکمت تھی۔

✪ — نبی اکرم ﷺ نے ایک بی بی کو نوحہ سے توبہ کرائی۔ کہنے لگی "ایک نوحہ کا قرض ہے اتار کر توبہ کروں گی" فرمایا ٹھیک ہے۔ اٹھ کر گئی راستے سے لوٹ آئی۔ حکمت یہ ہے۔

✪ — ایسی بات نہ کرو جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے یہ نصف سلوک ہے۔

شروع کیا تاکہ مسلمان بے تکلف ہو جائے۔

✿ —— دریا کے پانی اور آنکھوں کے پانی میں صرف جذبات کا فرق ہوتا ہے۔

✿ —— ہماری مشرقی عورتیں عام طور پر (عاشقات للازواج) اور قاصرات الطرف (دوسروں کی طرف نہ دیکھنے والیاں) ہوتی ہیں۔ عورتیں فطرتاً مرد کے تابع، مگر مرد محبت کی وجہ سے عورت کا تابع ہوتا ہے۔

✿ —— بوڑھا آدمی چراغ سحر ہے تو جوان آدمی چراغ شام ہے۔

✿ —— حقوق العباد کو حقوق اللہ پر ترجیح دینے میں ایثار کی تعلیم مقصود ہے۔

✿ —— اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارے جذبات کا لحاظ فرمایا ہے سات زمینیں سات آسمان مگر سات آسمان کا تذکرہ بار بار سات زمین کا ایک ہی بار۔

✿ —— حضور اکرم ﷺ کو جب اختیار دیا جاتا دو باتوں میں، تو آپ ﷺ آسان شق کو اختیار فرماتے۔ اس میں عاجزی و کمال عبدیت ہے۔

✿ —— ایک صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے مکہ کے قیام کی اجازت طلب کی۔ فرمایا "تم ہندوستان رہو دل مکہ میں یہ بہتر ہے اس سے کہ تم مکہ میں رہو اور دل ہندوستان میں۔"

✿ —— شجاعت اور تدبیر اکٹھی ہو سکتی ہیں شیر کتنا بہادر مگر چھپ کر شکار کرتا ہے۔

✿ —— عوام کا یہ حال کہ شرک کو بھی توسل سمجھتے ہیں علمائے خشک کا یہ حال کہ توسل کو بھی شرک سمجھتے ہیں۔

✿ —— حرم شریف کی خاصیت رحم کی سی ہوتی ہے بچہ بڑا ہوتا ہے تو رحم بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حجاج کے زیادہ ہونے پر حرم میں وسعت ہوتی ہے۔

✿ —— الٰہی میں اگرچہ تیری نافرمانی کروں مگر تجھ سے امیدیں تو منقطع نہیں ہوتیں۔ دنیا کی بے وفائی نے تیری طرف دھکیل دیا اور تیرے لطف و کرم کے علم نے تیرے دروازے پر بٹھا دیا۔

✿ —— الٰہی تو نے اپنا احسان کم نہیں کیا تو پھر کس طرح تیرے سوا کسی دوسرے کی امید کی جائے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی عادت کو نہیں بدلا تو تیرے غیر سے کیونکر سوال کیا جائے۔

✪ —— الٰہی جس نے تجھ کو پایا اس نے کیا نہ پایا اور جس نے تجھ کو نہ پایا اس نے کیا پایا۔

✪ —— الٰہی ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط رسیوں میں مجھ کو جکڑ لیا تو میرا مددگار ہو کر میری بھی مدد فرما اور میرے متعلقین کی بھی مدد فرما۔

✪ —— الٰہی قبر میں اترنے سے پہلے ہمیں شک سے، شرک سے اور نفاق سے بری فرما۔ اے اللہ میں ہوائے نفسانی اور وساوس شیطانی پر تیری مدد چاہتا ہوں۔

✪ —— الٰہی تو جانتا ہے کہ یقیناً مجھ سے طاعت کی بجا آوری پر مداومت نہیں ہوئی تاہم طاعت کی محبت دل سے کبھی نہیں نکلی۔

✪ الٰہی میں بہت سی طاعتیں بجا لایا اور بہت سی حالتوں کو میں نے پختہ اور راسخ کیا مگر تیرے عدل نے ان پر میرے اعتماد کو ڈھا دیا۔ نہیں بلکہ تیرے فضل نے مجھ کو ان پر اعتماد کرنے سے پھیر دیا۔

✪ —— الٰہی جس کی نیکیاں بھی برائیاں ہیں تو بھلا اس کی برائیاں کیونکر برائیاں نہ ہوں گی اور جس کے علوم و حقائق بھی محض دعوے ہیں تو بھلا اس کے دعوے کیونکر دعوے نہ ہوں گے۔

✪ —— الٰہی جب کبھی میری بدی نے میری زبان بند کی تیرے کرم نے مجھ کو گویا کر دیا اور جب کبھی میرے برے اوصاف نے مجھے مایوس کیا تیرے احسان نے میری امید بندھا دی۔

✪ —— الٰہی باوجود میری ناعاقبت اندیشی کے تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے اور باوجود میرے افعال کی قباحت کے تو مجھ پر کس قدر رحم کرنے والا ہے۔

✪ الٰہی جب میرا حال تجھ سے مخفی نہیں تو میں تجھ سے اس کا شکوہ کیوں کروں۔ الٰہی جب تو میرا کفیل ہے تو مجھے نفس و شیطان کے حوالے نہ فرما اور جب تو میرا مددگار ہے تو مجھے ذلیل و رسوا نہ فرما اور جب تو مجھ پر مہربان ہے تو روز محشر کی ناکامی سے بچا۔

✪ —— الٰہی تو نے میری ناتوانی کے وجود سے پہلے اپنے آپ کو میرے ساتھ لطف و مہربانی سے متصف فرمایا تو کیا میری ناتوانی کے وجود کے بعد مجھ کو اپنے لطف و مہربانی سے محروم فرمائے گا۔

✪ —— الٰہی مجھ سے وہ ہے جو میری بدی اور کمینگی کے لائق ہے اور تجھ سے وہ ہے جو تیرے کرم کو سزاوار ہے۔

✪ ـــ الٰہی جب میں اپنے غنا کی حالت میں بھی محتاج ہوں تو اپنے فقر کی حالت میں کیونکر فقیرو محتاج نہ ہوں گا۔

✪ ـــ جس نے نعمتوں کی قدر ان کی موجودگی میں نہ پہچانی وہ اس کے فقدان کے بعد اس کی قدر پہچانے گا۔

✪ ـــ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مہربانیوں اور احسانات سے متوجہ نہ ہوا تو وہ آزمائش کی زنجیروں میں اس کی طرف کھینچا جائے گا۔

✪ ـ جو کلام کسی متکلم سے ظاہر ہوتا ہے ضرور اس پر اس قلب کا نورانی یا تاریک لباس ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا۔

✪ ـــ طاعت کے فقدان پر غم نہ ہونا اور اس کے ساتھ طاعت کی طرف نہ اٹھنا دھوکہ میں پڑنے کی علامت ہے۔

✪ ـــ جب تو اپنی قدر اس کے نزدیک معلوم کرنا چاہے تو یہ دیکھ کہ اس نے تجھ کو کس کام میں لگا رکھا ہے۔

✪ ـــ جس نے اپنے عمل کا ثمر لذت و حلاوت کی شکل میں دنیا میں پا لیا تو یہ اس کے آخرت میں قبول ہونے کی دلیل ہے۔

✪ ـــ جس کے سلوک کی ابتداء اوراد کے التزام سے منور ہوگی اس کے سلوک کی انتہا انوار و معارف کے ساتھ روشن ہوگی۔

✪ ـ جس کو تو ہر سوال کا جواب دینے والا، ہر مشاہدہ کا ظاہر کرنے والا اور ہر علم کا بیان کرنے والا دیکھے تو اس سے اس کا جہل سمجھ لے۔

✪ ـــ عارف وہ ہے کہ جس کی بیقراری کبھی زائل نہ ہو اور ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اس کو کبھی قرار نہ آوے۔

✪ ـــ غیر کے بقا کی طرف تیرا نظر اٹھانا اور ماسوا کے فقدان سے تیرا وحشت ناک ہونا تیرے اس تک نہ پہنچنے کی دلیل ہے۔

✪ ـــ جب تک تو مخلوقات میں خالق کا مشاہدہ نہ کرے ان کا تابع ہے اور جب تو اس کا مشاہدہ

کرے تو مخلوقات تیرے تابع ہیں۔

✪ ــــ بڑا سخت تعجب ہے کہ جس سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتا اس سے بھاگتا ہے اور جس کے ساتھ کسی طرح نہیں رہ سکتا اس کو طلب کرتا ہے فی الحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

✪ ــــ تو اپنی عبودیت کے اوصاف میں پختہ ہو۔ وہ اپنے اوصاف کے ساتھ تیری امداد فرمائے گا تو اپنی ذلت میں پختہ ہو وہ اپنی عزت سے تیری اعانت کرے گا۔ تو اپنے عجز میں پختہ ہو وہ اپنی قدرت سے تیری مدد کرے گا تو اپنی ناتوانی میں پختہ ہو وہ اپنی طاقت قوت کے ساتھ دستگیری فرمائیگا۔

✪ ــــ جو چیز تیری نہیں دوسرے کی ہے اس کا دعویٰ تیرے لئے حرام کر دیا تو کیا اپنے وصف کا دعویٰ تیرے لئے مباح کر دے گا حالانکہ وہ تمام عالم کا پروردگار ہے۔

✪ ــــ تو اپنے دل کو اغیار سے خالی کر اللہ تعالیٰ اسے معارف و اسرار سے پر کرے گا۔

✪ ــــ بسا اوقات قبض کی تاریک رات میں وہ علوم و معارف تجھ کو دیئے جو تو بسط کے روز روشن میں نہیں پا سکتا۔

✪ ــــ ابتدائے سالک اس کی انتہا کا آئینہ اور تجلی گاہ ہے جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگی اس کی نہایت بھی اس تک ہوگی۔

✪ ــــ جس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے وہ تھوڑے زمانہ میں اس قدر اللہ تعالیٰ کے الطاف و احسانات پالیتا ہے جو نہ عبارت اور بیان کے احاطہ میں آسکیں نہ اشارہ وہاں پہنچ سکے۔

✪ ــــ پردہ پوشی کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہ کے صدور سے پردہ پوشی دوسری گناہ ہونے کے بعد خلق سے پردہ پوشی۔

✪ ــــ علوم و حقائق تجلی کے وقت مجمل وارد ہوتے ہیں پھر حفظ و نگہداشت کے بعد تفصیل ہوتی ہے "لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔"

✪ ــــ اہل ابتدا کا ورود بقدر قابلیت اور استعداد کے ہوتا ہے اور انوار کی روشنی بقدر صفائی اسرار باطنی کے ہوتی ہے۔

✿ — ورد کا تو تیرا مولیٰ تجھ سے طلبگار ہے اور وارد کا تو اس سے خواہاں ہے تو بھلا تیرے مطلوب کو اس کے مطلوب سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

✿ — مولیٰ تعالیٰ کے احسان اور اپنے عصیان سے ڈر کہ مبادا یہ تیرے لئے استدراج ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم درجہ بدرجہ ان کو اتاریں گے ایسی طرح کہ وہ نہ جانیں گے۔

"سنستدرجهم من حیث لا یعلمون"

✿ — حقیقت میں متواضع وہ نہیں ہے کہ جب کوئی تواضع کا کام کرے تو اپنے آپ کو اس سے بلند اور بالاتر سمجھے بلکہ متواضع وہ ہے کہ جب تواضع کرے تو اپنے آپ کو اس سے کمتر اور پست خیال کرے۔

✿ — جس چیز سے تو مایوس ہے اس سے آزاد ہے اور جس کا طامع ہے اسکا بندہ ہے۔

✿ — درحقیقت تیرا ہمنشین وہ ہے جو تیرا عیب جان کر بھی تیرا ساتھی رہا اور بجز تیرے مولیٰ کریم کے ایسا اور کوئی نہیں ہے۔

✿ — کاش تو بدکار ہوتا ہے لیکن تجھ کو تجھ سے بدتر کی صحبت نیکوکار دکھلاتی ہے۔

✿ — ایسے شخص کی مجالست نہ کر کہ نہ جس کا حال تجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف برانگیختہ کرے اور نہ اس کا کلام تجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔

✿ جب تو یہ جانتا ہے کہ شیطان تجھ سے غافل نہیں ہوتا تو تو بھی اپنے ایسے مولیٰ سے کہ تیری پیشانی اس کے قبضہ قدرت میں ہے غافل نہ ہو۔

✿ — نہ تیری طاعت اس کو کچھ نفع بخشتی ہے اور نہ تیری معصیت اسکو کوئی نقصان پہنچاتی ہے تجھ کو طاعت کا حکم کیا اور معصیت سے روکا کہ اس کا نفع تیری طرف عود کرے۔

✿ — اپنی عنایت خاصہ اور توجہ کے بغیر کے قصور کی طرف اپنے بندوں کو نگراں پایا تو فرمایا اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے اور جب دیکھا کہ اگر ان کو اسی کے ساتھ چھوڑ دیا جائیگا کہ سر عنایت وہی ہے تو تقدیر ازلی پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے تب فرمایا اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

✪ — جس نے تیری تعظیم کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی۔

✪ — جب اپنا فضل و احسان تجھ پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں اعمال صالحہ تجھ میں پیدا کرکے مدح کے موقع میں تیری طرف نسبت کر دیتا ہے۔

✪ — جب تجھ کو ماسوا سے متوحش اور دل برداشتہ کر دیا تو تو سمجھ لے کہ وہ تیرے لئے اپنے ساتھ دل لگی اور انس کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔

✪ — اول تجھ پر ایجاد کی نعمت مبذول فرمائی اور دوسرے پر لحظہ پے درپے ظاہری و باطنی بقاء کی نعمت پہنچائی۔

✪ — جب مولا سے تجھے فراخ دلی ہو اور منع سے دل تنگی ہو تو سمجھ لے کہ تو عبودیت میں سچا نہیں۔

✪ — عطا کا دینا تیرے لئے احسان ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ دینا بھی احسان ہے۔

✪ — نہ دینا صرف اسی وجہ سے تجھ کو تکلیف رساں ہے کہ تجھ کو نہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و لطف کی فہم نہیں۔

✪ — جب تجھ کو دیا تو اپنا جود و کرم دکھلایا اور جب نہ دیا تو اپنا قہر و غلبہ مشاہدہ کرایا پس وہ بہر حال معرفت سے تجھ کو بہرہ ور فرماتا ہے نور اپنے لطف و احسان کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہے۔

✪ — صرف دار آخرت ہی کو اپنے مومن بندوں کے اعمال کیلئے محل جزا مقرر کیا ایک تو اس وجہ سے کہ جو کچھ دینا چاہتا ہے دار دنیا اسکو سما نہیں سکتی دوسرے یہ کہ دار بقا میں بدلہ دینے سے ان کی قدر کو برتر اور بالا ٹھہرایا۔

✪ — جس نے یہ گمان کیا کہ مصیبت اور تکالیف میں اس کا لطف و مہربانی جدا رہے تو یہ اس کی نظر عقل کا قصور ہے۔

✪ — جب تک تو اس دار دنیا میں ہے کدورتوں کے پیش آنے کو عجیب نہ خیال کر کیونکہ دنیا نے اسی چیز کو ظاہر کیا جو اس کا وصف ضروری اور صفت لازمی ہے۔

✪ — جب صبح ہوتی ہے تو غافل فکر کرتا ہے کہ آنے میں کیا کام کرونگا اور دانشمند انتظار کرتا

ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔

✪ ـــ اس میں تیری کوشش جس کا وہ تیرے لئے کفیل ہو چکا اور اس میں تیری کوتاہی جس کا وہ تجھ سے طالب ہوا تیری عقل کا چراغ گل ہونے کی دلیل ہے۔ پیش قدمی کرنے والی ہمتیں تقدیر کی دیواروں کو نہیں پھاڑ سکتیں۔

✪ ـــ اللہ تعالیٰ سے یہ طلب نہ کر کہ تجھ کو تیری موجودہ حالت شغل دینی یا دنیوی سے نکال کر اس کے سوا کسی دوسری حالت کے کام میں لگا دے کیونکہ اگر وہ چاہتا تو بغیر نکالے کے کام میں لگاتا۔

✪ ـــ دعا و عبادت سے تیرا مطلوب حصول بخشش و عطا نہ ہونا چاہیے بلکہ اپنی عبودیت کے اظہار اور اس کی ربوبیت کے حقوق کو قائم کرنا ہونا چاہیے۔

✪ ـــ اکثر اوقات عارف اپنے مولیٰ کی مشیت پر اکتفا کر کے اس کی طرف اپنی حاجت پیش کرنے سے حیا کرتا ہے تو بھلا وہ اس کی مخلوق کی طرف حاجت لے جانے میں حیا کیوں نہیں کرے گا۔

✪ ـــ سوال کے ساتھ یاد تو اس کو دلایا جائے جس پر غفلت و سہو جائز ہو اور طلب کے ساتھ متنبہ اس کو کریں جس کو سائل سے بے پروائی ممکن ہو۔

✪ ـــ اپنے مولیٰ سے دعا و سوال کرنا کچھ عمدہ اور معتبر حال نہیں۔ پسندیدہ حال یہ ہے کہ تجھ کو حسن ادب عطا ہو جائے۔

✪ ـــ اے سالک اپنی ہمت کو اپنے مولیٰ کریم کے غیر کی طرف نہ بڑھا کیونکہ کریم سے امیدیں تجاوز نہیں کرتیں۔

✪ ـــ باوجود گڑگڑانے کے دعا میں عطا کے وقت میں تاخیر کا ہونا تجھ کو قبولیت دعا سے ناامید نہ کردے کیونکہ وہ تیری اجابت کا کفیل اس امر میں ہوا ہے جس کو وہ تیرے لئے پسند فرماتا ہے۔

✪ ـــ شہوت نفسانیہ کو دل میں سے بجز روکنے والے خوف کے یا بیقرار کرنے والے شوق کے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔

✪ ـــ جب تو یہ چاہے کہ امید کا دروازہ تیرے لئے مفتوح ہو تو اپنی طرف اپنے مولیٰ حقیقی کے

احسانات کا مشاہدہ کر اور جب چاہے کہ خوف کا دروازہ تجھ پر کھلے تو جو کچھ نافرمانیاں اور بے ادبیاں اس کی جناب میں صادر ہوئی ہیں ان کا مشاہدہ کرے۔

✪ — اگر تجھ کو میرے نفس کی طرف لوٹا دیا تو تیری مذمتوں کی نہایت نہیں اور اگر اپنا جود و کرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو تیری خوبیوں کی انتہا نہیں۔

✪ — فرائض اور معصیت صادر ہونے کے وقت عفو کی امید میں نقصان کا ہونا اپنے اعمال پسندیدہ پر اعتماد کی علامت ہے۔

✪ — جب تجھ پر دو امر مشتبہ ہو جائیں کہ کون اولی ہے ان میں نفس پر جو زیادہ شاق ہو اسکو دیکھ اور اس کی پیروی کر کیونکہ نفس پر وہی شاق ہوتا ہے جو حق ہوتا ہے۔

✪ — معصیت میں خط نفسانی کھلم کھلا ہے اور طاعت میں خط نفسانی پوشیدہ ہے پس جو بیماری پوشیدہ ہو اس کا علاج دقت ہوتا ہے۔

✪ — جب تیرا مولیٰ تیری ایسی تعریف میں خلقت کی زبان کو گویا کردے جس کے تو لائق نہیں تو تو اپنے مولیٰ کی تعریف میں جو اس کے لائق ہے تر زبان ہو۔

✪ — سب سے زیادہ جاہل وہ شخص ہے جو اپنی نسبت لوگوں کے خیال اوصاف گمان کرنے پر اپنے یقینی عیوب کا خیال چھوڑ دے۔

✪ — مومن متقی کی جب مدح ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس پر شرماتا ہے کہ اس کی ایسے وصف میں تعریف ہوتی ہے جس کا مشاہدہ اپنے نفس میں نہیں کرتا۔

✪ — لوگ بسبب ان اوصاف حمیدہ کے جو تجھ میں گمان کرتے ہیں تیری توصیف کرتے ہیں تو بسبب ان بری خصلتوں کے جو اپنے اندر پاتا ہے اپنے نفس کی مذمت کر۔

✪ — خواہش نفسانی کی حلاوت و لذت کا قلب میں مستحکم ہو جانا سخت لاعلاج بیماری ہے۔

✪ — تجھ سے خوارق عادات کیونکر ظاہر ہوں ابھی تک تو نے نفسانی عادتوں کو تو ترک کیا ہی نہیں۔

✪ — ہر ایک معصیت اور غفلت اور نفسانی شہوت کی جڑ اپنے نفس سے رضامندی ہے۔

✪ — اپنے عیوب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا ان اشیاء کے حصول کی طرف نظر کرنے۔۔۔

تجھ سے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے۔

✪ — مخلوق سے لینے کی طرف ہاتھ نہ پھیلا مگر جب ان میں بھی اسی حقیقی کو تو دینے والا مشاہدہ کرے۔

✪ — تیرے اوقات میں بہتر اور عمدہ وقت وہ ہے جس میں تو اپنی حاجتمندی کا مشاہدہ کرنے اور اپنی ذلت و خواری کی طرف لوٹے۔

✪ اگر تو مواہب الٰہی کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر و فاقہ کو اپنے اوپر راست کرلے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے صدقے فقراء ہی کے واسطے ہیں۔

✪ — فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے۔

✪ — اگر تو دائمی عزت کا خواہاں ہے تو فانی عزت کو اختیار نہ کر۔

✪ — اگر یقین کا نور تجھ پر روشن ہو جاتا تو دنیا کے محاسن پر فنا کے گہن کو ظاہر دیکھ لیتا۔

✪ — اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تو صرف نصیحت قبول نہ کرے گا تو اس لئے دنیا کے مصائب کی چاشنی کا ایک ذائقہ چکھایا جو تجھ پر دنیا کی مفارقت سہل کردے۔

✪ — اگر تو چاہے کہ معزول کے غم سے محفوظ رہے تو بے بقا اور ناپائیدار ولایت دنیاوی اختیار نہ کر۔

✪ — جو عمل تارک الدنیا کے قلب سے ہو وہ تھوڑا نہیں اور جو عمل دنیا کے حریص اور اللہ تعالیٰ سے غافل کے قلب سے ہو وہ زیادہ نہیں۔

✪ — فکر قلب کا چراغ ہے جب وہ نہ رہیگا تو قلب کی روشنی بھی جاتی رہے گی۔

✪ — ذکر میں حضور نہ ہونے کے سبب ذکر کو نہ چھوڑ کیونکہ اثنائے ذکر میں غفلت ہونے کے بہ نسبت نفس ذکر سے غفلت کا ہونا زیادہ سخت ہے اور کچھ بعید نہیں کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ ذکر غفلت سے ذکر بیداری تک اور ذکر بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک جس میں اللہ کے سوا سب سے غیبت ہو جائے بلند فرما دیوے اور اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

✪ — عمر گذشتہ کا عوض نہیں اور عمر موجودہ بے بہا ہے۔

✪ — تیرا اعمال کی بجا آوری کو فارغ وقت پر ٹالنا تیرے نفس کی حماقتوں سے ہے۔

✪ — اغیار سے خالی ہونے والے وقت کا انتظار نہ کر کیونکہ یہ تجھ کو اس کے مراقبہ اور نگہداشت سے جس حال میں تجھ کو ٹھہرا رکھا ہے جدا کر دے گا۔

✪ — بقدر ایک سانس کے بھی تیرا وقت نہیں گزرتا مگر اس میں تیرے لئے خدا کا امر مقدر کیا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔

✪ — تنزیہ ہے اس ذات پاک کے واسطے جس نے اپنے اولیاء کی طرف راہ پانے کا وہی طریقہ رکھا جو اپنی طرف راہ پانے کا طریقہ ٹھہرایا اور اپنے اولیاء تک اسی کو پہنچایا جس کو اپنی طرف پہنچانا چاہا۔

✪ — گمنامی کی زمین میں اپنے وجود کو دفن کر دے کیونکہ جو دانہ زمین میں دفن نہیں ہوتا اس کا نشوونما کامل نہیں ہوتا۔

✪ — قلب کے لئے کوئی چیز اس گوشہ نشینی کے برابر نافع نہیں جس کے ساتھ صفات الٰہی و غور و شناسی کے میدان میں داخل ہو۔

✪ — تجھ پر اپنی خدمت و طاعت کو واجب فرمایا اور حقیقت میں اس کی وجہ سے تیرے جنت میں داخل ہونے کو واجب فرمایا۔

✪ — جب حق جل و علا نے اپنے بندوں کی کوتاہی وظائف عبودیت کی بجا آوری کی طرف اٹھنے میں معلوم فرمائی تو اپنی طاعت و عبادت کو ان پر واجب فرما کر گویا ان کو اپنے ایجاب کی زنجیروں کے ساتھ اپنی طاعت کی طرف ہانکا۔ تیرا پروردگار ان لوگوں پر تعجب فرماتا ہے کہ جو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں کھینچے جاتے ہیں۔

✪ — تیرے لئے طاعات کو اوقات معینہ کے ساتھ اس لئے مقید کر دیا تاکہ کسل اور لیت و لعل مانع نہ ہو اور وقت فراخ رکھا تاکہ کچھ حصہ اختیار کا بھی تیرے لئے باقی رہے۔

✪ — تیرا ضعف و ناتوانی معلوم کر کے نماز کی تعداد گھٹا دی اور فضل خداوندی کا محتاج جان کر امداد و ثواب بڑھا دی۔

✪ — نماز حقیقی دلوں کو اغیار کے میل کچیل سے پاک کرنے والی اور پوشیدہ اسرار کا دروازہ

کھولنے والی ہے نماز سرگوشی کا محل اور محبت و اخلاص کی جگہ ہے۔ اس میں قلوب کے میدان اسراروں کیلئے فراخ ہوتے ہیں اور اس میں انوار کے ستارے چمکتے ہیں۔

✪ — اس کے صدقہ کئے ہوئے عمل پر تو کیونکر عوض کا طالب ہو سکتا ہے یا اس کی تحفہ بھیجی ہوئی راستی پر کس طرح جزاء کا طالب ہو سکتا ہے۔

✪ — محب وہ نہیں ہے جو اپنے محبوب سے عوض کا امیدوار ہو یا حصول غرض کا طلبگار ہو۔

✪ — جس چیز کو تو محبوب بنائے گا اس کا بندہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا کہ اس کے سوا تو کسی کا بندہ بنے۔

✪ — حق جل و علا جس طرح عمل مشترک کو پسند نہیں فرماتا اسی طرح قلب مشترک کو بھی پسند نہیں فرماتا۔

✪ — تیرا خواہش کرنا کہ لوگ تیرے اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت جان لیں عبودیت کے اندر تیرا سچا نہ ہونے کی دلیل ہے۔

✪ — گناہ اور نافرمانی کرنے کے وقت جس قدر تو حلم خداوندی کا محتاج ہے بندگی اور طاعت کرنے کے وقت اس سے زیادہ اس کے حلم کا محتاج ہے۔

✪ — اپنے کسی عمل پر جس کا تو فاعل حقیقی نہیں ہے عوض کا طلبگار مت ہو۔ ایسے عمل پر تجھ کو یہی عوض کافی ہے کہ اس کو قبول فرمایا اور اس پر مواخذہ نہیں کیا۔

✪ — جب تو کسی عمل پر عوض کا خواہاں ہو گا تو تجھ سے اس میں صدق اور اخلاص کا مطالبہ ہو گا۔

✪ — عمل کرنے والوں کے لئے جزاء عمل یہی کافی ہے جو اثنائے طاعت میں ان کے قلوب پر الہامات اور لذت مناجات کے دروازے کھولتا ہے۔

✪ — ہمارا پروردگار اس سے برتر اور بالاتر ہے کہ بندہ تو اس کے ساتھ اپنی طاعتوں سے نقد کا معاملہ کرے اور وہ اس کا بدلہ قیامت کے ادھار پہ چھوڑ دے۔

✪ — کوئی عمل بارگاہ خداوندی میں اس عمل سے زیادہ قبولیت کے لائق نہیں جسکا مشاہدہ تیری نظر سے غائب ہو اور تیرے خیال میں اس کا وجود حقیر ہو۔

باب 12

اخلاق حمیدہ

سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کی گواہی رب کعبہ نے ان الفاظ میں دی۔ "وانک لعلیٰ خلق عظیم" [القلم: آیت 4] [اور بیشک آپ اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں] امت محمدیہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" [الاحزاب: آیت 21] [تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے]

ان آیات مبارکہ کے پیش نظر سالک کو اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا پانے اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے کے بغیر چارہ نہیں۔ یہی پیغام حدیث پاک میں اس طرح دیا گیا "تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ" [اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین کرو] اسلام میں اخلاق حمیدہ کو ایمان لانے کے بعد تمام اعمال پر فضیلت دی گئی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ "اکمل المومنین ایماناً احسنہم خلقاً" [ایمان والوں میں سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں اعلیٰ ہے] اس بارے میں حیران کن بات تو یہ ہے کہ مکارم اخلاق کی تعلیم کو بعثت نبوی ﷺ کا مقصد بتایا گیا ارشاد گرامی ہے "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" [میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں]

ایک روایت میں ہے "الدین النصیحۃ" [دین سراسر خیر خواہی ہے] لہٰذا مومن کسی کا بدخواہ نہیں ہو سکتا۔ سالک کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے دین کا ہو یا دنیا کا۔ ایمان لانے کے بعد افضل ترین نیکی مخلوق کو آرام پہنچانا ہے۔ بداخلاق آدمی سے نہ تو خالق خوش ہوتا ہے نہ ہی مخلوق۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے دل میں مومن کا غم نہیں

وہ میری امت میں سے نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا "یا اللہ! تیری مخلوق میں سب سے بہترین کون ہے؟" فرمایا "کسی دوسرے کو کانٹا چبھے تو یہ غمگین ہو" اس بارگاہ ربوبیت میں درد سیرت ہی سب سے بڑی سفارش ہے۔

<u>مکارم اخلاق</u>:۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ مکارم اخلاق دس ہیں۔

(1) سچ بولنا (2) سچائی کا معاملہ کرنا (3) سائل کو عطا کرنا (4) احسان کا بدلہ دینا (5) صلہ رحمی کرنا (6) امانت کی حفاظت کرنا (7) پڑوسی کا حق ادا کرنا (8) ساتھی کا حق ادا کرنا (9) مہمان کا حق ادا کرنا (10) ان سب کی جڑ اور اصل اصول حیا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے "روشن دل وہ ہے جس میں قلق نہ ہو" اور سیاہ دل وہ ہے جس میں خُلق نہ ہو۔" مشائخ کرام نے درج ذیل دس باتوں کو خوش خلقی کی علامت قرار دیا ہے:

(1) لوگوں سے کشادہ پیشانی سے ملنا (2) لوگوں کی غمخواری کرنا (3) حاجت مندوں کے کام آنا (4) لوگوں کے اختلاف رائے کی مخالفت نہ کرنا (5) عیب جوئی و عیب گوئی سے بچنا (6) اپنے عیوب پر نظر رکھنا (7) کوئی مذمت کرے تو تیغ تاویل نکالنا (8) گنہگار کی معذرت قبول کرنا (9) حیات روحی کا تحفظ کرنا (10) لایعنی سے پرہیز کرنا۔

سالک کو چاہیے کہ حتی الوسع کسی کی دل آزاری نہ کرے۔ بیماریوں میں سب سے بری دل کی بیماری ہے اور دل کی بیماریوں میں سب سے بری دل آزاری ہے۔

مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کچھ ڈھیندا
پر کسے دا دل نہ ڈھاویں رب دلاں وچ رہندا

<u>اخلاق الصالحین</u>:۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "جس نے کوئی رات اور دن مومن کو تکلیف دیئے بغیر گزارا اس نے وہ رات نبی علیہ السلام کے ساتھ بسر کی" سالک کو چاہیے کہ برائی کے جواب میں حتی المقدور بھلائی کا معاملہ کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔ "ادفع بالتی ھی احسن" (حم السجدہ: آیت 34)

[آپ نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیجئے]

قانونِ فطرت بھی یہی ہے کہ صندل کا درخت اس کلہاڑے کے منہ کو بھی خوشبودار بنا دیتا ہے جو اسے کاٹتا ہے۔ پھولوں کی پتیاں ان ہاتھوں کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہیں جو ہاتھ انہیں مسل دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔[14] "اے دوست! اگر کوئی تیرے راستے میں کانٹے بچھائے تو تو اس کے راستے میں کانٹے نہ بچھا ورنہ ساری دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔"

حسنِ خلق کے فضائل:- حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے مکتوبات میں حسنِ خلق کے متعلق فرماتے ہیں۔

اے شفقت کے آثار والے! دنیوی زندگی نہایت قلیل ہے اور ابدی و دائمی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں، سعادت مند وہ شخص ہے جو اس تھوڑی فرصت کو غنیمت جان کر اس میں آخرت کے کام بنائے اور طویل سفر کا توشہ مہیا کرے اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی ایک جماعت کی ضروریات کا مرجع بنایا ہے۔ (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا شکر بجا لا کر خلقِ خدا کی حاجت روائی میں اچھی طرح کمرِ ہمت باندھیں اور اپنے مالک اللہ تعالیٰ کے بندوں اور بندیوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور خلق کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے اور ان کے ساتھ کشادہ روئی و خوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی اور سہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہٗ کی رضا مندی کا ذریعہ (اخروی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے، ان کو خوش کرنے، حسنِ خلق، نرمی کرنے، مہلت دینے اور بردباری کی فضیلت کے بارے میں چند حدیثیں تحریر کی جاتی ہیں اچھی طرح غور فرمائیں اور اگر کسی حدیث کے معنی سمجھنے میں کوئی پوشیدگی رہ جائے تو کسی پیر اور طالب علم سے اس کا حل طلب کریں۔

پیغمبرِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو کسی دشمن یا ہلاکت کے سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی

میں رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غموں میں سے کوئی غم دور کر دے گا اور جس شخص نے کسی کے (بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی روایت ہے کہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں رہے گا اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے جن کو لوگوں کی حاجات (پوری کرنے) کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے لوگ اپنی حاجات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ قومیں (لوگ) ہیں جن کو اس نے بندوں کے فائدوں کے لئے نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور جب تک وہ ان نعمتوں کو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو نعمتوں میں برقرار رکھے گا لیکن جب وہ ان نعمتوں کو (خرچ کرنے سے) روک لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان لوگوں سے چھین لے گا اور دوسروں کی طرف منتقل کر دے گا۔ اس کو ابن ابی الدنیا" و طبرانی" نے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلا (یعنی کوشش کی) تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ کر دے گا۔ ہر خندق دوسری خندق سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا کہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک (مشرق سے مغرب تک) فاصلہ ہے۔ اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو اس کے لئے پورا کر دیا اللہ عزوجل اس کے لئے پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرے گا جو اس پر اگر وہ صبح کا وقت ہوگا تو شام تک اور شام کا وقت ہوگا تو صبح تک رحمت طلب کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کے ساتھ ایک درجہ بلند کر دے گا۔ اس کو ابن

حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت (پوری) کرنے اور اس کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور اس کے ستر گناہ مٹا دے گا۔ یہاں تک کہ جہاں سے وہ چلا تھا وہاں واپس آ جائے پس اگر اس بھائی کی حاجت اس کے ہاتھ پر پوری ہو گئی تو وہ (کوشش کرنے والا شخص) اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا کہ اس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنا تھا اور اگر اس (کوشش) کے دوران ہلاک ہو گیا تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہو جائے گا۔ اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے کسی نیک مقصد کو حاصل کرنے اور اس کی تنگی کو آسان کرنے کے بارے میں کسی صاحب اقتدار کی طرف پہنچا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط سے گزرنے کے وقت اس کی مدد فرمائے گا جبکہ لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوش کرنا ہے یعنی تو اس کی ستر پوشی کرے یا اس کی بھوک کو دور کرے یا اس کی حاجت پوری کرے اس کو طبرانی اور ابو الشیخ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض (کی ادائیگی) کے بعد سب سے پسندیدہ عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہے اور اس کی توحید بیان کرتا ہے (یعنی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے) اور جب بندہ اپنی قبر میں منتقل ہو جاتا ہے تو وہ خوشی اس کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کہ کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے پس وہ کہتی ہے کہ میں وہ خوشی ہوں کہ تو نے مجھے فلاں شخص پر داخل کیا تھا آج میں تیری وحشت کو انس میں تبدیل کروں گی۔ اور تجھ کو حجت (دلیل) کی تلقین کروں گی اور تجھ کو قول ثابت (کلمہ شہادت) پر ثابت رکھوں گی اور یوم قیامت کی حاضری کے مقامات میں تیرے ساتھ حاضر ہوں گی اور تیرے لئے تیرے رب کی طرف شفاعت کروں گی اور تجھ کو جنت میں تیری منزل دکھاؤں گی۔ اس کو ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ

ﷺ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے ذریعہ اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا وہ چیز اللہ تعالیٰ سے ڈرنا تقویٰ اور اچھے اخلاق ہیں اور آپ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا وہ منہ اور شرمگاہ ہے۔ اس کو ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو، اس کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ ضرور اپنے حسن خلق کی وجہ سے آخرت کے بہت بڑے درجے اور بہت بلند منزل پر پہنچے گا اور بیشک یہ اس کی عبادت بڑے ثواب کو کمی کرے گا۔ اور بیشک وہ ضرور اپنی بداخلاقی کی وجہ سے جہنم میں سب سے نیچے کے درجے میں پہنچے گا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو ایسی عبادت کی خبر نہ دوں جو کہ آسان ہو اور بدن پر ہلکی ہو، وہ خاموشی اور حسن خلق ہے۔ اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی جانب سے آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق پھر وہ شخص آپ کی دائیں جانب سے آیا اور عرض کیا کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حسن خلق اور پھر وہ آپ ﷺ کی بائیں جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کونسا عمل افضل ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ اس شخص کی طرف مڑے اور فرمایا تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو سمجھ نہیں رہا۔ وہ عمل حسن خلق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو غصہ نہ کیا کر۔ اس کو محمد بن نصر المروزی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطہ میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کر دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر دلانے کا ضامن ہوں، جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگرچہ جھوٹ بولنا مزاح کے طور پر ہی ہو، اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا بنائے۔ اس کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث ترمذی میں آیا ہے بیشک

یہ وہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور سخاوت و حسن خلق کے سوا اور کوئی چیز اس کے لئے سزاوار نہیں' پس جب تک تم اس (دین) پر قائم رہو' ان دونوں اوصاف سے اس (دین) کا اکرام کرو' اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حسن خلق گناہوں کو اس طرح پگھلا (مٹا) دیتا ہے جس طرح کہ پانی برف کو پگھلاتا ہے اور بداخلاقی عمل کو اس طرح فاسد کر دیتی ہے جس طرح کہ سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی کرنے والے سے راضی ہوتا ہے اور نرمی پر ایسی مدد کرتا ہے جو وہ سختی پر نہیں کرتا۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا) جس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے (سنو) یہ ہر اس شخص پر حرام کر دی جاتی ہے جو آسانی' نرمی اور سہولت والا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تحمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلم (بردباری) سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ حلم (بردباری) کے ذریعے صائم و قائم (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے) کا درجہ پالیتا ہے۔ اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو غصہ آیا پھر اس نے اس کو ضبط کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور محبت کرے گا۔ اس کو اصفہانی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ (جنت) میں مکان کو اونچا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور ارشاد فرمایئے) آپ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) جو شخص تجھ سے جہالت (نا برتاؤ) کرے تو اس سے بردباری کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے اور جو شخص تجھ کو محروم

کرے تو اس کو عطا کرے اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے میل جول کرے۔ اس کو طبرانی و بزار نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کسی کو پچھاڑ دینے سے طاقت ور نہیں ہوتا در حقیقت طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک یہ بھی ایک قسم کا صدقہ (نیکی) ہے کہ تو کشادہ روئی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے۔ اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لئے صدقہ (نیکی) ہے اور تیرا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی زمین (جگہ) میں تیرا کسی کو راستہ بتانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی دور کرنا تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور تیرا اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا بالاخانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اس کے باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا تو ابو مالک اشعری نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ بالاخانہ کس کے لئے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور (لوگوں کو) کھانا کھلایا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہیں وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کو طبرانی و حاکم نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں کتاب ترغیب و ترہیب سے لی گئی ہیں۔ جو کہ علم حدیث کی معتبر کتابوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ ان احادیث کے منشاء پر عمل عطا فرمائے۔ اپنے حال کے صفحہ کو ان احادیث کے مضمون کے ساتھ موازنہ کریں جو کچھ حال کے موافق معلوم ہو اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا شکر بجا لانا چاہئے اور جو کچھ ایسا نہ ہو تو حق تعالیٰ سے عاجزی و زاری کے ساتھ اپنے حال (ان احادیث) کے موافق ہونے کی دعا کرنی چاہئے۔ اگر کسی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق سردست حاصل نہ ہو تو بہرحال اپنی کوتاہی کا اعتراف تو اس کو حاصل ہونا ہی چاہئے۔ اور یہ اعتراف بھی ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے کہ کسی کو عمل کی توفیق بھی حاصل نہ ہو اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے کیونکہ ایسے شخص کو اسلام سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔

نے دیکھا کہ امیر المومنین اسے پنکھا کر رہے ہیں وہ چونک اٹھی آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں جیسے میں انسان ہوں ویسے ہی تم بھی انسان ہو۔ میں نے تم کو سوتے دیکھا تو سوچا کہ پنکھا کر کے اللہ کی رضا حاصل کروں۔

4۔۔۔۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنی جوانی میں کپڑے کی دکان کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ظہر کے بعد دکان بند کر کے گھر جا رہے تھے۔ ایک دوست نے صورتحال دریافت کی تو فرمایا کہ آج موسم ابر آلود ہے اس کیفیت میں گاہک کو کپڑے کے رنگ و معیار کی صحیح شناخت نہیں ہوتی۔ میں نے دکان بند کر دی تاکہ کوئی گاہک کم قیمت کپڑے کو اچھا سمجھ کر دھوکہ نہ کھائے۔

5۔۔۔۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر فتح کرنے کے بعد اپنے خیمے میں آئے تو دیکھا کہ ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور گھونسلہ بنا رکھا ہے۔ آپ نے لشکر کو کوچ کرنے کی اجازت دے دی مگر اپنے خیمے کو وہیں لگا رہنے دیا تاکہ کبوتری کو تکلیف نہ پہنچے۔ عربی زبان میں کبوتری کو فسطاط کہتے ہیں۔ آج اسی جگہ فسطاط نامی شہر آباد ہے اور عمرو بن العاصؓ کی عظمت کی گواہی دیتا ہے۔

6۔۔۔۔ حضرت مولانا رومؒ اپنے شاگردوں کے ہمراہ ایک پگڈنڈی پر جا رہے تھے کہ دیکھا ایک کتا سو رہا ہے۔ آپ مع جماعت اس وقت تک وہیں کھڑے رہے جب تک کتا از خود وہاں سے اٹھ کر ایک طرف کو نہ چلا گیا یہ اس لئے کیا کہ میری وجہ سے کتے کی نیند میں خلل نہ آئے۔

7۔۔۔۔ حضرت خواجہ باقی اللہؒ ایک رات تہجد کیلئے اٹھے۔ سخت سردی تھی۔ آپ نے تہجد پڑھی پھر اپنے بستر کی طرف بڑھے تاکہ لحاف میں لپٹ کر بیٹھیں۔ دیکھا کہ ایک بلی کہیں سے آ کر لحاف میں گھس گئی ہے۔ چنانچہ آپ ساری رات مصلے پر بیٹھے ٹھٹھرتے رہے مگر بلی کو لحاف سے نکالنا پسند نہ کیا۔

8۔۔۔۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ نے ستر دن ایک زخمی بیمار کتے کی خدمت کی۔ جب کتا صحت یاب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے علوم و معارف عطا فرمائے کہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل امام بنے۔ ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہو گئی۔ پس سالک کو چاہیے کہ دوسروں کی خیر خواہی کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھے۔ سلف

صالحین نے حیوانوں کے ساتھ حسن خلق کا اس قدر مظاہرہ کیا تو ہمیں انسانوں کے ساتھ خوش خلقی کا معاملہ کیوں نہیں کرنا چاہیے۔ دین اسلام نے تو مومنین کو مواخات کی مالا میں پرو دیا ہے۔

اخوت اسلامی کے فضائل:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انما المؤمنون اخوۃ" (الحجرات: آیت 10)

[بے شک ایمان والے بھائی بھائی ہیں]

حدیث پاک میں ہے۔ "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہے اس کو نیک دوست عطا کر دیتا ہے کہ اگر بھول جائے تو یاد کرا دے اور اگر یاد ہو تو اس کی مدد کرے۔"

ایک روایت میں ہے:

"دو بھائیوں کی مثال ایسے ہے کہ جیسے دو ہاتھ ہوں۔ جب ہاتھ ملتے ہیں تو ایک ہاتھ دوسرے کو دھوتا ہے۔ جب بھی دو مومن ملے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے سے بھلائی عطا کی۔"

جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

"جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو بھائی بنایا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے اس قدر درجہ بلند کرے گا کہ ایسا درجہ وہ اپنے کسی اور عمل کے ذریعے نہیں لے سکتا۔"

فرمان الٰہی ہے:

"ویستجیب الذین آمنوا و عملوا الصلحت و یزیدھم من فضلہ" الشوریٰ: آیت 26

[اور دعائیں قبول کرتا ہے ایمان والوں کی جو نیک کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے انہیں اپنا فضل]

"ویزیدھم" کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں:

"ان کے بھائیوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول کرے گا اور انہیں ان کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔"

حضرت سعید بن مسیب، شعبی، ابن ابی لیلیٰ، ہشام بن عروۃ، ابن شبرمہ، شریح، شریک بن عبداللہ، ابن عیینہ، عبداللہ ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ان کے موافقین کا یہی مذہب ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مومن الفت رکھنے والا۔ الفت کیا جانے والا ہے اور جو الفت نہ کرے اور نہ ہی اس سے الفت کی جائے اس میں کچھ بھلائی نہیں۔"

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مومن اپنے بھائی کی وجہ سے کثیر ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے:

"اسلام کے بعد کسی بندے کو نیک بھائی سے بڑھ کر بھلائی نہیں ملی۔ تم میں سے ایک آدمی اگر اپنے بھائی سے محبت دیکھے تو اس کو قائم رکھے اس لئے کہ یہ کم ہی ملا کرتی ہے۔"

بعض حنفی حضرات کا فرمان ہے۔ "اس امت سے سب سے پہلے خشوع اٹھا لیا جائے گا پھر تقویٰ پھر امانت اور پھر الفت۔" ایک حکیم کے چند اشعار ہیں۔

ما نالت النفس علی بغیة الذ من ود صدیق امین

من فاته ود اخ صالح فذلک المقطوع منه الوتین

نفس نے ایک امانت دار دوست کی محبت سے بڑھ کر لذیذ مقصود حاصل نہیں کیا۔ جو نیک بھائی کی محبت سے محروم رہا ہے ایسا ہے کہ اس کی شہ رگ کٹ گئی۔

حضرت عمر بن خطاب کی اہمیت حضرت یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کی۔ "تجھ پر سچے دوست بنانے لازم ہیں۔ ان کے پہلو میں زندگی گزار۔ اس لئے کہ فراخی میں یہ زینت ہیں اور مصیبت میں یہ کام آنے والا سامان ہے۔"

حضرت ابن مسعود نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے (قیامت کے روز) سرخ یاقوت کے ستونوں پر ہوں گے۔ ہر ستون کے سرے پر ایک ہزار بالا خانے ہوں گے وہ اہل جنت پر جھانکتے ہوں گے۔ اہل جنت کو ان کا حسن اس طرح روشنی دے گا جیسا کہ دنیا والوں کو سورج روشنی دیتا ہے۔ ان پر سبز ریشم کا لباس ہو گا۔ ان کی پیشانیوں پر یہ تحریر ہو گا

"هٰؤلاء المتحابون في الله عزوجل"

[یہ اللہ عزوجل کی خاطر باہم محبت کرنے والے ہیں]

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میری خاطر محبت رکھنے والوں میری خاطر ملاقات کرنے والوں اور میری خاطر تواضع اور صداقت اختیار کرنے والوں کیلئے محبت حق (لازم) ہو گئی۔"

ابو بشرؒ نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا:

"جب اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والے باہم ملتے ہیں اور ایک بھائی دوسرے کے سامنے نرم پڑ جاتا ہے تو اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے کہ موسم سرما میں خشک درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے عرش کا سایہ عطا کرے گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ان میں وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کی خاطر محبت کی۔ اسی پر جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔"

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرمایا کرتے تھے:

"محبت و رحمت کے ساتھ ایک بھائی کا دوسرے بھائی پر نظر کرنا بھی عبادت ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"ایک آدمی نے کسی دوسری بستی میں جا کر اپنے ایک بھائی سے ملاقات کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ اس نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟

کہا! اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس کی ملاقات کا ارادہ ہے۔

پوچھا کیا تو صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے یا تجھ پر اس کا کوئی احسان ہے جس کا بدلہ چکا رہا ہے۔
کہا: نہیں! بلکہ مجھے اس سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہے۔
فرشتے نے کہا۔ میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھتا ہے جیسے کہ تو نے اللہ کی خاطر اس آدمی سے محبت رکھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے:

"اگر آدمی دن کو روزے رکھے اور افطار نہ کرے اور رات کو قیام کرے اور جہاد کرے مگر اللہ تعالیٰ کی خاطر نہ کسی سے محبت رکھے نہ ہی کسی سے عداوت رکھے تو اس کی یہ عبادت بھی اسے نفع نہ دے گی۔"

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"کون سا رشتہ ایمان پختہ ترین ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا "نماز۔"

فرمایا: نماز ایک نیکی ہے مگر اس درجہ کی نہیں۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: حج اور جہاد۔

فرمایا: نیکی ہے اور اس درجہ کی نہیں۔

عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ ہی ہمیں بتائیے۔

فرمایا: پختہ ترین رشتہ ایمان "حب فی اللہ" اور "بغض فی اللہ" ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث میں ہے اور موسیٰ بن عتبہؒ نے فرمایا:

"میں اپنے ایک بھائی کو ایک بار ملتا ہوں تو کئی روز تک اس کی ملاقات کے باعث خوشی کی مجلس قائم رکھتا ہوں۔"

حضرت جعفر بن سلیمانؒ نے فرمایا:

"جب میں اپنے دل میں سختی دیکھتا ہوں تو محمد بن واسعؒ کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں۔"

حضرت محمد بن واسعؒ نے فرمایا:

"دنیا میں تین لذیذ ترین چیزیں ہی باقی رہ گئیں۔"

1۔ باجماعت نماز پڑھنا۔

2۔ رات کو تہجد پڑھنا۔

3۔ بھائیوں سے ملاقات کرنا۔

حضرت حسنؒ اور حضرت ابو قلابہؒ فرمایا کرتے تھے:

"ہمیں اپنے احباب اپنی اولاد و اہل سے بھی محبوب تر ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے اہل ہمیں دنیا یاد دلاتے ہیں اور ہمارے احباب ہمیں آخرت یاد دلاتے ہیں۔"

اخوت کی بنیادی شرط :۔ دو آدمیوں کے درمیان موافقت قائم ہونے کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ دونوں ہم جنس ہوں یعنی دونوں کے حال میں مماثلت ہو۔ مثلاً دونوں نیکو کار ہوں یا دونوں ایک شیخ کے مرید ہوں یا دونوں علم ظاہر و علم باطن کے حامل ہوں۔ بعض محققین کا قول ہے کہ دو آدمیوں میں الفت چار وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بناء پر ہوتی ہے

1۔ جب وہ عزم میں یکساں ہوں۔ (مثلاً دونوں سالک ہوں)

2۔ عمل میں اشتراک ہو۔ (مثلاً دونوں ایک ہی سلسلہ میں منسلک ہوں)

3۔ علم میں قریب ہوں۔ (مثلاً دونوں صاحب نسبت ہوں)

4۔ اخلاق میں اتفاق ہو۔ (مثلاً دونوں میں عاجزی ہو)

اگر دو آدمیوں میں چاروں قدریں مشترک ہوں تو انکی موافقت پختہ ترین ہوتی ہے۔ اسلئے کہا جاتا ہے "الجنس یمیل الی الجنس"

[جنس کا میلان اپنی ہی جنس کی طرف ہوتا ہے]

حدیث پاک میں ہے:

"اگر ایک مومن کسی ایسی مجلس میں جائے جہاں ایک سو منافق ہوں اور ایک مومن ہو تو وہ اسی (مومن) کے پاس آکر بیٹھے گا۔ اگر منافق کسی مجلس میں جائے جس میں ایک سو مومن ہوں صرف ایک منافق ہو تو وہ اس (منافق) کے پاس جاکر بیٹھے گا۔"

اس حدیث کا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مدینہ میں ایک عطارہ عورت تھی۔ مکہ میں ایک عطارہ عورت مدینہ آئی اور یہ مزاح کرنے والی عورت تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا۔ "کہاں ٹھہری ہے۔" عرض کیا "فلاں عطارہ کے پاس۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "ارواح جمع شدہ لشکر ہیں جن کا باہم تعارف ہوا ان میں الفت ہوگئی اور جن میں باہم اجنبیت رہی ان میں اختلاف ہوا۔"

حدیث مواخات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان صحابہ کرامؓ کے درمیان مواخات قائم کی جو علم و عمل میں ہم شکل و ہم مثل تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان مواخات قائم کی۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے درمیان مواخات قائم کی یہ دونوں مالدار ہونے کی وجہ سے مماثل تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کے درمیان مواخات قائم کی یہ علم و زہد میں ہم شکل تھے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت سعدؓ کے درمیان مواخات قائم کی یہ حال میں مشترک تھے۔ حضرت علیؓ اور اپنے درمیان مواخات قائم کی۔ سبحان اللہ۔

روایت ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ نے ابو محفوظؒ سے پوچھا:

"اے ابو محفوظؒ! اس شہر میں دو علماء بزرگ ہیں۔ میں ان کی مصاحبت کروں تاکہ ان سے علم و ادب سیکھوں۔ امام احمد بن حنبلؒ یا بشر بن حارثؒ۔"

انھوں نے فرمایا:

"ان میں سے ایک کی بھی مصاحبت نہ رکھو۔ اس لئے کہ امام احمد بن حنبلؒ محدث و فقیہ ہیں۔ ان کا اختلاط لوگوں سے زیادہ رہتا ہے ان کی مصاحبت تم سے دل کی حلاوت ذکر اور محبت خلوت کو کھوا دے گی۔ اور بشر بن حارثؒ اپنے حال میں غرق ہیں وہ تمہاری طرف توجہ نہیں کر سکیں گے۔ البتہ اسود بن سالمؒ کی مصاحبت کرو کہ وہ آپ کے مقابلے میں فراخ دل اور صابر آدمی ہیں۔ وہ آپ کیلئے بہتر ہیں اور توجہ بھی کریں گے۔"

حضرت معروف کرخیؒ نے ایسا ہی کیا تو انہیں خوب نفع ہوا۔ حالانکہ اسود بن سالمؒ ان دونوں سے کم درجے بزرگ تھے۔ مگر حال کی مناسبت اور وصف کی مشابہت کی وجہ سے فائدہ زیادہ ہوا۔

ایک عرب عالم کا قول ہے:

"دوست کی مثال کپڑے میں پیوند کی طرح ہے۔ اگر اس کپڑے کی جنس کا پیوند نہ ہو تو اس کیلئے معیوب بن جاتا ہے۔"

جب دو ایسے آدمی مصاحبت کریں جو ہم جنس و ہم مشرب نہ ہوں تو ان میں تفریق ہو جانا لازمی ہے۔ ایک عرب شاعر کا قول ہے۔

و قائل لما تفرقتما فقلت قولاً فیہ انصاف
لم یک من شکلی ففارقتہ والناس اشکال و الاف

[کہنے والے نے پوچھا کہ تم میں جدائی کیوں ہوئی۔ میں نے انصاف کی بات بتائی کہ وہ میری شکل کا نہ تھا اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا اور لوگ اشکال والفت کے ساتھ رہتے ہیں]

حبیب کیسا ہو...؟

حضرت بشر بن حارثؒ فرمایا کرتے تھے:

"صرف خوش خلق آدمی ہی سے اختلاط رکھو اس لئے کہ یہ بھلی بات ہی کرے گا اور بد خلق سے اختلاط مت کرو اس لئے کہ یہ بری بات ہی کرے گا۔"

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

"تو جس سے مواخات قائم کرنا چاہتا ہے اسے غصہ دلا دے پھر کوئی آدمی اس سے تیرے بارے میں پوچھے اگر وہ اچھی بات کرے تو اس کی مصاحبت اختیار کر لے۔"

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

"امتحان لئے بغیر کسی سے مواخات قائم نہ کرے۔ اس کے سامنے ایک راز کھول دے۔ پھر اسے غصہ دلا کر دیکھو۔ اگر راز فاش کر دے تو اس سے بچ کر رہو۔"

ابو یزیدؒ سے کسی نے پوچھا "میں کس آدمی سے مصاحبت کروں؟"

فرمایا "جو تجھ سے ایسے آگاہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے اور تیری ایسی پردہ پوشی کرے جیسے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔" (گویا تخلقوا باخلاق اللہ کا عملی نمونہ ہے۔)

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ "صرف اس آدمی سے مواخات قائم کرو جو چار حالت میں بھی ایک جیسا ہے"۔

1۔ غصہ کے وقت

2۔ رضا کے وقت

3۔ لالچ کے وقت

4۔ خواہش نفس کے وقت

ایک ادیب" کا قول ہے۔ "صرف اس آدمی سے مصاحبت رکھ جو تیرا راز چھپائے اور تیری کمی چھپائے۔ مصائب میں تیرا ساتھی ہو اور مرغوبات میں تجھ پر ایثار کرے۔"

ایک عالم کا فرمان ہے کہ دو میں سے ایک آدمی کی صحبت کرو:

1۔ وہ آدمی جس سے تو کوئی دین کی بات سیکھے۔

2۔ وہ آدمی جو تجھ سے دین کی بات سیکھے۔

روایت ہے کہ ابو سلیمان" نے ابن ابی حواری" کو نصیحت کی:

"اے احمد! دو میں سے ایک آدمی کی صحبت کر۔"

1۔ وہ آدمی کہ تو دنیا میں اس کی وجہ سے فراخی پائے۔

2۔ وہ آدمی کہ تو آخرت میں اس کی وجہ سے نفع پائے۔

حضرت ابو ذر" فرمایا کرتے تھے:

"برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے اور نیک ساتھی تنہائی سے بہتر ہے۔"

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی:

"اے بیٹے لوگوں میں اس کی مصاحبت کر کہ اگر تو محتاج ہو جائے تو وہ تیرے قریب ہو۔ اور اگر تو امیر ہو جائے تو تیرے مال میں طمع نہ کرے۔ اگر اس کا درجہ بڑھ جائے تو تجھ پر بڑائی نہ دکھائے۔ اگر تو اس کی خاطر تواضع کرے تو وہ تیری حفاظت کرے۔ (یعنی تجھے ذلیل نہ کرے) اگر تو اس سے زیادتی کرے تو وہ برداشت کرے۔ اگر تو اس کے پاس ہو تو

وہ تیری زینت کا باعث ہے۔"

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ لوگوں کی چار اقسام ہیں تین کی مصاحبت کر اور ایک کی مصاحبت نہ کر۔

1۔ سمجھدار آدمی جو اپنی سمجھ سے آگاہ ہے۔ یہ عالم ہے اس کی اتباع کر۔

2۔ سمجھدار آدمی جو اپنی سمجھ سے آگاہ نہیں یہ سونے والا ہے اسے جگاؤ۔

3۔ بے سمجھ آدمی جو اپنی آپ کو بے سمجھ ہی سمجھے یہ جاہل ہے اسے سکھاؤ اور تعلیم دو۔

4۔ بے سمجھ آدمی جو اپنے آپ کو بے سمجھ گمان نہ کرے۔ یہ منافق ہے اس سے دور رہو۔

حضرت ابو عمران فرمایا کرتے تھے کہ میں گھر سے نکلتا ہوں تو تین کے درمیان ہوتا ہوں۔

1۔ اگر اپنے سے زیادہ عالم سے ملاقات ہو تو اس سے سیکھتا ہوں۔

2۔ اگر اپنے جیسے سے ملاقات ہو تو یہ میرے مذاکرات کا دن ہے۔

3۔ اگر اپنے سے کم علم والے سے ملاقات ہو تو یہ میرا ثواب کا دن ہے۔ (یعنی اسے سکھاتا ہوں اور ثواب کا امیدوار ہوں۔)

ابو جعفر محمد بن علیؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی "پانچ آدمیوں سے مصاحبت ترک کر بلکہ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ بھی نہ چلنا۔"

1۔ جھوٹے کی۔ یہ قریب کو دور اور دور کو قریب ظاہر کرے گا۔

2۔ احمق کی۔ فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچا بیٹھے گا۔

3۔ بخیل کی۔ وہ تجھے اس وقت چھوڑ دے گا جب تو اس کا محتاج ہو گا۔

4۔ صلہ رحمی نہ کرنے والے (بے وفا) کی۔ میں نے قرآن میں تین جگہ اس پر لعنت ہوتے پائی ہے۔

5۔ فاسق بدکار کی۔ کہ وہ تجھے ایک لقمہ یا اس سے کم میں فروخت کر دے گا۔
بیٹے نے پوچھا "لقمے سے کم تر کیا چیز ہے؟" فرمایا "لقمے کی امید یعنی طمع۔"

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ پانچ آدمیوں کی مصاحبت سے دور رہو۔

1۔بدعتی

2۔فاسق

3۔جاہل

4۔دنیا کا لالچی

5۔لوگوں کی بہت غیبت کرنے والا

حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ احمق کے چہرے کی طرف دیکھنا ایک لکھی ہوئی خطا ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے:

"اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے اصحاب کے ساتھ زیادہ نرم روی رکھے اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی سے نرمی سے پیش آئے۔ جاہل کی مصاحبت سے دور رہو ورنہ اس کی محبت تجھے بھی جاہل کر دے گی یا اپنے مولیٰ کریم سے غافل کر دے گی۔"

قرآن مجید میں دو آدمیوں کی مصاحبت سے بچنے اور ایک کی مصاحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

1۔ جاہل کی مصاحبت سے بچو۔ فرمایا گیا "فاستقیما ولا تتبعٰن سبیل الذین لا یعلمون" (یونس: آیت 89) [سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان کی راہ نہ چلنا جو نہیں جانتے]

2۔ غافل کی مصاحبت سے بچو۔ فرمایا گیا "ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا" (الکہف: آیت 28) [اس کی اطاعت نہ کریں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا]

3۔ منیب کی مصاحبت اختیار کرو۔ فرمایا گیا "واتبع سبیل من اناب الی" (لقمان: آیت 15)

[اور اس کی راہ کا اتباع کر جس نے میری طرف رجوع کیا]

پس سالک کو چاہیے کہ اپنے مرشد اور پیر بھائیوں ہی سے مصاحبت رکھے کہ وہی اس

آیت کا مصداق ہوتے ہیں۔

اخوت کے آداب:۔ سالکین کو چاہیے کہ اخوت کے آداب کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور اپنا رہن سہن اس کے مطابق بنائیں۔ چند آداب درج ذیل ہیں۔

1)۔۔۔ محبت و مودت میں اپنے بھائیوں پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے "جب بھی دو آدمیوں نے اللہ کی خاطر محبت کی تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کو محبوب تر وہ ہے جو اپنے بھائی سے زیادہ محبت کرے۔" دوسری روایت میں ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی خاطر اخوت قائم کرنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کو محبوب تر وہ ہے جو اپنے بھائی کیلئے زیادہ نرم ہو۔"

"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا:

"واخفض جناحک للمومنین" (الحجر: آیت 88)

[اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے]

اور صحابہ کرامؓ کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"رحماء بینھم" (الفتح: آیت 29)

[ایک دوسرے کے ساتھ نرم تھے]

کسی شاعر نے مومن کامل کے متعلق کہا

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مومن کا ایک وصف بتایا گیا "اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین" (المائدہ: آیت 54) [مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر سخت ہوں گے وہ کافروں پر]

ایک اور جگہ فرمایا گیا

"وتواصوا بالصبر و تواصوا بالمرحمۃ" (البلد: آیت 17) [اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو رحم کھانے کی وصیت کرتے رہے]

حدیث پاک میں ہے "ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"

[تم زمین والوں پر رحم کرو! آسمان والا تم پر رحم کرے گا]

2۔۔۔۔اپنے بھائیوں کی علائق روانی میں کوشاں رہیں۔ روز محشر بعض لوگ کہیں گے۔
"فما لنا من شافعین و لا صدیق حمیم" (الشعراء: آیت 100-101)
[پھر کوئی نہیں ہماری سفارش کرنے والا اور نہ کوئی دوست محبت کرنے والا]
اس آیت میں حمیم کے معنی ہیں ھمیم۔ یعنی ھاء کو قرب کے باعث حاء سے بدل دیا۔ یہ اہتمام سے ماخوذ ہے۔ یعنی "مہتم باموره" [اس کے معاملات کا اہتمام کرنے والا] اس سے معلوم ہوا کہ صدیق (دوست) وہی ہے جو تیرے امور کا اہتمام کرے۔ سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ "جب ان کا ایک بھائی فوت ہوتا تو ان کے اہل و عیال کی چالیس چالیس برس تک خدمت کرتے اور انھیں صرف چہرہ غائب ہونے کی ہی تکلیف ہوتی تھی۔"
سیرت سلف سے اخوت فی اللہ کے حقوق کے بارے میں واقعہ منقول ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی کے گھر میں آتا ہے اور اس بھائی کو معلوم بھی نہیں۔ وہ اس کے گھر والوں سے پوچھتا ہے "تمہارے پاس آٹا ہے، گھی ہے، تمہیں فلاں چیز کی ضرورت ہے۔" اگر وہ جواب دیں کہ ہمارے پاس فلاں فلاں چیز نہیں تو وہ یہ تمام چیزیں خرید کر انھیں لا دیتا یعنی وہ اپنے اہل و عیال اور اپنے بھائی کے اہل و عیال میں فرق نہ رکھتا۔ اپنے بھائی کا بوجھ بھی خوشی خوشی اٹھاتا اور بتاتے ہیں کہ جب بھائی سے ملاقات ہوتی تو اس مدد کا ذکر تک نہ کرتا۔
روایت ہے کہ حضرت مسروقؒ نے کافی قرض لے رکھا تھا اور ان کے دوست حضرت خیثمہؒ پر بھی قرض تھا۔ چنانچہ حضرت مسروقؒ نے حضرت خیثمہؒ کا قرض ادا کر دیا اور انھیں معلوم نہ تھا جبکہ حضرت خیثمہؒ نے حضرت مسروقؒ کا قرض ادا کر دیا اور انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ کون ادا کر گیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے ہل میں جتے ہوئے دو بیلوں کو دیکھا کہ ایک بیل رک کر بدن کھجلانے لگا تو دوسرا بیل بھی رک گیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ یہ دیکھ کر رو پڑے۔ فرمایا کہ اگر حیوان ایک دوسرے کی اتنی رعایت کرتے ہیں تو دو بھائیوں کو ایک دوسرے کی کتنی رعایت کرنی چاہیے۔
3۔۔۔۔کسی غلطی کے ارتکاب پر اپنے بھائی کو رسوا نہ کرے بلکہ مناسب طریقے سے اصلاح کی کوشش کرے۔ حضرت ابو الدرداءؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک نوجوان ان کی مجلس پر چھا

گیا تھی کہ حضرت ابو الدرداءؓ اس کی نیکو کاری کی بناء پر اس سے محبت کرنے لگے۔ اچانک یہ نوجوان کوئی کبیرہ گناہ کر بیٹھا۔ بعض حاسدین اسے حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس لے آئے اور کہا کہ کاش آپ اسے دور کر دیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہم ایک چیز کی وجہ سے اپنے دوست کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیغمبر علیہ السلام کو اپنے اہل کے بارے میں یہی حکم دیا۔

فان عصوک فقل انی بریء مما تعملون (الشعراء: آیت 216)

[پھر اگر تیری نافرمانی کریں۔ تو کہہ دے میں الگ ہوں تمہارے کام سے]

اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ "میں تم سے نسبی طور پر بھی بیزار ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے مواخات کر رکھی تھی وہ غیر ملک چلے گئے تو غفلت میں پڑ گئے۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ نے ان کی طرف ایک مکتوب لکھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم۔ غافر الذنب و قابل التوب" (المومن: آیت 1، 2، 3)

"[یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے]

یہ لکھنے کے بعد اسے برے فعل پر ندامت دلائی۔ جب اس نے مکتوب پڑھا تو کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور حضرت عمرؓ نے مجھے اچھی نصیحت کی۔" پھر وہ توبہ تائب ہو کر نیک ہو گیا۔ اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل پیرا نہ ہونا سخت دلی اور کذب حال کی علامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کاذبین کے متعلق فرمایا:

"ولکن لا تحبون النصحین" (الاعراف: آیت 79)

[اور لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے]

4۔۔۔۔ اپنے بھائی کے عیوب اور اس کی لغزشوں کی پردہ داری کرے۔ حدیث پاک میں ہے "ایسے برے پڑوسی سے اللہ کی پناہ مانگو کہ اگر وہ نیکی دیکھے تو اسے چھپا دے اور اگر برائی دیکھے تو اسے ظاہر کر دے"۔

وصف عدالت میں امام شافعیؒ کا قول علماء نے بہت پسند کیا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم نے

امام شافعیؒ کو یہ فرماتے سنا۔

"ہر آدمی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کرتا رہے اور نافرمانی نہ کرے اور ہر آدمی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہے اور اطاعت نہ کرے۔ اب جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے بڑھ گئیں تو یہ عدل ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا "جب تمہارا بھائی سو رہا ہو اور اس کا کپڑا اس سے کھل جائے تو تم کیا کرتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا "ہم اسے ڈھانپ دیتے ہیں اور پردہ کرتے ہیں۔" فرمایا "بلکہ تم اس کا پردہ کھولتے ہو۔" انہوں نے عرض کیا "سبحان اللہ یہ کون کرے گا" فرمایا "تم میں سے ایک آدمی اپنے بھائی کے بارے میں ایک بات سنتا ہے تو اس میں اضافہ کر کے اسے پھیلاتا ہے" (وہ پردہ کھولنے والا ہوا۔)

ایک حدیث پاک میں ہے جو شخص دنیا میں اپنے بھائیوں کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

15۔ کسی معاملے میں اپنے بھائی کا راز نہ کھولے۔ حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے کو کہا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ آپ کو دوسروں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اس لئے تین باتوں کا خیال رکھنا۔ ان کا کوئی راز نہ کھولنا، ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا اور انہیں تمہارے جھوٹ کا تجربہ نہیں ہونا چاہیے۔" امام شعبیؒ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا یہ کلمہ ہزار کلمات سے بہتر ہے۔ حفاظت راز کے بارے میں عبداللہ بن معتزؒ کا شعر مشہور ہے۔

ومستودعي سراً تبوأت کتمه فاودعته صدري فصار له قبراً

"اور میری جانب حفاظت راز ہے اس کا افشاء ہی اطاعت کر لیا۔ چنانچہ میں نے سینہ کو یہ امانت دی اور وہ اس کی قبر بن گیا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

"مومن مومن کا بھائی ہے نہ وہ اسے تنہا کرتا ہے نہ ہی شرمندہ کرتا ہے۔"

16۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعا کرتا رہے۔ حدیث پاک میں ہے "آدمی کی اپنے بھائی کے معاملے میں وہ دعا قبول ہوتی ہے جو اپنے بارے میں قبول نہیں ہوتی۔" ایک

حدیث میں آتا ہے۔ "بھائی کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا رد نہیں ہوتی اور فرشتہ کہتا ہے
ولک مثل ھذا (اور تجھے بھی اسی قدر ملے) حضرت ابو الدرداءؓ فرمایا کرتے تھے۔ "میں سجدہ
میں اپنے چالیس بھائیوں کیلئے دعا کرتا ہوں اور ان کے نام لیا کرتا ہوں۔" ایک بزرگ فرمایا
کرتے تھے:

"ہمارے بڑوں کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی ہیں۔"

7۔۔۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی وفات کے بعد اس کیلئے دعا کرے۔ کیا خبر اس کی دعا
قبول ہو جائے اور حسن نیت کی وجہ سے مردے کی بخشش ہو جائے۔ حدیث پاک میں ہے۔ "قبر
میں مردے کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ڈوبنے والا ہر چیز سے لپٹ لپٹ جاتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے یا والد
یا بھائی کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندوں کی دعاؤں سے مردوں کی قبروں پر پہاڑوں کے برابر
انوارات آتے ہیں۔ کہا کرتے ہیں "جیسے دنیا میں زندوں کیلئے تحائف ہوتے ہیں۔ مردوں کیلئے
دعائیں بمنزلہ ان تحائف کے ہیں۔" سلف صالحین اپنے بھائیوں کو اپنی وفات کے بعد دعائیں
کرنے کی وصیت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے "غریب وہ نہیں جس کے پاس مال نہ
ہو بلکہ غریب وہ ہے جس کا کوئی حبیب نہ ہو۔" اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کتنی اچھی اور
خوبصورت دعا سکھلائی۔

"ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان" (الحشر: آیت 10)

[اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان ایمان والے بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا
چکے ہیں]

8۔۔۔ سالک کیلئے ضروری ہے کہ اپنے بھائی کیلئے دسترخوان کو وسیع رکھے اور "انما
نطعمکم لوجہ اللہ" (الدھر: آیت 9) [بیشک ہم آپ کو اللہ کیلئے کھلاتے ہیں] پر عمل پیرا
ہو۔ محمد بن واسعؒ ایک مرتبہ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے
عمدہ عمدہ مرغوب چیزیں دسترخوان پر رکھیں مگر ہمراہ کھانے کی بجائے فقط پاس بیٹھے گفتگو کرتے رہے
اور فرمایا "میں نے یہ چیزیں تمہارے لئے چھپا رکھی تھیں۔" محمد بن واسع نے کہا "آپ ہمیں
مرغوب چیزیں کھلاتے ہیں اور آپ خود نہیں کھاتے۔" فرمایا "میں انہیں نہیں کھاؤں گا۔ میں

انہیں چھوڑ جاتا اور تمہارے سامنے اس لئے رکھتا ہوں کہ میں جانتا ہوں تم یہ چیزیں چاہتے ہو۔"

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اپنے بھائیوں کے آنے پر عمدہ شہد اور ساحلی بستیوں سے منوبز، بادام اور بندق کا پھل توڑ کر لاتے اور فرماتے "کھاؤ"۔ وہ عرض کرتے "کاش آپ یہ کام چھوڑ دیتے اور اپنی نماز پڑھتے رہتے۔" وہ فرماتے "یہ میرے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔"

شریعت نے تو اپنے صدیق کے گھر سے بغیر اذن کھانا کھانے کی بھی اجازت دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بریرہؓ پر صدقہ کیا ہوا گوشت کھایا اور وہ موجود نہ تھیں۔ اس لئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا ایسا کرنا حضرت بریرہؓ کیلئے مسرت کا باعث ہوگا۔

ہاشم اوقصؒ نے دیکھا کہ حضرت حسن بصریؒ ایک سبزی فروش کی دکان پر بیٹھے اس ٹوکری سے یہ چیز اور اس ٹوکری سے وہ چیز کھا رہے ہیں تو کہا "اے ابو سعیدؒ! آپ ایک آدمی کا مال بغیر اس کی اجازت کے کیوں کھا رہے ہیں۔" فرمایا "اے لڑکے کھانے کی آیت پڑھنا۔ وہ خاموش رہے تو حضرت حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی "و لا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم" سے لے کر "او صدیقکم" (النور: آیت 61) تک پڑھی۔

بعض سلف کا یہ حال تھا کہ اچانک مہمان آگئے گھر میں کھانے کو نہ تھا۔ اپنے بھائی کے گھر گئے اور وہاں سے روٹیاں اور ہنڈیا کی ہوئی اٹھا لائے اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ جب وہ بھائی ملتا تو اس کام کو مستحسن سمجھتا اور کہا کرتا کہ اگر دوبارہ مہمان آئیں تو ایسا ہی کیجئے گا۔

حضرت محمد بن واسعؒ اور فرقد سنجیؒ کے اصحاب ان کے گھر میں آتے اور صاحب خانہ سے اجازت لئے بغیر ہی کھا لیا کرتے وہ فرمایا کرتے۔

"تم نے مجھے سلف صالحین کا اخلاق یاد دلا دیا۔ ہم اسی طرح تھے۔"

مالک بن دینارؒ اور محمد بن واسعؒ دونوں حضرت حسن بصریؒ کے گھر میں تشریف لائے۔ حضرت حسنؒ موجود نہ تھے محمد بن واسعؒ نے چارپائی کے نیچے سے کھانے کی ٹوکری نکالی اور کھانا کھانے لگے حضرت حسن بصری تشریف لائے تو فرمایا:

"دور صحابہ میں ہم ایسے ہی تھے ہم ایک دوسرے سے تنفر نہیں کیا کرتے تھے۔"

سلف صالحین اپنے مسلمان بھائیوں سے اختلاط رکھتے، مل کر کھاتے کھلاتے، بازاروں میں

چاہئے۔ ضروریات کی چیزیں خود خرید لاتے اور سامان خود اٹھا لیتے۔ صحابہؓ و تابعینؒ کی یہی سیرت تھی۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر والوں کیلئے اپنی پیٹھ پر خوراک (غلہ وغیرہ) بوری اٹھا لیتے۔ حضرت علیؓ اپنے کپڑے اور ہاتھ میں کھجور اور نمک اٹھا لاتے اور فرمایا کرتے۔

لا ینقص الکامل من کمالہ ماجر من نفع الی عیالہ

کامل اس وجہ سے ناقص نہیں ہو جاتا کہ اس نے اہل و عیال کے نفع کیلئے مشقت اٹھائی۔

حضرت ابیؓ بن کعبؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ کا یہی طریقہ تھا۔ یہ لکڑیاں خود لاتے۔ اپنے کاندھوں پر آٹے کی بوریاں اٹھا لاتے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ ایک چیز خریدتے تو خود اٹھا لیتے آپ کا صحابیؓ عرض کرتا ”یہ مجھے دیجئے میں اٹھا لیتا ہوں۔“ آپ فرماتے ”چیز کا مالک اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔“ نبی اکرم ﷺ بعض اوقات بکری کا دودھ دوہتے، اہل خانہ کے ہمراہ روٹیاں پکانے میں مدد کرتے، گھر میں جھاڑو دیتے حالانکہ آپ پر خشیت الٰہی اور محبت الٰہی کا غلبہ رہا کرتا تھا۔ (اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو سالکین ذکر و اذکار اور وظائف و اوراد میں لگ کر گھر کے کام کاج سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور اسے زہد و تقویٰ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے ”میں اپنے بھائیوں کو جمع کر کے انہیں کھانا کھلاؤں یہ بات مجھے ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔“

حضرت ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے تھے ”اگر میں ساری دنیا کا مالک بن جاؤں اور ساری دنیا کا نوالہ بنا کر اپنے بھائی کے منہ میں دے دوں تو بھی اسے کم سمجھوں گا۔ ایک مرتبہ فرمایا ”میں اپنے ایک بھائی کو نوالہ کھلاتا ہوں تو اس کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں۔“

9)۔۔۔۔۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی دل آزاری ہرگز نہ کرے۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنیؒ پھلوں کا چھلکا اپنے صحن میں رکھا کرتے تھے تاکہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے گھر مہمان بن کر ٹھہرے۔ حضرت نے کھانے کیلئے پھل پیش کئے۔ فراغت پر مہمان نے کہا کہ حضرت میں چھلکے باہر پھینک رہا ہوں۔ فرمایا کہ آپ چھلکے ایک ہی جگہ باہر پھینک دیں گے۔ ہمسائے کے بچے دیکھیں گے تو ان کے دل میں پھل کھانے کی خواہش پیدا

ہوئی۔ جب ان بچوں کو گھر میں پھل کھانے کو نہ ملے گا تو ان کی دل آزاری ہوگی۔ اس نے کہا کہ حضرت آپ کیسے پھینکیں گے فرمایا ان چھلکوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک اس جگہ، دوسرا دوسری جگہ اس طرح فاصلے فاصلے سے چھلکے پھینکوں گا کہ دیکھ کر اندازہ ہی نہ ہو گا کہ یہاں کسی نے پھل کھائے ہیں۔

پس مسلمان بھائی کی دل آزاری سے بچنا چاہیے اور اس کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت مجاہدؒ کو وصیت کی:

"جب تیرا بھائی تجھ سے غائب ہو تو اس کا ذکر اسی طرح کر جیسے کہ اگر تو اس سے غائب ہو تو اپنا ذکر ہونا پسند کرتا اور جیسے تو چاہتا ہے کہ تجھے معاف کر دیا جائے اس طرح اسے بھی معاف کر۔"

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے "میں نے غیر حاضری میں جب بھی کسی بھائی کا ذکر کیا تو یہ فرض کر لیا کہ وہ یہیں بیٹھا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے بارے میں وہی کہا جو وہ اپنی موجودگی میں سننا پسند کرتا ہے۔" ایک دوسرے کے ساتھ نزاع کی کیفیت پیدا نہ ہونے دی جائے۔ ابو اسامہ باہلیؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم جھگڑ رہے تھے۔ آپؐ غضبناک ہوئے اور فرمایا "نزاع کرنا چھوڑ دو، اس لئے کہ اس میں بھلائی کم ہے۔ نزاع چھوڑ دو اس لئے کہ اس کا فائدہ کم ہے اور یہ بھائیوں کے درمیان عداوت بھڑکاتا ہے۔"

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیرؒ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں یمن میں تھا اور میرا ایک پڑوسی یہودی تھا۔ وہ مجھے تورات کی باتیں بتایا کرتا۔ ایک دن میں نے اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر ایک نبیؐ مبعوث فرمایا۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر تورات کی تصدیق کرنے والی کتاب بھیجی۔ یہودی نے کہا:

"تم نے سچ کہا مگر تم پر جو نازل ہوا اس کی تم لوگ تاب نہیں رکھتے۔ ہم اس نبیؐ کی اور اس کی امت کی صفات تورات میں پاتے ہیں کہ کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ علم رکھتا ہو اور گھر کی چوکھٹ سے نکلے تو اس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے خلاف ناراضگی ہو۔"

سلف صالحین کا قول ہے کہ شیطان جس قدر اللہ تعالیٰ کی خاطر موافقت قائم کرنے والوں سے جلتا اور حسد کرتا ہے اس قدر وہ نیکی میں تعاون کرنے والوں کے درمیان تفریق پیدا نہیں کرتا۔

اس کا صرف یہی کام ہے اور وہ دوسرے کاموں سے فارغ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطن ینزغ بینھم"

(بنی اسرائیل: آیت 53)

[اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات وہی کہیں جو بہتر ہو شیطان جھگڑوا تا ہے آپس میں]

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"من بعد ان نزغ الشیطن بینی و بین اخوتی" (یوسف: آیت 100)

[بعد اس کے کہ جھگڑا اٹھا دیا شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان]

سالک کو چاہیے کہ اپنے دینی بھائی کو نصیحت کرے مگر فضیحت سے بچے۔ نصیحت کہتے ہیں تنہائی میں اچھی بات سمجھانے کو اور فضیحت کہتے ہیں لوگوں میں بیٹھ کر غلطیوں کی نشاندہی کرنے کو تاکہ بھائی شرمندہ ہو۔ اسی طرح عتاب کرے مگر توبیخ سے بچے۔ عتاب کہتے ہیں خلوت میں ناراض ہونے کو اور توبیخ کہتے ہیں لوگوں کے سامنے ناراض ہونے کو۔

اسی طرح مدارات کرے مگر مداہنت سے بچے۔ مدارات کہتے ہیں کہ اللہ کی رضا کیلئے بھائی کا قرض ادا کر دیا وغیرہ اور مداہنت کہتے ہیں کہ تو کسی کام کے ذریعے دینا چاہے اور نفسانی مزے کیلئے ایک کام کرے۔

اسی طرح غبطہ کرے مگر حسد سے بچے۔ غبطہ (رشک) کہتے ہیں کہ جو انعام تو بھائی پر دیکھے وہ اپنے لئے بھی چاہے۔ یہ نہ چاہے کہ بھائی کا انعام ختم ہو۔ حسد یہ ہے کہ جو انعام بھائی کے پاس ہے وہ لینا چاہے جبکہ وہ انعام بھائی کے پاس نہ رہے۔

اسی طرح فراست پر اعتماد کرے مگر بدظنی سے بچے۔ فراست کہتے ہیں کہ اپنے وجدان باطنی کے ذریعے بھائی کی برائی کا اندازہ کر لینا اور بدظنی کہتے ہیں کہ اپنے خبث باطن کی وجہ سے بھائی کو برا سمجھنا یہ بدظنی حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

"ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے دشمنی و اختلاف نہ رکھو۔ باہم

حسد نہ کرو۔ تدبر نہ کرو باہم قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

حقیقی دوستی کی علامت یہ ہے کہ اگر باہم دو بھائیوں میں کسی وجہ سے تفریق بھی ہو جائے تو اختلاف ہو جانے پر بھی خوش روئی اور حسن خلق کا مظاہرہ کرے۔ بقول شاعر

ان الكريم اذا تقضى وده ... يخفي القبيح و يظهر الاحسانا

و ترى اللئيم اذا تصرم حبله ... يخفي الجميل و يظهر البهتانا

[شریف آدمی جب محبت ختم کرتا ہے تو برائی چھپاتا اور نیکی ظاہر کرتا ہے۔ اور کمینے آدمی کی جب دوستی ٹوٹتی ہے تو اچھائی چھپاتا اور بہتان ظاہر کرتا ہے]

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ دعا مانگی تو درج ذیل الفاظ سے دعا کی "یا من اظهر الجميل وستر القبيح ولم يواخذ بالجريرة ولم يهتك الستر"

[اے وہ ذات جس نے اچھائی ظاہر کی اور برائی پر پردہ ڈال دیا اور گناہ پر مواخذہ نہیں کیا اور پردہ دری نہیں کی]

ان مندرجہ بالا صفات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہی تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ کہلاتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ یہ دعا اکثر مانگا کرے۔

"ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤف رحيم" (الحشر آیت 10)

[اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔]

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ ایک صحابیؓ سامنے سے آئے۔ ابھی وہ دور ہی تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "جنتی آ رہا ہے۔" پھر کچھ دن کے بعد اسی طرح ہوا۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا "جنتی آ رہا ہے"۔ ایک دوسرے صحابیؓ یہ سن کر رشک کرنے لگے۔ دل میں سوچا کہ کسی طرح اس بھائی کا خاص عمل دیکھوں جس کی وجہ سے انہیں جنت کی بشارت نصیب ہوئی۔ پس وہ تین دن کیلئے اس بھائی کے گھر مہمان بن کر وارد ہوئے۔ دن رات اپنے بھائی کے اعمال کو ملاحظہ کیا کوئی خاص بات نظر نہ آئی جو امتیازی حیثیت رکھتی ہو۔ تیسرے دن اس بھائی سے پوچھ لیا کہ آپ کونسا ایسا عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو نبی اکرم ﷺ

سے جنت کی بشارت دی۔ انہوں نے کہا کوئی خاص عمل تو نہیں البتہ رات جب میں سونے لگتا ہوں تو اپنے مسلمان بھائیوں کی طرف سے دل کو صاف کر لیتا ہوں۔ شاید یہ عمل بے کینہ اللہ تعالیٰ کو ایسا پسند آیا ہو کہ دنیا میں جنت کی بشارت نصیب ہوئی۔

مواخات کو قائم و دائم رکھنے کیلئے دو صفات مرکزی حیثیت رکھتی ہیں ایک تواضع دوسری ایثار۔ حدیث پاک میں آتا ہے "من تواضع للہ رفعہ اللہ" [جس نے اللہ کیلئے تواضع کی اسے اللہ نے بلندی دی]

ـ زمین کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسماں ہو کر

ایک بزرگ اپنے متوسلین سے فرمایا کرتے تھے:

"ایک کتے نے اصحاب کہف کا ساتھ دیا تو اس کتے کے ساتھ جنت کا وعدہ ہوا اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہوا۔ تم اپنے احباب کو اصحاب کہف کی مانند سمجھا کرو اور اپنے آپ کو ان کا کتا تصور کیا کرو۔ پس تمہیں بھی اپنے احباب کی وجہ سے جنت میں داخلہ نصیب ہو گا"

حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ اپنے مریدین سے فرمایا کرتے کہ فقیرو! دیکھو سر اونچا ہے جب بھی کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو سر پہ جوتے لگتے ہیں۔ پاؤں نیچے ہیں لہٰذا جب بھی عزت ملتی ہے تو لوگ پاؤں پکڑتے ہیں اور منت سماجت کر کے مناتے ہیں۔ پس تم غرور و تکبر سے بچو۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے دینی بھائی کیلئے اس طرح بچھ جائے کہ اگر وہ سینے پہ پاؤں رکھ کر بھی گزر جائے تو یہ برا نہ مانے۔

ایک بزرگ تواضع کی فضیلت یوں بیان فرمایا کرتے تھے:

"انسان سجدے کی حالت میں اپنی پیشانی کو زمین پہ ٹکا رہا ہے یہ جھکنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ فرمایا انسان جتنا میرے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے اتنا کسی دوسری حالت میں نہیں ہو تا"

دوسروں کو اپنے سے بہتر اور افضل تصور کرنا تواضع کی علامت ہے۔ سالک اپنے سے عمر میں بڑوں کا اس لئے ادب کرے کہ ان کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں اور اپنے سے چھوٹوں پر اس لئے شفقت کرے کہ ان کے گناہ مجھ سے کم ہیں۔

ایک مرتبہ چند سالکین اپنے شیخ کی خانقاہ میں حاضری کیلئے پیدل جا رہے تھے۔ ایک آدمی نے انکو دیکھا تو سوچا کہ چلو ان میں سے جو بھی بڑا بزرگ ہوگا اس سے دعا کرواؤنگا چنانچہ پہلے سے مصافحہ کیا اور کہا کہ آپ بزرگ ہیں میرے لئے دعا کریں۔ وہ کہنے لگے میں تو خادم ہوں بزرگ تو وہ ہیں جو میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے دوسرے سے دعا کیلئے کہا اس نے بھی وہی جواب دیا کہ میں تو غلام ہوں بزرگ تو وہ ہیں جو میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ کرتے کرتے سب گزر گئے۔ جب آخری صاحب گزرنے لگے تو اس شخص نے ان سے دعاؤں کی گزارش کی کہ آپ بزرگ ہیں میرے لئے دعا کریں۔ وہ فرمانے لگے ارے میں تو غلام ہوں بزرگ تو وہ تھے جو آگے گزر گئے۔ اللہ اکبر۔ گویا سب نے دوسروں کو اپنے سے افضل و اعلیٰ سمجھا تھا۔

ایثار کہتے ہیں کہ اپنی ضرورت کے باوجود اپنے بھائی کو اپنے آپ پر ترجیح دینا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی خاص صفت بتائی گئی۔ "ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ" (الحشر آیت 9) [وہ انکو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ خود اس کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں] ایک صحابیؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ مہمان گھر آئے تو دسترخوان بچھا کر چراغ بجھا دیا خود خالی منہ ہلاتے رہے تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھا لے۔

شیخ ابو الحسن انطاکیؒ کے پاس شہر "رے" میں 30 سالکین جمع ہوئے۔ پانچ آدمیوں کا کھانا تھا خادم نے دسترخوان پر کھانا چن دیا اور بہانے سے چراغ بجھا دیا۔ سب سالکین اندھیرے میں اس طرح اپنے ہاتھ کھانے اور منہ کی طرف بڑھاتے رہے جیسے خوب مزے مزے سے کھانا کھا رہے ہوں۔ بعض اپنا منہ اس طرح چلاتے رہے جیسے کھانا چبا چبا کر کھا رہے ہوں۔ کافی دیر کے بعد وہ دسترخوان سے اٹھ گئے۔ سالکین کے چلے جانے کے بعد جب چراغ روشن کیا گیا تو خادم نے دیکھا کہ کھانا بچا ہوا ہے ہر کسی نے کم کھایا تاکہ میرا دوسرا بھائی کھانا کھا لے۔ یہی اخلاق صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں۔ ایک بکری کا سر سات گھروں سے ہوتا ہوا پھر پہلے گھر پہنچ گیا۔

سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے تین دن پانی سے سحری و افطاری کی مگر اپنا کھانا سائلین کو دے دیا چنانچہ آیت نازل ہوئی۔ "ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا" (الدھر آیت 8)

[اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں]

حضرت حذیفہؓ سے جنگ یرموک میں ایک زخمی مجاہد نے پانی مانگا تو دوسری طرف سے حضرت ہشام بن العاص نے آہ کی۔ اس مجاہد نے اپنا منہ بند کر لیا اور دوسرے کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے اسے پانی پلائیں۔ جب دوسرے کو پلانے لگے تو تیسری طرف سے آواز آئی۔ دوسرے نے تیسرے کے پاس بھیج دیا۔ پانی پلانے والے جب وہاں پہنچے تو وہ فوت ہو گئے۔ جب دوسرے کی طرف لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ بھی فوت ہو گئے جب پہلے کی طرف آئے تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ انسانی تاریخ میں ان مجاہدین نے ایثار کا ایک نیا باب رقم کیا کہ عین جان کنی کے عالم میں خود پانی نہ پیا اور دوسرے کی طرف بھیجا خود پیاس کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

ایک مرتبہ حکومت وقت نے شیخ ابو الحسن نوریؒ، شحامؒ اور رقامؒ کو گرفتار کیا تاکہ قتل کر دیا جائے۔ جب سر اڑانے لگے تو شیخ ابو الحسن نوریؒ پہلے جلدی کی طرف بڑھے تاکہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ پوچھا گیا کہ پہل کیوں کی؟ فرمایا اسلئے کہ میرے بھائی چند لمحے اور جی لیں۔ سبحان اللہ مواخات کے پودے کی آبیاری ایثار کے پانی سے کرتے رہیں تو یہ ایسا درخت بن جاتا ہے۔

"اصلھا ثابت و فرعھا في السماء" (ابراہیم: آیت 24)

[جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں جا رہی ہوں]

اسلام نے تو تھوڑی دیر کی مصاحبت اختیار کرنے والوں کے ساتھ بھی ایثار کا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی ہے پھر بھائیوں اور عزیز و اقارب کا تو کیا کہنا۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک آدمی نے راستہ میں آپؐ کی مصاحبت اختیار کی۔ جب ایک جنگل میں پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے پیلو کی دو مسواکیں توڑیں ان میں سے ایک ٹیڑھی تھی دوسری سیدھی۔ آپ نے ٹیڑھی خود لے لی اور سیدھی اپنے ساتھی کو دے دی۔ اس آدمی نے عرض کیا "آپ مجھ سے زیادہ سیدھی (مسواک) کے حقدار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو آدمی بھی کسی کی مصاحبت کرتا ہے چاہے دن کی ایک گھڑی کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے

مصاحبت کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا اس میں اللہ عزوجل کا حق ادا کیا یا نہیں۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھ پر تیرا ایسا حق ہو جو میں نے ادا نہ کیا ہو۔"

اخوت فی اللہ، محبت فی اللہ اور حسن مصاحبت دراصل سلف صالحین کے طریق تھے۔ آج یہ ناپید ہو گئے ان کے تذکرے رہ گئے۔ جو ان پر عمل کرے اس نے انہیں زندہ کیا اور جس نے انہیں زندہ کیا اسے بعد میں عمل کرنے والوں جیسا اجر ملے گا۔ جس سالک کو نیک مخلص بھائی مل جائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کے پروردگار ہے۔

نوٹ:۔ اخوت اسلامی کے تحت دیئے گئے اکثر واقعات شیخ ابو طالب مکی کی کتاب "قوت القلوب" سے اخذ کئے گئے ہیں۔

باب 13

سوالات و جوابات

سوال نمبر1:- شیخ کو مریدوں پر تنقید کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے باوجود مریدوں کی محبت کیوں ملتی ہے۔

جواب:- ڈاکٹر علاج معالجہ کے لئے جگہ جگہ نشتر لگاتا ہے مگر شفاء حاصل ہونے کے بعد لوگ دعائیں دیتے ہیں۔

سوال نمبر2:- پیر سے محبت رکھنے کے بارے میں شریعت کی کوئی دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ یا نہیں؟

جواب:- ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا "تو کس کو دوست رکھتا ہے؟" عرض کیا کہ آپ ﷺ کو۔" آپ ﷺ نے پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ؟" عرض کیا "جی ہاں! اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہم بت پرست ہوتے۔"

سوال نمبر3:- آج کل کامل پیر کے نااہل بیٹے کو بھی پیر سمجھا جاتا ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب:- جس طرح ڈاکٹر کے بیٹے کو ڈاکٹر ماننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا، جب تک وہ باقاعدہ ڈاکٹری کا علم حاصل نہ کرے۔ اسی طرح پیر کا بیٹا پیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ باقاعدہ نسبت اخذ نہ کرے۔ ہاں اگر نسبت اخذ کرے تو پیر کا بیٹا "نور علیٰ نور" ہوتا ہے۔ اسی سے ہی بیعت کی تجدید کرنا افضل ہے۔

سوال نمبر4:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر کامل نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، یقین پکا ہونا چاہئے۔

جواب:- جس طرح ایک قیدی دوسرے قیدی کو نہیں چھڑا سکتا، ایک سویا ہوا دوسرے سوئے ہوئے کو نہیں جگا سکتا یا ایک اندھا دوسرے اندھے کو راستہ نہیں دکھا سکتا اسی طرح ایک غافل دوسرے غافل کو بیدار نہیں بنا سکتا۔ جب پیر ہی کامل نہیں تو مرید کامل کیسے بنے گا۔

سوال نمبر5:- جب قرآن وحدیث موجود ہیں تو پیر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ انسان اپنی اصلاح خود کیوں نہیں کر سکتا؟

جواب:- صحابہ کرامؓ نے قرآن اترتے ہوئے دیکھا، صاحب قرآن کو دیکھا، نبیؐ کے فرمان کو اپنے کانوں سے سنا۔ مگر اپنا تزکیہ خود نہ کر سکے بلکہ نبی علیہ السلام نے ان کا تزکیہ کیا۔ قرآن پاک میں "ویزکیھم" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مزکی کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو اس گئے گزرے دور میں بھلا ہم اپنی اصلاح خود کیسے کر سکتے ہیں؟ جس طرح درخت کو اپنے پھل بوجھل محسوس نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو بھی اپنے عیوب برے محسوس نہیں ہوتے۔ شیخ کے بغیر تزکیہ حاصل کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک آدمی کہے کہ میں بیمار تو ہوں مگر میڈیکل کی کتابیں موجود ہیں خود پڑھ کر اپنا علاج کر لوں گا۔ کیا اسے عقلمند کہا جائے گا؟

سوال نمبر6:- بعض سالکین اپنے اوپر مباحات کا دائرہ تنگ کر لیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

جواب:- مباحات میں وسعت اس لئے نہیں کہ ہر شخص ہر مباح کو استعمال ہی کرے بلکہ کیا معلوم کس کو کس وقت کس چیز کی ضرورت پیش آجائے۔ اسی لئے بعض مشائخ تمباکو کھانا پینا تو بڑی دور کی بات ہے پان کھانے اور چائے پینے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔

سوال نمبر7:- بعض اوقات سالکین پر کبھی عجیب کیفیات ہوتی ہیں اور کبھی کچھ بھی نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:- سالک کی مثال درخت کی سی ہوتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے درخت پر کونپلیں پھوٹتی ہیں تو نئے نئے پتے نکلتے ہیں پھر نئے پتے نکلنا بند ہو جاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ درخت کی ترقی رک گئی بلکہ اس وقت درخت اپنے تنے شاخیں مضبوط کر رہا ہوتا ہے۔ یہی معاملہ سالک کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال نمبر8 :۔ سالک کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ اس کا مشرب کیا ہے؟

جواب :۔ سالک جس نبیؑ کے زیر قدم ہو، اس نبی علیہ السلام کی صفات کا پرتو سالک کی شخصیت پر واضح نظر آتا ہے۔ جو موسوی المشرب ہوگا اسے کلام الٰہی سے شغف زیادہ ہوگا ابراہیمی المشرب کو توکل علی اللہ اور مہمان نوازی میں خصوصیت نصیب ہوگی۔ عیسوی المشرب کی زندگی میں زہد فی الدنیا غالب ہوگا اس میں سلبی قوت بہت زیادہ ہوگی محمدی المشرب کو اتباع سنت اور اخلاق محمدیہ سے شغف زیادہ ہوگا۔

سوال نمبر9 :۔ اگر اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو دوسرے شیخ سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب :۔ فیض تو رہتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ ناقص کو کامل بنا سکے۔

سوال نمبر10 :۔ کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کرے اور مرید کا اعتقاد سالم رہے تو بیعت قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب :۔ شیخ ناراض ہو جائے مگر مرید کا اعتقاد باقی و قائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے۔ غزوہ تبوک میں حضور ﷺ حضرت کعب بن مالکؓ سے منقبض ہو گئے تھے مگر ان کا اعتقاد درست رہا لہٰذا کامیابی ہوئی۔

سوال نمبر11 :۔ اگر کسی مرید کا اعتقاد پیر کے بارے میں جاتا رہے اور شیخ بیعت واپس نہ کرے تو بیعت رہتی ہے یا نہیں؟

جواب :۔ بیعت ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پاس رہنے کی بیعت کی مگر بخار ہوا۔ اور وہ بغیر اجازت چلا گیا تو نبیؐ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کرتا ہے۔

سوال نمبر12 :۔ پیر کا مرید سے تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

جواب :۔ وہی ہونا چاہیے جو سیدنا صدیق اکبرؓ کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے تھا۔ ایک مرتبہ

نبی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ جواب میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔ (1) آپؐ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا (2) آپؐ پر اپنا مال خرچ کرنا (3) میری بیٹی آپؐ کے نکاح میں ہے۔ سوچئے ان تینوں کا مرکز و محور ایک ہی ذات تھی۔ پس مرید کو اپنے شیخ سے ایسا ہی رابطہ تعلق ہونا چاہئے۔

سوال نمبر13:- سلوک میں ذکر ہی سے فائدہ ہوتا ہے یا کسی اور چیز سے بھی؟

جواب:- سالک کو ابتدا میں ذکر سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر ایک وہ وقت آتا ہے کہ ذکر خواہ نفی و اثبات ہی کیوں نہ ہو، مفید نہیں رہتا۔ بلکہ فکر کام آتا ہے۔ اس منزل پر تلاوت قرآن، کثرت نوافل، تبلیغ و تدریس اور تصنیف سے فائدہ ہوتا ہے پھر قرب بالفرائض کا درجہ آتا ہے خواہ وہ اللہ کی طرف سے مقرر ہوں یا بندوں کی طرف سے۔ مثلاً شیخ نے خانقاہ میں خدمت کہا اب یہ خدمت کرنا فائدہ زیادہ دے گا بہ نسبت ذکر و فکر کے۔ اسے قرب بالفرائض کہتے ہیں۔

سوال نمبر14:- اسباق کے خواص سے کیا مراد ہے؟

جواب:- ہر سبق سے رذائل کا ازالہ وابستہ ہے پیر اس پر نظر رکھتا ہے کہ رذائل دور ہوئے یا نہیں۔ جب ایک کے رذائل دور ہو جاتے ہیں تو شیخ دوسرا سبق دے دیتا ہے۔

سوال نمبر15:- قرب بالنوافل سے کیا مراد ہے؟

جواب:- سالک فنائے کامل حاصل کرنے کے بعد قرب بالنوافل سے ترقی پاتا ہے یعنی اپنی طرف سے جو چاہتا ہے عبادت کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے جو دین کا کام لینا چاہیں اس میں لگا دیتے ہیں، یہ قرب بالفرائض کہلاتا ہے۔ کسی کو تبلیغ کا کام، کسی کو تدریس کا اور کسی کو تصنیف و تالیف کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ قرب بالفرائض والا فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے تو گرفت کی جاتی ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام کی غفلت میں آدمیوں کو بھیج کر تنبیہ فرمائی۔

سوال نمبر16:- نفی اثبات حبس دم کے ساتھ ایک دفعہ میں اکیس سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب :۔ سالک کو اول یہ ذکر حفاظت شرائط 21 مرتبہ تک پہنچانا چاہیے پھر اس سے زیادہ کرے تو فائدہ ہے۔ مکتوبات معصومیہ میں کسی صاحب نے لکھا کہ میں ایک سانس میں ایک سو ایک بار نفی اثبات کرتا ہوں حضرت خواجہ محمد معصوم نے اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

سوال نمبر17 :۔ کیا قرات قرآن سے وہ نتائج و اثرات حاصل ہوتے ہیں جو صوفیہ کے بتائے ہوئے اذکار سے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب :۔ ابتداء میں سالک کی زیادہ ترقی ذکر سے ہوتی ہے حتیٰ کہ فنائے قلب اور فنائے نفس نصیب ہو جائے پھر تلاوت، نوافل اور دوسرے دینی اشغال سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔

سوال نمبر18 :۔ جن کے اسباق زیادہ ہیں انہیں وقت پورا نہ ملے تو کیا کریں؟

جواب :۔ ایسی صورت میں صرف نیت کرکے لطائف پر سے توجہ کرتے ہوئے گزر جائیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

سوال نمبر19 :۔ نسبت سلب ہو جانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔ نسبت نام ہے اس تعلق کا جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس تعلق کو کوئی سلب نہیں کر سکتا البتہ کیفیات و واردات سلب کی جا سکتی ہیں۔

سوال نمبر20 :۔ بعض لوگ چلتے پھرتے ہر وقت مشغل لسانی بکلمہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب :۔ سو فیصد جائز بلکہ مستحسن ہے حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ سے ایسا ہی سوال پوچھا گیا تو فرمایا شریعت نے قریب المرگ کو کلمہ کی تلقین کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں ہر وقت اپنے آپ کو قریب المرگ سمجھتا ہوں۔ لہٰذا اپنے نفس کو کلمے کی تلقین کرتا رہتا ہوں۔

سوال نمبر21 : جو لوگ سفر کے دوران جیب میں قرآن پاک رکھتے ہیں اور مجبوراً بیت الخلاء میں جاتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب :۔ جیب کا حکم غلاف کا سا ہونا چاہیے، تاہم بہتر ہے کہ قرآن مجید کو کسی پلاسٹک وغیرہ

کے غلاف میں لپیٹ کر جیب میں رکھیں۔

سوال نمبر22:- مومن کو نماز کا انتظار کیوں رہتا ہے؟

جواب:- نماز جب روح کی غذا بن جاتی ہے تو نماز پڑھنے کے لئے دل اسی طرح بیتاب ہوتا ہے جیسے روٹی کھانے کے لئے معدہ بیتاب ہوتا ہے۔

سوال نمبر23:- مجذوب کون ہوتے ہیں؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کے بعض بندے روحانی امور کے لئے متعین ہوتے ہیں اور بعض مادی یا تکوینی امور کے لئے۔ تکوینی امور کے لوگ ظاہر میں دیوانوں کی مانند ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں ہوتا کہ رجال تشریع کو رجال تکوین کی خبر ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کا علم نہ تھا۔ کبھی کبھی تکوین و تشریع ایک ہی شخص میں جمع ہو جاتی ہیں۔ رجال تکوین میں قطب مدار اور رجال تشریع میں قطب ارشاد ہوتے ہیں۔ عموماً قطب مدار قطب ارشاد کے ماتحت ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: "انی علی علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ انت وانت علی علم علمکہ اللہ لا اعلمہ"۔ اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا علم مجھ کو دیا ہے جو تم کو نہیں ملا ہے اور تم کو ایک قسم کا علم دیا ہے جو مجھ کو نہیں ملا۔ یہ تکوینی امور کے لوگ مجذوب کہلاتے ہیں۔

سوال نمبر24:- واردات کونیہ اور علمیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:- سالک کے دل میں بعض اوقات کسی نکات وارد ہوتے ہیں اور بعض اوقات مادی امور سے متعلق نکات مثلاً ایسا ہوگا ایسا نہ ہوگا اس کو واردات کونیہ کہتے ہیں۔ علمی معارف کو واردات علمیہ کہتے ہیں۔ دونوں محمود ہیں مگر علمیہ کونیہ سے افضل ہوتے ہیں۔ علمیہ ہر شخص کو نہیں ملتے۔

ہم دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

سوال نمبر25:- مشرب کیا ہوتا ہے؟

جواب:- ہر سالک کسی نہ کسی نبی کے زیرِ قدم ہوتا ہے۔ لیکن کون کس کے زیرِ قدم ہے اس کا پتہ نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھیجا تاکہ انہیں اپنے مشرب کا پتہ چلے۔ جب مرید پہنچا تو اس بزرگ نے کہا تمہارے یہودی کا کیا حال ہے؟ مرید بہت خفا ہوا۔ جب واپس پہنچا اور بزرگ نے مرید سے حقیقت حال پوچھی تو مرید نے سب کچھ بتایا۔ شیخ نے کہا، الحمدللہ کہ میں موسوی المشرب ہوں۔

سوال نمبر26:- قیوم کسے کہتے ہیں؟

جواب:- عالم تجلیات صفات الٰہی کا مظہر ہے۔ اب تجلیات ذات کا مظہر بھی کسی کو ہونا چاہئے اس کو قیوم کہتے ہیں کہ عالم کا قیام مادی وسائل پر نہیں بلکہ ذکر اللہ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا ہوگا۔ مشائخ چونکہ ذکر اللہ کرتے ہیں اور اس کے سلسلے کو جاری کرتے ہیں لہٰذا ان میں سے کسی خاص کو قیوم بنا دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر27:- دستِ غیب سے کیا مراد ہے؟

جواب:- بعض مشائخ کو روزانہ مصلے کے نیچے سے یا کسی اور طرح سے رزق مل جاتا ہے یہ دستِ غیب کہلاتا ہے۔ یہ بھی دستِ غیب ہے کہ بلاتوقع کوئی ہدیہ پیش کرے۔

سوال نمبر28:- بزرگوں کے ختم شریف پڑھنے کی کیا اصل ہے؟

جواب:- کوئی آیت یا عبارت جو کسی شیخ کی زندگی اور کیفیات سے مناسبت رکھتا ہو ان کے ایصالِ ثواب کے لئے پڑھنا ختم شریف کہلاتا ہے۔ بعض مشائخ خود متعین کرتے ہیں اور بعض کی وفات کے بعد متوسلین مقرر کردیتے ہیں۔

سوال نمبر29:- خواب، واقعہ اور مشاہدہ میں کیا فرق ہے؟

جواب:- نیند میں جو کچھ نظر آئے خواب کہلاتا ہے۔ مراقبہ میں بیٹھے بیٹھے سو جائے اور کچھ

دیکھے تو واقف کہلاتا ہے۔ اگر مراقبہ میں بقائم ہوش و حواس کچھ دیکھے تو مشاہدہ کہلاتا ہے۔

سوال نمبر30 :- قبض و بسط سے کیا مراد ہے؟

جواب :- بعض اوقات سالک کو عجیب و غریب انشراح اور کیفیات محسوس ہوتی ہیں' یہ بسط کہلاتا ہے بعض اوقات یہ کیفیات ایسے دب جاتی ہیں جیسے کچھ بھی نہ تھا' یہ قبض کہلاتا ہے۔ قبض و بسط دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ہم اپنی کمزوریوں کے باعث صرف بسط مانگتے ہیں جس طرح درخت کو کاشتکار پانی دیتا ہے پھر کچھ عرصہ پانی خشک و جذب ہونے کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔ ہر وقت پانی کھڑا رہے تو نقصان دہ ہے اس طرح وقفے وقفے سے پانی دینے سے درخت سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ یہی حقیقت قبض اور بسط کی ہے۔ ان کیفیات کے ذریعے سالک کی تربیت کی جاتی ہے۔

سوال نمبر31 :- فنافی الرسول ؐ سے کیا مراد ہے؟

جواب :- جب طبعی طور پر سنت کی اتباع ہونے لگے تو اس کیفیت کا نام فنافی الرسول ہے۔

سوال نمبر32 :- یادداشت سے کیا مراد ہے؟

جواب :- چھوٹے بچے کو ترتیب سے اے بی سی یاد ہوتی ہے بڑے کو اتنی تیزی سے پڑھنا نہیں آتا مگر بوقت ضرورت صحیح انگلش لکھ سکتا ہے۔ یا ہم مسجد میں جانے کا ارادہ کرتے ہیں راستے میں ادھر ادھر دیکھتے ہیں دوستوں کو سلام کرتے ہیں مگر مسجد میں جانا نہیں بھولتے۔ اس کو یادداشت کہتے ہیں۔ سالک بھی دنیا کے کام کرتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں بھولتا۔

سوال نمبر33 :- نقشبندیہ سلسلہ اور چشتیہ سلسلہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب :- دونوں میں کاملین اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ فرق صرف طریق کار کا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ سے کسی نے پوچھا' میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوں یا سلسلہ چشتیہ میں۔ فرمایا' اس کی مثال یوں ہے کہ ایک زمین میں جھاڑیاں ہیں۔ اس میں کاشت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں سال چھ مہینے صفائی کرو پھر کاشت کرو' دوسرا یہ کہ جتنا صاف

ہو ناشتہ کرتے جب اس نے کہا کہ مجھے دوسرا طریقہ پسند ہے موت کا کیا پتہ کب آجائے۔
فرمایا پھر تمہیں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہونا چاہئے۔

سوال نمبر 34:- کیا وجہ ہے کہ حنفی المسلک ممالک مثلاً پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، وسط ایشیا کی ریاستیں، ترکی اور شام وغیرہ میں سلاسل صوفیہ زیادہ رائج ہیں؟

جواب:- تمام دین کا نچوڑ چار قسمیں ہیں اور یہ چار بھی سمٹ کر دو میں آجاتی ہیں حنفی و شافعی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ حنفی المسلک میں کمالات نبوت غالب ہیں اور شافعی المسلک میں کمالات ولایت غالب ہیں حنفی المسلک ممالک میں اتباع سنت زیادہ ہوتی ہے۔

سوال نمبر 35:- نماز میں وساوس اور خیالات بہت آتے ہیں؟

جواب:- ہر وسوسہ خیال ہے جبکہ ہر خیال وسوسہ نہیں ہوتے۔ وسوسہ وہ خیال ہے جو مقصد میں حائل ہو لیکن فقط خیال مقصد میں حائل نہیں ہوتا۔ خیالات کا آنا مضر نہیں خیالات کا لانا مضر ہے۔ جیسے نماز میں دنیا کے خیالات آتے ہیں جو اصل ہے اور بعض دینی خیالات آتے ہیں دین کے جو اعلیٰ ہیں جیسے حضرت عمرؓ نماز میں جہاد کی صفیں درست فرماتے تھے۔ ایسے خیالات محمود ہیں اور حضور قلب کے خلاف نہیں ہیں۔

سوال نمبر 36:- بعض مشائخ کو نماز میں اس قدر استغراق نصیب ہوتا ہے کہ ارد گرد کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیا ہو رہا ہے، ہماری نمازیں کیوں ایسی نہیں ہیں؟

جواب:- نماز میں اس قدر استغراق حاصل ہونا لازمی امر نہیں ہے حضور قلب سے مراد نماز میں توجہ الی اللہ ہے نبی علیہ السلام نے ایک بچے کے رونے پر نماز کو مختصر کر کے سلام پھیر دیا تھا۔

سوال نمبر 37:- سنا ہے وسوسہ آنے پر سختی کی گرفت ہوتی ہے؟

جواب:- صرف اس وسوسہ پر گرفت ہوتی ہے جو شخص کو غافل کر دے۔ جو وسوسہ آئے اور گزر جائے اس پر گرفت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر38:- عقل اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب:- انسان جب نیت و ارادے کے ساتھ ایک رائے قائم کرلیتا ہے اس کو عقل کہتے ہیں اور جب خود بخود قلب میں کوئی خیال وارد ہوتا ہے اسے الہام کہتے ہیں۔

سوال نمبر39:- عالم خلق اور عالم امر سے کیا مراد ہے؟

جواب:- اللہ تعالیٰ نے کائنات کو دو طرح سے پیدا کیا جسے کن کہہ کر پیدا کیا وہ عالم امر کہلاتا ہے جسے بتدریج پیدا کیا وہ عالم خلق کہلاتا ہے۔

سوال نمبر40:- کیا سماع جائز ہے؟

جواب:- ساز اور باجوں کے ساتھ کسی قسم کا گانا حتیٰ کہ حمد و نعت بھی ناجائز ہے۔ بغیر مزامیر کے چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً

1. اشعار نامناسب مضامین پر مبنی نہ ہوں۔
2. مجلس میں محرم، غیر محرم کا اختلاط نہ ہو۔
3. سامعین کو اتنی رغبت ہو جیسے بھوک میں کھانے کی۔

سوال نمبر41:- سنت اور بدعت کی کیا پہچان ہے؟

جواب:- سنت عمل آفاقی ہوتا ہے بدعت علاقائی ہوتی ہے یعنی سنت عمل ہر جگہ اور ہر ملک میں یکساں ہو گا مثلاً دسویں محرم کا روزہ رکھنا سنت ہے یہ ہر جگہ ہر ملک میں رکھا جاتا ہے۔ دسویں محرم کا "سیاپا" بدعت ہے اسی لئے ایران میں منانے کا طریقہ اور، پاکستان میں اور، عراق میں اور، ہندوستان میں اور ہے۔

سوال نمبر42:- امت کا ایک بہت بڑا طبقہ تصوف کو اچھا نہیں سمجھتا یہ کیوں ہے؟

جواب:- بعض لوگ نام نہاد پیروں کی باتیں سن کر متنفر ہو جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آج تو ہر معاملے میں کھوٹا کھرے سے ملا ہوا ہے۔ نکھارنا تو ہمارا کام ہے۔ علماء میں بھی بعض نفس پرست دنیادار لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علم حاصل کرنا بند کر دے۔

تصوف پر اعتراض کرنے والوں کی مثال ہندہ کی سی ہے جسے آکل الاکباد کہتے ہیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے کتنی بڑی دشمن تھی مسلمان ہونے کے بعد کہنے لگی "یا رسول اللہ"! اب آپ سے بڑھ کر کسی چیز سے محبت نہیں۔" معترضین پر تصوف کی حیثیت کھل جائے تو ان کا یہی حال ہو۔

سوال نمبر43 :۔ تصوف میں عروج کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

جواب :۔ چار چیزوں سے: (1) کثرت ذکر (2) اتباع سنت (3) تقویٰ (4) رابطہ شیخ

سوال نمبر44 :۔ بعض مشائخ کی زبان سے "انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی" وغیرہ کے الفاظ کیوں نکلے؟

جواب :۔ یہ الفاظ غلبہ حال میں نکلے جس حالت میں انسان معذور ہوتا ہے حضرت موسیٰ کے سامنے اگر درخت سے آواز نکل سکتی ہے "انی انا اللہ" تو کیا عجب ہے کہ کسی انسان کی زبان سے انا الحق کے الفاظ نکلیں۔ تاہم صاحب ہوش آدمی ایسے الفاظ کہے گا تو جوتے پڑیں گے۔

سوال نمبر45 :۔ اکثر گناہوں کا سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔ اکثر گناہ "حب جاہ" یا "قوت باہ" کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

سوال نمبر46 :۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ آخر میں حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدیہ ایک ہو جائیں گے؟

جواب :۔ کعبہ تجلیات ذاتی کا مرکز ہے اسی لئے وہ مسجود الیہ ہے آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک بھی آخر میں دائمی طور پر تجلیات ذاتی کا مرکز بن جائے گا حضرت یوسفؑ کو ایک نبی حضرت یعقوبؑ نے سجدہ کیا۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ کروایا گیا۔ "لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد مومن" کعبہ بھی تجلیات ذاتیہ کا مرکز مومن کا قلب بھی۔ فرق اتنا ہے کہ کعبہ دائمی تجلیات کا مرکز مگر مومن پر کبھی ہیں کبھی نہیں۔

سوال نمبر47 :۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو

بسم اللہ پڑھتے دوسرے پر پاؤں رکھتے تو وہاں ہی پڑھتے یہ کیسے ممکن ہے یا بعض بزرگ اپنے شہر سے دوسری جگہ پہنچے شادی کی بچے ہوئے واپس آئے تو چند گھنٹے ہی گزرے تھے کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب :- زمانے کا ایک طول ہوتا ہے ایک عرض ہوتا ہے عام مشہور یہی ہے کہ زمانے کا صرف طول ہے عرض نہیں ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ خواص سے ایسے کام زمانے کے عرض میں کروا دیتے ہوں جیسے واقعہ معراج۔

سوال نمبر 48 :- مبداء تعین کسے کہتے ہیں؟

جواب :- ہر سالک کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے ایک مبداء تعین ہوتا ہے اس سالک کی رسائی اپنے مبداء تعین تک ہی ہوتی ہے اگر کسی کو اس سے اوپر سیر نصیب ہو تو وہ نظری ہوتی ہے قدمی نہیں۔ مقام نہیں بنتا جیسے گھر لاہور میں ہے یہ اصل مقام ہوا اب جہاں گھوم پھر آؤ مقام یہی رہے گا۔

سوال نمبر 49 :- تعین اول کونسا ہے؟

جواب :- حدیث پاک میں ہے "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" [میں مخفی خزانہ تھا پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا] بعض مشائخ نے کہا کہ خدا کا جلی ہو کر مخلوق کو پیدا کرنے کا علم تعین اول ہے بعض نے کہا ارادہ (تخلیق) تعین اول ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا حب (یہ چاہنا کہ مجھے پہچانا جائے) تعین اول ہے یہ "حب" ہی نبیؐ کا مبداء تعین ہے اس سے اوپر لاتعین کا مقام ہے۔

سوال نمبر 50 :- صوفیائے کرام فقط حلقے پر بیٹھ کر تسبیحات پھیرتے رہتے ہیں جہاد میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟

جواب :- جہاد کا لفظ قرآن مجید میں کئی مقامات پر وارد ہوا ہے۔ مثلاً

1)— جہاد بالمال یعنی اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا "وجاھدوا باموالکم" اس پر دلیل ہے۔

2)۔۔۔ جہاد بالنفس یعنی اپنی جانوں پر احکام شریعت نافذ کرنا۔ فرمان الٰہی ہے "و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم" اسی لئے حدیث پاک میں بھی وارد ہے "المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ۔"

3)۔۔۔ جہاد بالقرآن یعنی کفار کے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اسلام کی دعوت کو پیش کرنا "و جاھدھم بہ جھادا کبیرا" اس کی دلیل ہے۔

4)۔۔۔ جہاد بالسیف یعنی کفار کے ساتھ قتال کرنا جیسے فرمان الٰہی ہے "یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم"

صوفیائے کرام عام طور پر جہاد کی پہلی تین صورتوں میں فعال رہتے ہیں۔ اس کی مثالیں اظہر من الشمس ہیں۔ رہی بات جہاد بالسیف کی تو جب دین اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے تو یہ حضرات کفن بدوش ہو کر میدان میں نکل آتے ہیں اور کفار کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار یعنی بنیان مرصوص بن جاتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1)۔۔۔ ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے جب جلال الدین خوارزم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ گل کر دیا تو یہ ضرب المثل بن گئی تھی۔

"اذا قیل لک ان التاتار نھزموا فلا تصدق"

[اگر کوئی کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو یقین نہ کرنا]

ایسی عجیب صورت حال میں حضرت محمد دربندی جیسے حضرات نے تاتاری شہزادوں کے دلوں کی کایا پلٹ دی اور تیس سال کے بعد یہی شہزادے مسلمان ہو گئے اور دنیا میں اسلام کی عظمت کا پھریرا لہرانے لگا۔ علامہ اقبال نے کہا

ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

2)۔۔۔ ہندوستان میں جب اکبر بادشاہ کی وجہ سے دین الٰہی کی آندھی اٹھی تو حضرت مجدد الف ثانی نے احیائے دین کا علم بلند کیا اور وقت کے بڑے بڑے فوجی جرنیلوں مثلاً شیخ فرید اور خان

خاندان کے دلوں پر تو جہات ڈالیں حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ رسومات بدعات کا قلع قمع ہوا اور دنیا میں "یمحی :لارض محمد موت" کا نقشہ پیش ہوا۔ اور نگزیب جیسا دیندار بادشاہ انہی کی محنت کا ثمر تھا۔

3)۔۔۔ روس نے داغستان پر حملہ کیا تو غازی محمد شہید"، حمزہ بے" اور شیخ شامل" جیسے مشائخ طریقت نے 1813ء سے 1859ء تک 46 سال جنگ لڑی اور کمیونسٹوں کے ساتھ قتال کیا۔

4)۔۔۔ طرابلس کی جنگ میں شیخ احمد الشریف سنوسی نے اپنے مریدین کو اطالویوں کے سامنے صف آراء کیا اور انہیں پندرہ سال ناکوں چنے چبوائے۔ صحرائے اعظم افریقہ کی سنوسی خانقاہ آج تک مشہور ہے۔

5)۔۔۔ انیسویں صدی عیسوی میں الجزائر میں امیر عبدالقادر نے فرانسیسیوں سے 1832ء سے لے کر 1847ء تک 15 سال جنگ کی یہ شیخ طریقت تھے۔

6)۔۔۔ ہندوستان میں تحریک خلافت کے سلسلے میں جہاد شاملی کے حافظ ضامن شہید" اور انگریز سے آزادی کے حصول کے لئے سید احمد شہید" اور شاہ اسماعیل شہید" کے ناموں کو تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

7)۔۔۔ افغانستان میں سید جمال الدین افغانی" ، ہندوستان میں شیخ الہند اسیر مالٹا حضرت محمود الحسن" اور سلسلہ شاذلیہ کے حسن البناء وغیرھم یہ سب حضرات مشائخ طریقت تھے۔ ان سب نے جہاد بالسیف کیا ان عظیم قربانیوں کے بغیر تاریخ اسلام نامکمل ہے۔

8)۔۔۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید" نے اپنے مریدین میں ایسا جذبہ جہاد بھرا کہ ایک خاتون اپنے دو بیٹوں کو مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

۔ بولیں اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

تمہارے حضرت مولانا محمد علی جوہر" اور مولانا شوکت علی" میں جذبہ جہاد کس نے بھرا تھا۔ وہی شیخ جو خود بھی ایک ظالم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آج بھی ان کی قبر مبارک کے قریب یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں:

سے بہ لوح تربت می یافتم از غیب تحریرے

کہ این مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے

حضرت مولانا محمد علی جوہر مسلمانوں کی آزادی کیلئے اپنے گھر سے ہجرت کر کے لندن چلے گئے تاکہ مسلمانوں کی آواز انگریز کے ایوانوں تک پہنچا سکیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور جب جان سے مار دیئے جانے کی دھمکی دی گئی تو "افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر" کے مطابق کفری آنکھ میں آنکھ ڈال کر کہا!

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے — پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علیؓ کو — خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے ہی میں جو موت آئے مسیحا — اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

کتابیات

"تصوف و سلوک" کی ترتیب و تالیف میں جن کتب سے مدد حاصل کی گئی ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	مؤلف	سن ترتیب و تالیف
1	کتاب اللمع فی التصوف	شیخ ابو نصر سراج طوسیؒ	578 ہجری
2	کتاب التعرف	شیخ ابو بکر بن ابراہیم بخاری الکلاباذیؒ	380 ہجری
3	قوت القلوب	شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ مکیؒ	386 ہجری
4	طبقات الصوفیہ	شیخ عبدالرحمٰن محمد بن الحسین نیشاپوریؒ	412 ہجری
5	حلیۃ الاولیاء	محدث کبیر شیخ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانیؒ	430 ہجری
6	رسالہ قشیریہ	شیخ ابو القاسم بن ہوازن القشیری نیشاپوریؒ	465 ہجری
7	کشف المحجوب	شیخ الشیوخ ابو الحسن علی بن عثمان ہجویریؒ	470 ہجری
8	طبقات الصوفیہ	شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد انصاری ہرویؒ	480 ہجری
9	احیاء العلوم	شیخ محمد امام غزالیؒ	505 ہجری
10	آداب المریدین	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	563 ہجری
11	زبدۃ الحقائق	شیخ الطریقت عزیز بن محمد نسفیؒ	616 ہجری
12	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطارؒ	630 ہجری
13	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	632 ہجری
14	فتوحات مکیہ	شیخ محی الدین ابن عربیؒ	637 ہجری
15	مرصاد العباد	نجم الدین امام رازیؒ	654 ہجری
16	لمعات	شیخ فخرالدین عراقیؒ	688 ہجری
17	نفحات الانس	مولانا جامیؒ	ہجری
18	دلیل العارفین	خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	ہجری
19	فوائد السالکین	خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ	ہجری

تصوّف وسلوک سے اقتباس

آج اُمّت مُسلمہ کی زبوں حالی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جھوٹ سچ اور کھوٹا کھرے سے بالکل پیوست نظر آتا ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

جس طرح علم ظاہر کے حامل علمائے حق کی صفوں میں علمائے سوء داخل ہو چکے ہیں اسی طرح علم باطن کے حامل مشائخ حق پرست کے بھیس میں نفس پرست لوگ شامل ہو چکے ہیں عوام الناس کی روحانی اور باطنی تنزلی کی انتہا یہاں تک ہو چکی کہ ایک طبقے نے بیعت طریقت کو لازم قرار دے کر فرائض کے ترک کرنے اور شریعت و طریقت کو الگ الگ ثابت کرنے کا بہانہ بنا لیا۔

ضَلّوا فَاَضَلّوا (خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا)

دوسرے طبقے نے بیعت طریقت کو گمراہی سمجھ کر اسکی مخالفت کا بیڑا اٹھا لیا

وَیَا اَسَفیٰ!

ان حالات میں اہل حق کیلئے افراط و تفریط کے شکار ان دونوں طبقوں سے جو کھی لڑائی لڑنے کے سوا چارہ نہیں۔ تاکہ احکام شریعت کو نکھار کر پیش کیا جائے اور حق و باطل کی حد فاصل کو واضح کیا جائے۔

دار العلوم جھنگ جھنگ صدر فون: 0471-622832
مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد فون: 618003-631539
جامعۃ الحبیب شاداب کالونی فیصل آباد فون: 655531-659429